رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی

الحمد للہ کہ کتاب

برائے افادہ امیدواران امتحان منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۳ء و ما بعدہٗ

از

جناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب نوگانوی فقیہ فاضل، ادیب فاضل، صدر الافاضل مصنف و مؤلف خلاصہ علم النفس۔ خلاصہ ادب العرب۔ ترجمہ مقدمہ سبابا الطرب۔ اثبات الحجاب۔ الاعتبار۔ تعلیم النساء

تصحیح و تحواشی مفیدہ

از جناب مولوی محمد اسحٰق خان صاحب بٹالوی منشی فاضل و مولوی عالم و مولوی محمد شفیع خان صاحب گورداسپوری مولوی فاضل

حسب فرمائش

شیخ جان محمد اللہ بخش تاجران کتب علوم مشرقی

کشمیری بازار لاہور

مطبوعہ ۱۹۳۲ء

در مطبع مادرن الیکٹرک پریس لاہور باہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر

کتب نصاب امتحانات منشی منشی عالم منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۴ء

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
منشی ۱۹۳۴ء		اردو ترجمہ رباعیات عمر خیام مع حل متن	عہ
پرچہ (۱) احسن القواعد	عہ	اردو ترجمہ اخلاق محسنی	۱۰/
شعر العجم حصہ اول	عگر	جوہر اخلاق یعنی اخلاق محسنی کا بہترین خلاصہ از منشی شاد ملتانی	۴ر
(۲) ایف۔ اے کورس فارسی (حصہ نثر)	عگر	بہترین اردو ترجمہ سلم الادب مع فرہنگ	۴/
رقعات عالمگیری (مع ترجمہ)	۶/	تحصیل فارسی برائے ترجمہ	۱۴/
حکیم نباتات (مع مقدمہ و ترجمہ و فرہنگ)	۶/	قرۃ العین در ترجمتین	۱۰/
گلستان (باب ۵ خارج) خوشخط کاغذ عمدہ	۱۲/	پرچہ جات منشی و منشی عالم ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۶ء	۸ر
(۳) ایف۔ اے کورس فارسی (حصہ نظم)	عگر	منشی عالم ۱۹۳۴ء	
تحفہ احرار جامی (مع ترجمہ اردو مع حل متن)	۱۲/	پرچہ (۱) رسالہ عبد الواسع	۲/
رباعیات عمر خیام مع حالات	۴ر	عروض سیفی	۲/
(۴) اخلاق محسنی	۸/	شعر العجم حصہ دوم و سوم	[illegible]
(۵) ترجمتین یعنی فارسی سے اردو اور اردو سے		(۲) بی۔ اے کورس فارسی مطبوعہ ۱۹۳۶ء (حصہ نثر)	عگر
فارسی میں ترجمہ کرنا۔		سرگذشت وزیر خان لنکران مع ترجمہ اردو و فرہنگ	۸/
(۶) قواعد عربی از قاضی میر احمد	۲ر	تذکرہ دولت شاہ سمرقندی (طبقہ اول تا پنجم)	عگر
(۷) نحو میر مجتبائی	۴ر	(نوٹ۔ تذکرے کے سوالات عبارتی ہونگے تاریخی نہیں)	
سلم الادب	۱۰/	مہر نیمروز غالب	۸ر
کتب امدادی		لسان العجم حصہ اول	۱۰/
وجیز القواعد خلاصہ احسن القواعد	۷ر	(۳) بی۔ اے کورس فارسی مطبوعہ ۱۹۳۶ء (حصہ نظم)	عگر
خلاصہ شعر العجم حصہ اول	۵/	مطلع الانوار امیر خسرو	۸ر
ترجمہ ایف۔ اے کورس فارسی [illegible]		قصائد عرفی (محشی)	۹/
جمال الدین	عگر	(۴) اخلاق ناصری (اعلیٰ خوشخط)	عگر
گلستان مترجم اردو خوشخط کاغذ عمدہ	۱۲/	(۵) ترجمتین و جواب مضمون فارسی	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لک الحمد یامن لا تحصی حمدہ مساعی اللسان ولک الشکر یامن لا تحیط شکرہ خطرات الجنان، نحمدک حمد القاصرین و نشکرک شکر العاجزین، انزلت علینا النعم المتکاثرہ، والمواھب المتواترہ بالنبی المکی المدنی الاشرف الاکرم سید العرب والعجم، مفتخر الانبیاء کلھم من اٰدم الیٰ من ھو قبل الخاتم، محمدن المصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم اسبغت الانعام بذریتہ الطاھرۃ المطھرۃ واصحابہ الکرام، الذین ھدونا الیٰ ماھدانا الیہ واقاموا علی ما وصلنا الیہ والصلوٰۃ والسلام علیھم اجمعین، من یومنا ھذا الیٰ یوم الدین **اما بعد** میں اپنی اس بے حیثیت اور ناچیز تالیف کو نہایت معذرت اور غایت انکسار کے ساتھ حضرات طلبہ کرام کی نذر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ اسے ایک بشر کی محنت سمجھتے ملاحظہ فرمائیں گے نہ معصوم اور ملک کی۔ میرا یہ دعوی کرنا کہ میری تالیف میں کوئی غلطی نہیں مسلمہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کو توڑنے کی جسارت کرنا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ یہ کتاب کسی طویل مدت کی عرقریزی کا نتیجہ اور نظر ثانی وثالث کا ممنون احسان صحیفہ نہ بن سکی تاکہ میری منشاء کے موافق تشریحات و توضیحات ہوتیں۔ بلکہ غالبًا ابتدائے جون سے اس کا باقاعدہ آغاز ہوا اور چند دنوں کے بعد ہی مکرمی عالی جناب **شیخ اللہ بخش** صاحب زاد عواطفہ تاجر کتب علوم مشرقی کے گرامی نامے آنے لگے کہ یکم جولائی تک ترجمہ نہ پہنچ گیا تو اس کے بعد بیکار ہے اور مجھے تعمیل کرنا پڑی اتنی قلیل مدت میں **سمط اللآلی** کے جواہر نادرہ کو کماحقہٗ جلا کے ساتھ نقادانِ فن کے سامنے پیش کرنا میرے امکان سے باہر تھا۔ جبکہ جون کی مشہور و معروف عرقریز اور آتش فشاں گرمی کی ناقابل بیان تکلیفات بھی ساتھ تھیں لیکن پھر بھی کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالےٰ محترم طلبہ اس سے کافی فائدہ اٹھا سکیں گے۔ نظم یا نثر کا کوئی حصہ غیر حل شدہ نہ ملیگا۔ اضافہ معلومات واستعداد کے لئے یہ شرح خصوصًا اس کے مفید حواشی نمایاں طور پر

معاون و مددگار پائے جائیں گے اور قدردان و منصف طبائع اس قدر کم مدت میں اتنی تشریح و تحلیل کی داد دیں گی ٭

چونکہ یہ شرح کوئی ایسی شرح نہیں ہو سکتی جو طلبہ کو سمط الدرر کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے اور لامحالہ انہیں متن و شرح دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھنا پڑے گا۔ اس لئے تراجم مؤلفین حاشیہ متن وغیرہ کا داخل کرنا میں نے زائد بر ضرورت سمجھا ٭

مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اس شرح کے کاتب کون بزرگ ہونگے اور کہاں تک کتاب اپنی اصلی حالت پر باقی رہیگی اور کوئی بھی ہوں، اگر میں خود بھی کتابت کروں تو یہ ایسا کام ہے کہ شاید غلطی سے نہ بچ سکوں۔ اس پر مسلمہ مذکور کی زد مستزاد، البتہ سنا ہے کہ ذمہ دار حضرات فرائض کتابت و طباعت کی انجام رسانی میں بہترین انتخاب اور کافی اہتمام سے کام لیتے ہیں ٭

چونکہ لفظی ترجمہ سے فی زماننا بیحد تنافر پھیلا ہوا ہے۔ اور اب ایسا ترجمہ قریب قریب متروک ہو گیا ہے یہاں تک کہ بعض نئی روشنی کے طلبہ مقصد اصلی کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر بھی اسے زحمت نہیں دینا چاہتے۔ اس لئے میں نے حتی الامکان بامحاورہ ترجمہ کی کوشش کی ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکا ہے اس کا پابند رہا ہوں کہ محترم طلبہ کے لئے یہ شرح ایک صاف و شستہ شرح رہے۔ عبارات کے معانی مانوس شکل میں نظر آئیں اور ان کو اس کی دلچسپی و پاکیزگی کے لطف سے ان کی محنت و جانفشانی کا نقد ہمت افزا صلہ ملتا رہے ٭

میرے لئے اس کا اظہار بھی حق بجانب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب تمامتر میری ہی تالیف نہیں بلکہ علامہ دوران، فہامہ زمان مولانا **عبدالعزیز** صاحب میمنی کا زور قلم بھی اس میں شامل ہے یعنی سابق کورس کے شارح آپ تھے۔ لہٰذا جو اجزاء سابق کورس کے موجودہ کورس میں بحال ہے۔ ان میں سے انتخاب مقامات اور انتخاب حماسہ کی شرح بھی بلفظہ و بجنسہ بحال رہی اور انتخاب متنبی کی شرح مولانا نے کی ہی نہیں۔ لہٰذا اس غرض کو میں انجام دیتا ہوں اور التماس دعا کے بعد اس امر کی استدعا کرتا ہوں کہ ضیق وقت و تبتع عوارض اور تعجیل کار کی وجہ سے ناظرین کچھ غلطیاں ملاحظہ فرمائیں۔ تو تین پیسہ خرچ کرکے شارح کو مطلع کریں یا دامن عفو میں چھپائیں، عین ہمدردی و کمال احسان ہوگا ٭ والسلام خیر ختام

خادم الطلبہ السید محمد مجتبیٰ "نوگانوی"

فقیہ فاضل۔ صدر الافاضل۔ ادیب فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر

فتوح السندھ

من

فتوح البلدان للبلاذری

باب ۔ ۱

علی بن محمد بن عبداللہ بن ابو یوسف نے بیان کیا ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ بن خطاب نے عثمان ابن ابی العاص ثقفی کو ۱۵ھ میں بحرین و عمان کا والی بنایا۔ تو عثمان نے اپنے بھائی حکم کو بحرین کی طرف بھیجا اور خود عمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر لشکر کا ایک حصہ تھانہ[1] کی طرف بھیجا جب لشکر لوٹ آیا۔ تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ انہوں نے جواب لکھا۔ کہ اے عثمان تم نے کیڑوں کو لکڑی پر سوار کیا ہے (یعنی کمزور جماعت کو زبردست جماعت کے مقابلہ میں بھیجا ہے) میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر ان لوگوں کو کوئی تکلیف و مصیبت پہونچی۔ تو یقیناً میں ان کے برابر تمہاری قوم کے لوگوں کو گرفتار کرلوں گا۔ اور عثمان نے حکم کو بھروچ کی طرف بھی بھیجا۔ اور اپنے بھائی مغیرہ کو خلیج دیبل کی جانب روانہ کیا۔ وہاں وہ دشمنوں سے لڑے اور فتح پائی ٭

---

[1] ایک شہر ہے جو بحر لاروی پر آباد ہے دیکھو مروج الذہب مسعودی الجز الاول صفحہ ۲۴۴ سطر الدرج

جب حضرت عثمان بن عفان والی ہوئے اور اُنہوں نے عبداللہ بن عامر بن کریز کو عراق کا والی بنایا۔ تو اس کو یہ حکم لکھ کر بھیجا۔ کہ وہ سرحد ہند کی طرف ایسے شخص کو بھیجے۔ جو وہاں کے حالات معلوم کر لے اور ان کے (حضرت عثمان کے) پاس وہاں کی خبریں پہنچائے (اس کے لئے) عبداللہ نے حکیم بن جبلہ عبدی کو بھیجا۔ جب یہ لوٹ کر آیا۔ تو عبداللہ نے اسے حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا۔ اُنہوں نے اس سے وہاں کے شہروں کے حالات معلوم کئے وہ کہنے لگا۔ کہ اے امیر المومنین میں نے ان شہروں کے حالات کو سمجھ لیا ہے اور اچھی طرح آزما لیا ہے کہا کہ پھر مجھ سے بیان کرو۔ کہا کہ پانی وہاں کم ہے۔ خرمے خراب[1] ہیں اور چور دلیر ہیں اگر وہاں لشکر قلیل بھیجا جائیگا تو تمام سپاہی (وہاں کے باشندوں کے ہاتھوں) ضائع ہو جائیں گے۔ اور اگر کثیر تعداد میں بھیجا جائیگا تو سب بھوکے مر جائیں گے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تو یہ خبر دے رہا ہے یا (محض) مسجع کلام کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ (ہاں) میں خبر دے رہا ہوں (یہ سن کر) حضرت عثمان نے ان شہروں میں کسی سے جنگ نہیں کی (مسجع و مقفٰی کلام کرنے سے اس کے ان فقرات کی طرف اشارہ ہے "ماؤھا وشل وتمرھا دقل الخ)

آخر ۳۸ھ اور اول ۳۹ھ عہد خلافت امیر المومنین علی بن ابی طالب میں حسب تعمیل ارشاد حضرت علی حارث بن مرہ عبدی تیار ہو کر سرحد ہند کی طرف گئے اور فتحیاب ہوئے مال غنیمت اور قیدی حاصل کئے اور ایک دن میں ایک ہزار آدمی تقسیم کئے۔ پھر وہ اور ان کے ہمراہی سوائے چند آدمیوں کے سرحد قیقان میں قتل کر دئے گئے۔ ان کا قتل ۴۲ھ میں واقع ہوا اور قیقان سندھ کے شہروں میں سے خراسان کے قریب ایک شہر ہے ۱۲

صفحہ ۶

پھر اس سرحد پر امیر معاویہ کے زمانہ میں ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے جنگ کی اور مقام بنہ و اہواز میں آیا۔ یہ دونوں مقام ملتان و کابل کے درمیان ہیں۔ مہلب سے دشمن کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ جس نے اس سے اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ کیا۔ اور مہلب کی بلاد قیقان

---

[1] نحریر (کس) عقلمند۔ ہوشیار۔ ماہر۔ دانا۔ آزمودہ کار۔ متقن۔ تیز ذہن ہر امر میں بصیر و بینا ۱۲ منتہی الارب

[2] دقل (دقعف) ایک ناکارہ خرما جس کے لئے کوئی نام نہ ہو اور انواع مشہور میں نہ ہو۔ وشل (فف) تھوڑا پانی کہ پہاڑ یا پتھر سے رسے اور اس کے قطرے متصل و متوالی نہ ہوں یا پانی کہ تھوڑا تھوڑا کوہ سے ٹپکے بہت یا پانی تھوڑے آنسو بہت سے آنسو (اضداد سے ہے) اوشال جمع وجبل وشل (میں ہے) بل بالرمل اوشال اور کہتے ہیں جاؤا اوشالا یعنی ایک دوسرے کے پیچھے آئے ۱۲ منتہی الارب

میں اٹھارہ[1] ترکی سواروں سے ملاقات ہوئی جو دم کٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ انہوں نے مہلب سے جنگ کی اور سب مارے گئے۔ مہلب نے کہا کہ یہ عجمی لوگ ہم سے زیادہ مالک کرلینے کے اہل نہیں ہیں۔ پس اس نے (اپنے) گھوڑوں کی دُمیں کاٹ دیں اور یہ مسلمانوں میں سے پہلا وہ شخص ہے جس نے گھوڑوں کی دُمیں کاٹیں ازدی مقام بنّہ کے متعلق کہتا ہے ؎

کیا تم نے بنی ازد کو نہیں دیکھا کہ جس رات کو وہ مقام بنّہ میں ٹھہرائے گئے تھے تو مہلب کا بہترین لشکر تھے۔

پھر عبداللہ بن عامر نے امیر معاویہ بن ابی سفیان کے عہد میں عبداللہ بن سوّار عبدی کو (سرحد ہند کا) والی بنایا اور بعض کا قول ہے کہ اس کو معاویہ نے اس سے قبل ہی سرحد ہند کا والی بنادیا تھا۔ عبداللہ نے قیقان میں جنگ کی اور مال غنیمت حاصل کیا پھر معاویہ کے پاس آیا اور ان کو قیقانی گھوڑے ہدیہ دیئے۔ چند دن اُن کے پاس قیام کیا پھر لوٹ کر قیقان آیا۔ یہاں ان لوگوں (عبداللہ اور اس کے ہمراہیوں) نے ترکوں کو فوج میں بھرتی کرلیا۔ اُنہوں نے عبداللہ کو قتل کردیا۔ عبداللہ کی مدح میں شاعر کہتا ہے ؎

اور ابن سوّار باوجود اپنی سخت حالیوں[1] کے بڑا مہمان نواز اور گرسنگی کو فنا کردینے والا ہے

یہ (عبداللہ) بڑا سخی تھا۔ اس کے لشکر میں سوائے اس کے اور کسی کے یہاں آگ نہیں جلتی تھی (یہی سب کو کھانا دیتا تھا۔ کسی کو پکانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی) ایک رات اس نے آگ روشن دیکھی۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک نفساء[2] عورت ہے اس کے لئے خبیص[3] بنایا جارہا ہے۔ حکم دیا کہ تین دن سب کو خبیص ہی کھلایا جائے۔

زیاد بن ابو سفیان نے عہد معاویہ میں سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی کو والی بنایا وہ ایک مرد فاضل و خدا پرست تھا اور سب سے پہلا وہ شخص تھا جس نے عورتوں کو طلاق دیدینے کی بابت لشکر کو قسم دلادی تھی یہ سرحد پر آیا اور مکران کو بزور فتح کیا اس کو آباد کیا۔ اُس میں قیام کیا اور دوسرے شہروں پر بھی قبضہ کیا۔ اس کی بابت شاعر کہتا ہے ؎

(۱) میں بنی ہذیل کو دیکھتا ہوں۔ کہ انہوں نے ان عورتوں کو طلاق دینے کی بابت قسم میں امر جدید کیا ہے۔ جن کے وہ مہر ادا نہیں کرتے۔

---

[1] علۃ (فتحہ) سخت حالی۔ ایقاد آگ جلانا مہمان نوازی سے استعارہ ہے ۱۲ منتہی الارب

[2] نفساء زچہ عورت جسے خون نفاس آتا ہو ۱۲ منتہی الارب

[3] خبیص (زنکس) ایک حلوا ہے جو گھی اور خرما کا بناتے ہیں فارسی میں اسے افروشہ کہتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

(۱) حذف (فتحہ) گھوڑے کی دم میں سے پکڑ کر بال توڑ لینے۔ حذف (فتحہ) بے کان بے دم کی بکریاں (دم ستور پریمیلن (صراح) مشہور ہے کہ دم کاٹنے سے جانور قوی ہوجاتا ہے۔ شارح ۱۲ ر

(۲) مجھے ابن مجبق کی قسم ذلیل معلوم ہوتی ہے جبکہ وہ عورتیں (اس قسم کی بدولت بے وارثی و مفلسی کی وجہ سے) اپنی گول گول اور زیور سے خالی گردنوں کو بلند کرتی ہیں ÷
ابن کلبی کہتا ہے کہ مکران کو حکیم بن جبلہ عبدی نے فتح کیا ÷
پھر زیاد نے سرحد سندھ پر راشد بن عمرو جُدیدی ازدی کو والی و حاکم مقرر کیا وہ مکران میں آیا۔ پھر قیقان میں جنگ کر کے ظفریاب ہوا۔ پھر میدیہ جنگ کی اور مارا گیا۔ اور لوگوں کے احکام کا سنان بن سلمہ ذمہ دار بنا تو اس کو زیاد نے سرحد کا والی بنا دیا وہ وہاں دو سال رہا۔ اعشیٰ ہمدان نے مکران کی بابت کہا ہے ؎
(۱) تو مکران کی طرف جا رہا ہے یقیناً وہاں جانا اور جا کر نکل آنا مشکل و بعید ہے ÷
(۲) مجھے مکران کی حاجت نہیں اور نہ اس میں جنگ و تجارت کی ضرورت ہے ÷
(۳-۴) میرے سامنے مکران کی باتیں کی جاتی تھیں حالانکہ میں وہاں گیا بھی نہ تھا اور ہمیشہ اس کے ذکر سے مجھے خوف دلایا جاتا رہا ہے۔ کہ زیادہ آدمی جا کر وہاں بھوکے رہتے ہیں اور کم گرفتار و ہلاک کئے جاتے ہیں ÷
عباد بن زیاد نے سرحد ہند پر سجستان سے لڑائی شروع کی پھر سنارود آیا۔ پھر سرزمین سجستان سے ہندو غیرہ تک دیار کنیز و رودبار میں دار و گیر برپا کی۔ پھر کیکج میں آیا۔ پھر راہ طے کر کے قندھار آیا۔ وہاں کے لوگوں سے جدال و قتال کر کے انہیں شکست و ہزیمت دی اور بعد اسکے بہت سے مسلمانوں کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ عباد نے قندھار کو فتح کیا اس نے اہل قندھار کی ٹوپیاں بہت لانبی دیکھیں۔ تو اس میں ترمیم کی اور ان کا نام قلانس عبادیہ (عبادی ٹوپیاں) ہو گیا۔ ابن مفرغ کہتا ہے ؎
(۱-۲) مقام جرّوم اور ارض ہند میں ایسے مقتولین کے اکثر قدم اور پاجامے پڑے ہوئے ہیں جو دفن نہیں ہوئے۔ اور جس کی موت قندھار میں لکھی ہو گی۔ تو اس کے متعلق بغیر علم بہت سی خبریں بیان کی جائیں گی ÷
دپاجامے موجود ہونے سے شدت حرب کی طرف اشارہ ہے کہ ہنگامہ دار و گیر میں بھاگنے والوں کو پاجاموں کا بھی ہوش نہ رہا۔ اور مقتول کے متعلق خبریں بیان ہونے سے یہ مطلب ہے

ل؎ شحط (فس) شحوط (ضفس) دور ہونا ؎ وجس (فف) ڈرنا ۱۲
ل؎ عوس (فس) کسی کو پکڑنا اور لے جانا یا ہلاک کر دینا ۱۲ منتہی الارب
ل؎ رجم (فس) ایک امر کہ جس کی حقیقت کچھ معلوم ہو۔ رجم و ترجیم گمان سے بات کہنی ۱۲ منتہی الارب

کہ وہاں کے مقتولین کے بہت سے واقعات و تلمیحات ہیں جن کے جا بجا چرچے رہتے ہیں۔

پھر زیاد نے منذر بن جارود عبدی کو جس کی کنیت ابوالاشعث تھی۔ سرحد ہند کا والی بنایا۔ اس نے بوقان و قیقان میں ہنگامہ آرائیاں کیں جن میں مسلمان کامیاب ہوئے مال غنیمت ملا۔ اور منذر نے قیدیوں کو ان کے شہروں میں منتشر و تقسیم کر دیا اس کے بعد قصدار کو فتح کیا۔ اس کے باشندوں کو قید کیا۔ سنان نے بھی اس کو پہلے فتح کیا تھا۔ مگر اہل قصدار نے نقض عہد کر دیا تھا یہیں اس کی موت ہوئی شاعر کہتا ہے ؎

(۱) وہ قصدار میں آیا پس وہیں (مر گیا اور) مدفون ہؤا اور لوٹنے والوں کے ساتھ سفر سے لوٹنا نصیب نہ ہؤا۔

(۲) قصدار کی اور اس کی سختیوں کی خدا سے فریاد ہے کیسے اچھے دین و دنیا کے جوان کو قصدار نے (اپنے اندر) دفن کر لیا۔

پھر زیاد نے عبیداللہ ابن زیاد ابن خرّی باہلی کو والی بنایا۔ اس کے ہاتھ پر خداوند عالم نے ان شہروں کو فتح کیا۔ ابن جرّی نے ان میں سخت جدال و قتال کیا پس وہ کامیاب ہؤا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبیداللہ نے سنان بن سلمہ کو والی بنایا اور جرّی اس کے لشکروں پر تعینات تھا۔ جرّی بن جرّی کے متعلق شاعر کہتا ہے ؎

اگر بوقان میں میں نیزہ بازی نہ کرتا تو ابن جرّی کے لشکر[1] لوٹ کے مال لیکر نہ لوٹتے

اہل بوقان اب مسلمان ہیں۔ عمران بن موسےٰ بن یحییٰ بن خالد برمکی نے وہاں ایک شہر کی بنا کی۔ جس کا نام بیضاء رکھا۔ یہ عہد خلافت معتصم باللہ کا واقعہ ہے

باب ۲

جب حجاج بن یوسف بن حکم بن ابو عقیل ثقفی عراق کا والی بنایا گیا تو اس نے سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو مکران کا اور اس سرحد کا والی بنایا۔ اس پر معاویہ اور محمد نے خروج کیا جو دونو حارث کے بیٹے علاف کی اولاد میں سے تھے پس سعید مارا گیا اور علاف کے بیٹے سرحد پر غالب آ گئے علاف کا نام ربان ہے۔ جو حلوان کا بیٹا۔ حلوان عمران کا بیٹا۔ عمران حاف کا بیٹا اور حاف قضاعہ کا بیٹا تھا اور قضاعہ جرم کا باپ تھا۔

اس کے بعد حجاج نے مجاعہ بن سعر تمیمی کو اس سرحد کا والی بنایا۔ مجاعہ نے وہاں

---

[1] جمع سریۃ لشکر کا ٹکڑا پانچ آدمیوں سے تین سو یا چار سو تک ۱۲ منتہی الارب

جنگ کی۔ مال غنیمت حاصل کیا اور علاقہ قندابیل کے کچھ حصوں کو فتح کیا۔ ....
.... پھر محمد بن قاسم نے علاقہ قندابیل کو پورے طور پر فتح کر لیا اور ایک سال کے بعد مجاعہ مکران میں مر گیا شاعر کہتا ہے ؎

اے مجاعہ نہیں ہیں وہ مقامات کہ جن میں تو حاضر ہوا مگر یہ کہ ان کا ذکر تجھ کو زینت دیتا ہے (یعنی تیری حرب و ضرب و شجاعت کے وہاں زینت بخش سکے موجود ہیں)؎

مجاعہ کے بعد حجاج نے محمد بن ہارون بن زراع نمری کو والی بنایا۔ اس کے عہد حکومت میں حجاج کے پاس شاہ جزیرہ یاقوت نے اپنے ملک کی کچھ مسلمان عورتیں ہدیہ بھیجیں جن کے باپ مر گئے ہیں جو تاجر تھے حجاج نے ان کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ کیا تو صحرائے دیبل کے کچھ لوگ اس کشتی کے درپے ہوئے جس میں وہ تھیں اور انہوں نے کشتی کو مع اس کے مال و سامان کے گرفتار کر لیا۔ ایک عورت نے جو بنی یربوع سے تھی "یا حجاج" کہکر پکارا۔ اس کی حجاج کو خبر ہوئی اس نے "یا لبیک" کہا۔ اور داہر کے پاس پیام بھیجا کہ عورتوں کو چھڑا دے۔ اس نے جواب دیا کہ ان کو ایسے چوروں نے پکڑ لیا۔ جن پر ہمارا کوئی قابو نہیں۔ پھر حجاج کی عبیداللہ بن نبہان سے دیبل میں جنگ ہوئی اور وہ مارا گیا۔ پس حجاج نے بدیل بن کہفہ بجلی کو درحالیکہ وہ عمان میں تھا لکھا کہ دیبل جائے جب بدیل دیبل والوں کے پاس پہنچا تو اس کے گھوڑے نے اس سے سرکشی کی۔ اسے دشمنوں نے گھیر لیا اور مار ڈالا۔ بعض کا قول ہے کہ اسے بدھ کے جاٹوں[1] نے قتل کیا ہے۔ جزیرہ یاقوت کا نام جزیرہ یاقوت وہاں کی عورتوں کے حسن و جمال کی وجہ سے رکھا گیا ہے"؎

پھر حجاج نے محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل کو ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں والی بنایا حجاج نے سندھ پر جنگ کی اور محمد اس وقت فارس میں تھا۔ اس نے اس کو حکم دیا کہ رے کی طرف چلا جائے اور اس کے مقدمۃ الجیش پر ابوالاسود جہم بن زحر جعفی ہو لیکن بندوبست سندھ کی غرض سے پھر اس نے محمد کو شیراز کی طرف بلا لیا اور سرحد سندھ کیلئے کمانڈر مقرر کردیا نیز چھ ہزار شامیوں کا لشکر اور ان کے علاوہ دوسرے آدمی اس کے ساتھ کر دیئے اور وہ تمام سامان دیدیا۔ جس کی اسے ضرورت ہوتی کھونٹے[2] وغیرہ بھی دیدیئے) اور حکم دیا کہ وہ شیراز میں رہے یہاں تک کہ اس کے تمام ساتھی اس کے پاس

---

[1] "زط" ہندوستان میں ایک قوم ہے جسے قوم جاٹ کہتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

[2] مسال جمع مسلہ (کفتف) بڑا سوا ۱۲ منتہی الارب و غیاث

آجائیں اور وہ تمام چیزیں (حجاج) اس کے پاس پہنچا دے۔ جو اس کے لئے مہیا کی گئی ہیں حجاج نے ادنی سوئی روئی مہیا کی۔ اس کو نشیلے بہت تیز سرکے میں بھگویا گیا۔ پھر سایہ میں خشک کیا گیا۔ اور (حجاج نے) کہا کہ سرکے کا وہاں بہت قحط ہے لہذا تم اس روئی کو پانی میں بھگو دینا پھر اس میں پکانا اور نچوڑ لینا اور بعض کہتے ہیں کہ محمد جب سرحد پر پہنچا۔ تو وہاں سے اس نے سرکے کی نایابی کی شکایت لکھی۔ تب اس کو سرکے میں بھگوئی ہوئی روئی بھیجی گئی ؂

پھر محمدؒ بن قاسم مکران گیا۔ اور وہاں چند روز قیام کر کے قنزبور آیا اور اس کو فتح کیا پھر ارمائیل میں آکر اس کو فتح کیا۔ محمدؒ بن ہارون بن ذراع کی اس سے ملاقات ہوئی۔ وہ اس سے مل گیا اور اس کے ہمراہ چلا گیا۔ ارمائیل کے قریب مرگیا اور قنبل میں مدفون ہوا پھر محمد بن قاسم ارمائیل سے روانہ ہوا اس کے ہمراہ جہم بن زحر جعفی بھی تھا۔ جمعہ کے دن دیبل میں آیا اور اس کو کچھ کشتیاں ملیں۔ جن میں کچھ لوگ اور ہتھیار و آلات لائے ہوئے تھے دیبل میں پہنچ کر اس نے خندق[1] کھودی۔ نیزے خندق پر گاڑ دئے گئے۔ جھنڈے پھیلا دئے گئے لوگوں کو ان کے جھنڈوں کے نیچے اتارا۔ اور ایک منجنیق[2] نصب کی جو عروس کہلاتی تھی۔ اور جس میں پانچ سو آدمی کام کرتے تھے۔ دیبل میں ایک بہت بڑا (بُدّ) مندر تھا۔ جس پر ایک لانبا ستون[3] تھا۔ اور ستون پر ایک سرخ پھریرا تھا۔ جب ہوا تیز چلتی تھی۔ تو وہ تمام شہر پر گھوما کرتا تھا۔ اور ہر چہار طرف اڑتا تھا۔ اور بُدّ اہل دیبل کے قول کے مطابق ایک عظیم الشان مینار کو کہتے ہیں جو ان کے ایک مکان میں بنایا جاتا تھا۔ اور جس میں ایک یا کئی بت ہوتے تھے۔ جن سے وہ مکان مشہور ہوتا تھا۔ کبھی بت مینار کے اندر بھی نصب ہوتا تھا اور ہر وہ چیز جسے انہوں نے بحیثیت عبادت محترم سمجھا بُدّ کہلانے لگی۔ اور صنم کو بھی بُدّ کہتے ہیں ؂

حجاج کے خطوط محمدؒ کے پاس آتے تھے اور محمدؒ کے خطوط اپنے پاس کے حالات بیان کرتے اور ہر تین دن کے عملدرآمد کے لئے اس کی رائے معلوم کرنے کے واسطے حجاج کے پاس آتے تھے۔ حجاج کی طرف سے محمدؒ کے پاس ایک خط آیا کہ عروس (منجنیق مذکور) نصب کرو

---

[1] خندق الخندق مصدر جس سے ماضی ہے اور خندق یخندق خندقۃ بروزن بعثرہ۔ یبعثرہ۔ بعثرۃ

[2] ایک چیز ہے گوپھن کی طرح جس کو ایک لکڑی کے سرے پر نصب کر کے اور اس میں پتھر رکھ کر دشمن کی طرف پھینکتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

[3] دقل۔ رففف کشتی کا مستول ۱۲۔ منتہی الارب

اور اس کا ایک شرقی پایہ کم کردو[1] پھر اس کے چلانے والے کو بلاؤ۔ اور حکم دو کہ اس ستون پر تاک کر تیر مارے۔ بس کا حال تم نے مجھے لکھا ہے۔ چلانے والے نے آکر ستون میں تیر مارا۔ ستون ٹوٹ گیا۔ اور اس عمل سے سرکشی بہت تیزی کے ساتھ ترقی کر گئی۔ پھر محمدؒ اہل دیبل کے مقابلہ کے لئے نکلا اور وہ اس پر چڑھ کر آئے۔ محمدؒ نے ان کو شکست دی یہاں تک کہ پیچھے ہٹا دیا اور سیڑھیاں یہاں لانے کا حکم دیا سیڑھیاں یہاں لاکر رکھی گئیں۔ اور ان پر لوگ چڑھے۔ سب سے پہلا چڑھنے والا اہل کوفہ میں سے بنی مراد کا ایک شخص تھا۔ اس طرح دیبل عنوۃً[2] فتح کیا گیا۔ اور محمد تین دن تک قیام کرکے وہاں کے باشندوں کو قتل کرتا رہا۔ داہر وہاں سے بھاگ گیا۔ اور ان کے بت خانہ کے دو خادم[3] قتل کئے گئے۔ محمدؒ نے وہاں مسلمانوں کے لئے مکانات بنانے کی غرض سے خطوط کھینچ دے۔[4] ایک مسجد بنائی اور چار ہزار آدمیوں کو دیبل میں قیام پذیر کیا ٭

محمد بن یحییٰ کا قول ہے کہ مجھ سے منصور بن حاتم نحوی غلام خالد ابن اسید نے بیان کیا۔ کہ میں نے اس ستون کو ٹوٹا ہوا دیکھا جو مندر کے مینار پر تھا۔ عنبسہ ابن اسحاق ضبی نے جو عہد خلافت معتصم باللہ میں سندھ کا حاکم تھا۔ اس مینار کے بالائی حصّہ کو ڈھا کر اس میں قیدخانہ قرار دیدیا تھا۔ اور جو اس مینار کے شکستہ پتھر تھے۔ ان سے شہر کی مرمت شروع کرادی لیکن اس امر کے اہتمام سے قبل ہی وہ معزول ہوگیا۔ اور اس کے بعد ہارون ابن ابی خالد مروذی والی ہوا۔ پس عنبسہ دیبل میں قتل کردیا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن قاسم بیرون میں آیا۔ بیرون والوں نے اپنی طرف سے سمنیہ[5] قوم کے دو آدمی بھیج کر صلح کرلی تھی۔ اسلئے انہوں نے محمدؒ کے لئے کھانے وغیرہ کا سامان مہیا کردیا۔ اپنے شہر میں داخل کرلیا اور معاہدہٗ صلح کو نبھایا۔ محمدؒ جس شہر میں گیا اسے فتح کرلیا۔ یہاں تک کہ مہران کے قریب ایک نہر کو عبور کیا۔ اس کے پاس سربیدس کی سمنیہ قوم کے آدمی آئے اور ان لوگوں کی طرف سے صلح کرلی۔ جو ان سے پیچھے تھے اس نے ان پر کچھ خراج مقرر کردیا اور سہوان کی طرف

---

[1] یا اسلئے کہ نشانہ صحیح بیٹھ سکے یا اسلئے کہ وہ دوسروں کیلئے بیکار ہوجائے اور وہ اس کی طرف متوجہ نہوں ۱۲

[2] عنوۃً قسف ابرادرش۔ قہر۔ غلبہ ۱۲ منتہی الارب

[3] سادن کعبہ یا بت خانہ یا دربار کا خادم جمع سدنہ دیکھئے ۱۲ منتہی الارب

[4] اختطاط دسکفس) گھر بنانے کے لئے زمین کے گرد خط کھینچ دینا اور اس کی خط باندھ دینے خط کو اپنا کر لینا اور اس پر نشان کردینا ۱۲ منتہی الارب

[5] سمنیۃ ہندوستان میں دہریہ یا بت پرستوں کی ایک قوم ہے جو تناسخ کی قائل ہے ۱۲ منتہی الارب

روانہ ہؤا۔ اسے بھی فتح کیا۔ پھر مہران کی طرف چلا اور وسط مہران میں فرو کش ہؤا۔ یہ خبر داہر تک بھی پہنچی اور وہ محمدؒ سے لڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد محمدؒ بن قاسم نے محمدؒ بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی کو کچھ گھوڑے وغیرہ دیکر سدوسان بھیجا۔ اہل سدوسان نے امان و صلح کی خواہش کی اور (اس کام کی انجام دہی کے لئے) محمدؒ بن مصعب اور اہل سدوسان کے درمیان قوم سمینیہ سفیر بنی۔ اس نے ان کو امان دیدی۔ اُن پر کچھ خراج مقرر کر دیا۔ کچھ مال بطور رہن لے لیا اور مع چار ہزار جاٹوں کے محمدؒ بن قاسم کی طرف لوٹا۔ یہ سب محمدؒ کے ساتھ چلے گئے اور (اس نے (محمد نے) سدوسان کا والی ایک دوسرے شخص کو بنا دیا۔

ص ۱۴۲

پھر محمدؒ نے مہران کے عبور کرنے کی تدبیریں کیں یہاں تک کہ بلاد راسل کے قریب ایک پل پر سے عبور کر گیا۔ جس کو اس نے خود باندھا تھا۔ داہر اسے ذلیل و سبک سمجھے ہوئے تھا اور اس سے کھیل کر رہا تھا۔ محمدؒ اور مسلمانوں کے گروہ کی اس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس وقت داہر ہاتھی پر سوار تھا۔ اس کے گرد بہت سے ہاتھی اور ساتھ ساتھ سندھی سپہ سالار تھے ان سب نے اس قدر سخت و شدید جنگ کی کہ ایسی سننے میں نہیں آئی۔ داہر پیدل ہو کر لڑنے لگا۔ اور شام کے قریب قتل ہو گیا۔ مشرکوں کو شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں نے جیسے چاہا ان کو قتل کیا۔ بنا بر روایت مدائنی جس شخص نے داہر کو قتل کیا وہ بنی کلاب کا ایک شخص تھا وہ (قاتل) خود کہتا ہے ؎

(۱) جنگ داہر میں بہت سے گھوڑے اور نیزے موجود تھے اور محمد بن قاسم بن محمد تھا

(۲) میں نے مجمع کو چیر دیا۔ حالانکہ میں بھاگ[1] جانے والا نہ تھا۔ یہاں تک کہ میں ہندی (تیز) تلوار لے کر مشرکوں کے امیر[2] کے سر پر جا چڑھا۔

(۳) میں نے اس کو گرد و غبار میں زمین پر پچھاڑا اور اس حال میں کر کے چھوڑا کہ اس کے دونوں رخسار[3] خاک آلود تھے اور (سر کے نیچے) کوئی تکیہ وغیرہ نہ تھا۔

منصور بن حاتم کا بیان ہے کہ داہر اور اس کے قاتل دونوں کی تصویریں بروص میں ہیں اور بدیل بن طہفہ کی تصویر قصر قند[4] میں ہے اور اس کی قبر دیبل میں ہے۔ علی بن محمد مدائنی، ابو محمد ہندی سے اور وہ ابو الفیح سے نقل کرتا ہے۔ کہ جب داہر مارا گیا۔ تو بلاد سندھ پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا۔ ابن کلبی کا قول ہے کہ داہر کو قاسم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن حصن طائی نے قتل کیا۔

---

[1] تعرید بھاگ جانا۔ راہ چھوڑ دینا۔ منتہی الارب [2] عظیم۔ امیر و حاکم ۱۲ منتہی الارب

[3] تعفر۔ خاک آلود ہونا۔ خاک میں لوٹنا ۱۲ [4] متن میں "قندلہ" غلط معلوم ہوتا ہے "قصر قند" چاہیے ۱۲

عہ۔ جمع بکر وھو القائد من قواد السند۔

متعدد راویوں کا قول ہے۔ کہ محمد بن قاسم نے راور کو قہراً فتح کیا۔ وہاں داہر کی عورت تھی۔ اس نے گرفتار ہو جانے کے خوف سے اپنے آپ کو اپنی کنیزوں کو اور تمام مال کو جلا دیا

پھر محمد بن قاسم برہمن آباد میں آیا۔ یہ شہر منصورہ سے دو فرسخ پر ہے۔ ان دنوں منصورہ موجود نہ تھا بلکہ اس کی جگہ جنگل[1] تھا۔ داہر کے گروہ والے اسی برہمن آباد میں رہتے تھے انہوں نے محمد سے جنگ کی۔ تو محمد نے اس کو فتح کر لیا۔ آٹھ ہزار اور بنا بر بعض اقوال چھبیس[2] ہزار آدمی اس میں قتل کئے اور اپنا جانشین وحاکم مقرر کیا یہ شہر آج کل ویران ہے ؛

محمد رور اور بغرور کے ارادہ سے چلا۔ اہل ساوندری سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس سے امان طلب کی۔ اس نے امان دیدی اور مسلمانوں کی مہمانی اور ان کی راہبری کی شرط کر دی۔ اہل ساوندری آج کل مسلمان ہیں۔ محمد رور پہنچا۔ وہ سندھ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور پہاڑ پر آباد ہے۔ وہ اہل رور کا کئی مہینہ تک محاصرہ کئے رہا۔ (بالآخر) اسے بطور صلح اس وعدہ پر فتح کر لیا۔ کہ وہ ان کو قتل اور ان کے مندر سے تعرض نہ کرے گا (راوی کہتا ہے کہ بُد نصاریٰ و یہود کے کنیسوں اور مجوس کے آتشکدوں کی طرح ہے) اس نے اہل رور پر خراج مقرر کر دیا اور ایک مسجد بنائی (اس کے بعد) محمد سکہ کی طرف چلا۔ سکہ دریائے بیاس کے اس طرف ایک شہر ہے اور آج کل ویران ہے ؛

پھر وہ دریائے بیاس سے نہر کاٹ کر ملتان کی طرف لایا۔ اہل ملتان نے اس سے جنگ کی اس نے زائدہ بن عمر طائی کو خبر کی اور مسلمان شکست کھا کر شہر میں گھس گئے۔ محمد نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اب مسلمانوں کے توشے ختم ہو گئے۔ تو انہوں نے گدھوں کو کھا لیا۔ پس ان کے پاس ایک شخص آیا۔ جو امان کا خواہاں تھا۔ اس نے ان کو اس چشمہ تک بھیجنے کا رستہ بتایا[3]۔ جس سے اہل ملتان پانی پیتے ہیں یہ وہ چشمہ ہے جو نہر بسمد سے نکلتا ہے اور اپنے ذخیرہ میں جا ملتا ہے جیسے کہ شہر میں پانی کے حوض[4] ہوتے ہیں اہل بسمد اسے تلاح کہتے ہیں۔ محمد نے اسے آٹ[5] دیا۔ جب ان لوگوں کو پیاس معلوم ہوئی تو قبضہ میں آ گئے محمد نے جنگ کی ان کی ذریت اور مندر کے خدام کو قید کر لیا جو چھ ہزار تھے۔ ان لوگوں نے (خدام نے) بہت سا سونا جمع کر رکھا تھا اور یہ تمام اموال ایک گھر میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ جو دس گز چوڑا اور اتنی گز لانبا تھا جو چیز اس میں کوئی شخص

ص۱۶۱

---

[1] غیضہ (فسف) بیشہ و جنگل ۱۲ منتہی الارب [2] ابلاد خبر دینا ۱۲ منتہی الارب [3] برکہ بکسر باو سکون راء و فتح کاف" پانی کے ٹھہرنے کی جگہ ۱۲ منتہی الارب [4] تعویر چشمہ وغیرہ کو آٹ دینا ۱۲ منتہی الارب

ودیعت رکھتا تھا اُسے اس روشندان میں ڈال دیتا تھا جو اس کی چھت میں کھلا ہُوا تھا۔ اس لئے ملتان سونے کے گھر کی سرحد کہلانے لگا۔ فرج بمعنی سرحد

ملتان کا مندر ایسا مندر تھا۔ جس کی طرف بہت سے مال ہدیہ بھیجے جاتے تھے اس میں منتیں مانی جاتی تھیں۔ اس کی طرف لوگ آ بیٹھے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے اپنے سر اور ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ جو بت اس میں ہے وہ حضرت ایوب نبی ہیں ؎ ص۱۷

راویوں کا بیان ہے کہ جب حجاج نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محمدؐ بن قاسم کو ساٹھ لاکھ درہم خرچ کے لئے دے چکا تھا اور ایک کروڑ بیس لاکھ درہم اس کے پاس آچکے تھے کہنے لگا کہ ہمارے غصہ نے ہمیں شفا دی (یعنی ہمارا غصہ کار آمد ہُوا) ہم نے اپنا بدلہ لے لیا بلکہ ہم کو ساٹھ لاکھ درہم اور داہر کا سر زائد ملا ؎

حجاج کا انتقال ہوگیا۔ محمدؐ کو اسکی خبر معلوم ہوئی۔ تو وہ ملتان سے رور اور بغرور کی طرف لوٹ کر آیا ان (مقامات) کو اس نے فتح کر لیا تھا۔ پس ان کو لوگوں کی سپرد کیا اور بیلمان کی طرف لشکر بھیجا۔ بیلمان والوں نے اس کے سپاہیوں سے جنگ نہ کی اور اطاعت کر لی۔ اور اہل سرست نے (بھی) اس سے صلح کر لی" سرست آج کل اہل بصرہ کی حرب گاہ ہے۔ اور اس کے باشندے مید میں آباد ہیں جو دریائی سفر کرتے ہیں ؎

پھر محمدؐ کیرج آیا۔ تو اس پر دوہر نے خروج کیا۔ محمدؐ نے اس سے جنگ کی۔ دشمن کو شکست ہوئی اور دوہر بھاگ گیا۔ بعض کا قول ہے کہ وہ قتل کر دیا گیا اور اہل شہر محمدؐ کے قبضہ میں آگئے۔ اس نے ان کو قتل و قید کیا۔ شاعر کہتا ہے ؎

ہم نے داہر و دوہر کو قتل کیا۔ درحالیکہ (ہمارے) گھوڑے (ان کے) گھوڑوں کے گلوں[1] کو یکے بعد دیگرے ہلاک و پامال کر رہے تھے ؎

ولید کی موت واقع ہوئی۔ اور سلیمان بن عبد الملک والی ہُوا۔ تو اس نے خراج عراق کا کام صالح بن عبد الرحمٰن کے سپرد کیا اور یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا والی بنایا۔ محمدؐ بن قاسم معاویہ بن مہلب کے ساتھ قید کر کے لایا گیا۔ تو اس نے احتجاجاً یہ شعر پڑھا ؎

---

[1] شنترہ کا لفظ۔ گھوڑے کا گلہ تیس سے اور چالیس سے پچاس تک یا ساٹھ تک یا سو سے دو سو تک۔

[2] ... لشکر کا ... گروہ کہ مقدمۃ الجیش ہوتا ہے ۱۲ منتہی الارب

اُنہوں نے مجھ کو ضائع کیا (افسوس) کیسے اچھے جوان کو ضائع کیا جو لڑائی اور دشمنوں کی راہ[1] بند کرنے کے کام کا تھا ۔

اہل ہند محمدؒ کے حال پر روئے اور مقام کیرج میں اس کی تصویر بنائی۔ صالح نے اس کو بمقام واسط قید کر لیا۔ محمدؒ نے یہ شعر کہے ؎

(۱-۲) اگر میں مقام واسط اور اس کی سرزمین میں مدت تک لوہے (طوق و زنجیر) میں مبتلا اور رمقید[2] و گرفتار ہوں۔ تو کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ بہت سے فارس کے جوانوں کو میں نے ڈرایا ہے اور اکثر ہمسروں کو مار کر چھوڑا ہے ۔

اور محمدؒ نے یہ شعر کہے ؎

(۱) اگر میں جمے رہنے کا عزم[3] کر لیتا تو تمام وہ عورتیں اور مرد روند ڈالے جاتے جو لڑائی کے لئے مہیا کئے گئے تھے ۔

(۲) اور سُست[4] رفتار گھوڑوں کے گلے ہماری زمین میں داخل نہ ہو پاتے اور (بڑے زندل[5]) آدمیوں میں سے ہمارا کوئی امیر نہ ہو سکتا ۔

(۳) اور نہ میں غلام مزدنی کا تابع ہوتا۔ اے جوان مردوں اور شریفوں[6] کو منہ کے بل گرانے ذلیل و خوار کرنے والے (زمانے تجھ پر ولے اور افسوس ہے (کہ تو نے مجھ جیسے کریم و شریف کو ہلاکت و ذلت قید میں مبتلا کیا) ۔

صالح نے محمد کو آل ابی عقیل کے کچھ لوگوں کے ساتھ سزا دی۔ یہاں تک کہ اُن کو قتل کر دیا۔ حجاج نے صالح کے بھائی آدم کو مار ڈالا تھا اور وہ خوارج کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ حمزہ ابن بیض حنفی کہتا ہے ؎

(۱) بیشک مُروّت جوانمردی اور سخاوت محمدؒ بن قاسم بن محمدؒ کے لئے ہے

---

[1] "سداد الثغر" دشمن کے آنے کا راستہ بند کرنا ۱۲ منتہی الارب [2] مکبّل (مضعف) قید کیا ہُوا روکا ہُوا من التکبیل قید خانہ وغیرہ میں کسی کو قید کرنا" غل (ضت) طوق مغلول جو طوق میں گرفتار ہو ۱۲ منتہی الارب

[3] اجمعت من الاجماع ایک کام پر عزم کرنا قصد کرنا ۱۲ منتہی الارب

[4] سُکاسِک جمع سکسک اسپ سست رفتار کہ بہوار نباشد و سکسکہ سستی و ڈھیل گھوڑوں کا گروہ ۱۲ منتہی الارب وغیاث

[5] رَجل عاث" موٹا آدمی سخت ۱۲ منتہی الارب

[6] عاثر (ضس) سر کے بل گرنا منہ کے بل گرنا ٹھوکر کھا کر گرنا ۱۲ منتہی الارب

صہ ۱۹

(۱۲) اس نے سترہ برس کی عمر میں لشکروں کی قیادت وانتظام کیا۔ اس کی سرداری کا وقتِ ولادت سے قرب کس قدر (تعجب خیز ہے) (کہ ولادت کے تھوڑے ہی دنوں بعدہ قیادت کرنے لگا) ۔

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

اس نے سترہ سال کی عمر میں لوگوں کی (لشکروں کی) قیادت کی۔ حالانکہ اس کے ہم عمر (لڑکے) اس قسم کے کاموں اور شغلوں میں تھے۔ (یعنی کھیل کود میں مشغول تھے)۔

یزید ابن ابی کبشہ ارض سندھ میں آنے کے اٹھارہ روز بعد مرگیا۔ اور سلیمان بن عبدالملک نے حبیب بن مھلب کو جنگ کا سپہ سالار بنایا۔ حبیب سندھ میں آیا۔ اس وقت ملوک ہند اپنے ملکوں کی طرف لوٹ آئے تھے۔ چنانچہ جیشہ بن داہر برہمنا باد میں آگیا تھا۔ حبیب ساحل دریائے مہران پر پہنچا۔ تو اہل رور نے اس کی اطاعت کرلی۔ اور کچھ لوگوں سے اس نے جنگ کی تو ان پر فتح پائی۔ پھر سلیمان بن عبدالملک مرگیا۔ اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز کی خلافت ہوئی۔ اُنہوں نے سلاطین کو اس وعدہ پر اسلام کی طرف دعوت دی کہ یہ ان کو ملک دینگے وہ آرام و راحت اور نفع وضرر میں مسلمانوں کے شریک رہینگے (جو فائدہ اور آرام اُن کے لئے ہوگا وہ اِن کے واسطے بھی ہوگا اور جو نقصان وضرر اُن پر واقع ہوگا وہ اِن پر بھی ہوگا) چونکہ ان بادشاہوں کو ان کی سیرت و مذہب کا علم ہو چکا تھا اسلئے جیشہ اور تمام بادشاہ اسلام لائے اور اپنے نام مسلمانوں کے جیسے رکھے لئے عمرو بن مسلم باہلی اس سرحد پر حضرت عمر کی طرف سے حاکم تھا اس نے ہندوستان کے بعض حصوں پر جنگ کی اور فتح پائی ۔

بنو مھلب یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں بھاگ کر سندھ کی طرف آگئے تھے۔ ہلال بن احوز تمیمی ان کی طرف متوجہ ہؤا اور ان سے جنگ کی۔ جس میں اس نے مدرک بن مھلب کو قندابیل میں قتل کیا اور مفضل۔ عبدالملک۔ زیاد۔ مروان اور معاویہ مھلب کے بیٹوں کو قتل کیا اور ان کے بعد قتل ہونے والوں میں معاویہ بن یزید کو قتل کیا۔

صہ ۲۰

جنید بن عبدالرحمٰن مری۔ عمر بن ہبیرہ فزاری کی طرف سے سرحد سندھ کا والی ہؤا پھر اس کو ہشام بن عبدالملک نے وہاں کا والی بنایا۔ جب خالد بن عبداللہ قسری عراق میں آیا۔ تو ہشام نے بذریعہ خط جنید کو اس سے خط وکتابت کرنے کا حکم دیا جنید دیبل میں آگیا۔ پھر ساحل مہران پر آیا تو جیشہ نے اس کو مہران پر عبور کرنے سے روکا اور اس کے پاس پیام بھیجا۔ کہ میں اسلام لے آیا ہوں اور مجھے ایک مرد صالح نے والی بنایا ہے۔ مجھے تم پر اطمینان نہیں۔ جنید نے کچھ مال (معاہدہ صلح کی بابت) بطور

رہن سے دیدیا اور کچھ اس خراج کے تحفظ کے لئے اس سے لیا جو اس کے شہر پر تھا۔ پھر ان دونوں نے زرِ صلح کو لوٹا دیا۔ اور جیشہ نے سرکشی کی۔ اور جنید سے جنگ کی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس نے جنگ نہیں کی بلکہ جنید نے اس پر کوئی الزام[1] لگا دیا۔ جس سے وہ ہند آکر فوجیں جمع کرنے لگا۔ کشتیاں لیں اور لڑائی کے لئے تیار ہو گیا۔ تب جنید بھی (مع لشکر) اس کی طرف کشتیوں میں سوار ہو کر چلا۔ اور ان کی ندی[2] میں ان سب کی مڈبھیڑ ہو گئی جو شرقی جانب کے پتھریلے میدان میں سے جنید نے جیشہ کو گرفتار کر لیا (اس کا محاصرہ کر لیا) اس کی کشتی ایک طرف کو جھک گئی تھی (ڈوبنے لگی تھی) تو جنید نے اسے قتل کر دیا۔ اور صصہ بن داہر بھاگ گیا وہ یہ ارادہ رکھتا تھا کہ عراق میں جا کر جنید کی بے وفائی کا شکوہ کرے۔ لیکن جنید اس سے (بظاہر) محبت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ صصہ نے اپنے کو اس کے قبضہ میں دیدیا۔ پس اس نے اس کو قتل کر دیا۔

جنید نے کیرج میں جنگ کی (چونکہ ان لوگوں نے نقض عہد کیا تھا اس (غصہ) کی وجہ سے جنید نے سینگوں[3] سے ٹکریں مارنے والے مینڈھے لئے اور شہر کی دیوار کو ان سے خوب کٹوایا[4]۔ یہاں تک کہ اسے سوراخ دار کر دیا۔ اور اس میں قہراً داخل ہو کر خوب قتل و قید اور لوٹ مار کی اور اپنے عمال کو مرمد۔ مندل۔ دھنج اور بروص کی طرف بھیج دیا۔ جنید کہا کرتا تھا۔ کہ جزع و فزع کے عالم میں قتل ہونے سے صبر کی حالت میں قتل ہو جانا کہیں زیادہ[5] بڑی بات ہے۔ اس نے ایک لشکر اجین کی طرف بھیجا اور حبیب ابن مرہ کو مع لشکر سرزمین مالوہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے (جنید کے سپاہیوں نے) اجین میں لوٹ مار کی۔ اور بھیلمال میں جنگ کی۔ اس کی شہر پناہ کو جلا ڈالا اور جنید نے مقام بلیان و گوجر کو فتح کیا اور تمام مال اس نے اپنے یہاں منگا لیا سوائے اس کے جو چالیس لاکھ درہم اس نے اپنے ساتھیوں کو دیدئے تھے اور اتنا ہی (چالیس لاکھ) اس نے خود لے لیا تھا۔ جریر کہتا

---

[1] جنایہ (کفسف) کسی کا گناہ کرنا۔ کسی پر گناہ لگانا جیسے جنی الذنب علیہ جنایۃً منتہی الارب [2] بطیح (کنک بطیحہ (کسفینہ)، بطحاء (کسفیسی) ندی پتھریلی زمین میں ۱۲ منتہی الارب [3] جمع کبش نر بکرا اور یہ چار برس سے شروع ہوتا ہے۔ نطاح (کتفس) سینگ مارنے والا کبش ۱۲ منتہی الارب [4] صدک (رفت) کسی کو زور سے مارنا کوٹنا ۱۲ منتہی الارب

[5] یہ قول اس کی عالی ہمتی اور بہادری پر دال ہے ۱۲

ہے ؎

صبح کے وقت جنید کے ساتھی اور اصحاب اس حال میں ہو گئے کہ ایک کشادہ[1] پیشانی شخص (جنید) کو (مسرت فتح کی خوشی میں) حیاک اللہ (خدا تجھے زندہ رکھے) کہہ رہے تھے دعائیں دے رہے تھے ایسے شخص کو، جس کی بخششیں بہت زیادہ ہیں۔

ابو جویریہ کہتا ہے ؎

۱۔ اگر کسی قوم والے اپنے کرم شرف و نسب اور بزرگی کی وجہ سے آفتاب سے اوپر بیٹھ سکتے (اس سے زائد بلند ہو سکتے) تو یہ لوگ بھی بیٹھ جاتے (اور آفتاب سے بھی بلند ہو جاتے یعنی اگر ایسا ممکن ہوتا تو سب سے اول اس کے اہل یہی تھے۔ مگر یہ ناممکن ہے لہذا مجبوری ہے)

۲۔ یہ اپنے کرم کی وجہ سے محسودِ خلائق ہیں۔ خداوند عالم ان سے وہ فضیلت سلب کرے جس پر یہ محسود ہیں (دعا ہے) پھر جنید کے بعد تمیم بن زید قینی والی ہوا۔ یہ ضعیف و کمزور ہو کر دیبل کے قریب ایک چشمہ پر گیا جو امیس کہتے ہیں یہ چشمہ جوامیس اس لئے کہلاتا ہے کہ جوامیس (بھینسیں) زرد مکھیوں کی وجہ سے (جو انہیں ستاتی اور کاٹتی ہیں اور) جو ساحل مہران پر ہوتی ہیں اس چشمہ پر بھاگ آتی ہیں۔ تمیم عرب کے بڑے سخیوں میں سے تھا اس نے سندھ کے بیت المال میں اٹھارہ ہزار درہم طاطری (درہم طاطری خالص چاندی کے ½ درہم کا ہوتا ہے) پائے تو انہیں جلدی سے بخش دیا۔ اس کے ساتھ فوج میں بنی یربوع کا ایک جوان خنیس نامی ہند کی طرف چلا۔ اس کی ماں جو بنی ... قبیلہ سے تھی وہ فرزدق کے پاس آئی اور اس سے یہ خواہش کی کہ وہ خنیس کو لشکر کے ساتھ جانے سے روکنے[2] کے متعلق تمیم کو لکھے اور اس کے باپ غالب کی قبر کی دہائی دی۔ تو فرزدق نے تمیم کو لکھا ؎

۱۔ اے تمیم وہ (خنیس کی ماں) میرے پاس آئی اور غالب کی اور اس کی قبر (قبر غالب) کی دہائی دی۔ جس کے اوپر اس کی ناک ہوا سے[3] اُڑ رہی ہے۔

۲۔ پس تو اس ماں کی محبت[4] کی خاطر سے جس کے حلق سے (خنیس کے بغیر) پانی بھی نہیں اترتا۔ خنیس کو مجھے دیدے اور اس کے معاملہ میں نیکی (احسان) سے کام لے۔

۳۔ اے تمیم بن زید میری حاجت (تجھ سے) کسی مال کثیر[5] کے متعلق نہیں ہے اور نہ اس کا جواب (حاجت روائی) تجھ کو تکلیف دیگا۔

[1] صلت (ف) کشادہ پیشانی پیشانی واسع ۱۲ منتہی الارب [2] اقفال "لشکر کو چلنے سے روک دینا" ۱۲ منتہی الارب [3] "سفی" (ف) ہوا کا خاک کو لے جانا اور اٹھانا ۱۲ منتہی الارب [4] جوتہ (فسف) ماں کی بیٹے پر محبت ۱۲ منتہی الارب [5] "لُھمر" (ف) بہت سا مال ۱۲ منتہی الارب

ہم۔ (اے تمیم) تو میری حاجت روائی میں زیادہ تردد نہ کر۔ اس لئے کہ مجھے ایسی حاجتوں سے تکلیف وملال ہوتا ہے۔ جن کی طلب سستی کے ساتھ ہو۔

(جب تمیم کے پاس یہ اشعار پہنچے تو) یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جو ان کا نام جیش ہے یا خنیس اس لئے تمیم نے حکم دیا کہ تمام وہ لوگ لشکر کے ساتھ جانے سے روک دئے جائیں جن کے نام میں ایسے حروف ہیں۔

تمیم کے زمانہ میں مسلمان بلاد ہند سے نکل گئے اپنے مرکزوں کو چھوڑ دیا اور آج تک لوٹ کر نہیں آئے۔ پھر حکم بن عوانہ کلبی والی ہوا۔ اس وقت تمام اہل ہند سوائے اہل قصہ کے کافر ہوگئے مسلمانوں کے لئے کوئی جائے پناہ نظر نہ آتی تھی۔ جس میں جا کر پناہ لیں تو حکم نے دریا کے اس طرف ہند کے قریب ایک شہر کی بنا کی۔ جس کا نام محفوظہ رکھا۔ اس کو مسلمانوں کے لئے جائے امن وپناہ قرار دیا اور خوب آباد کیا۔ اور اہل شام میں سے بنی کلب کے بڑے لوگوں سے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ ہم اس کا کیا نام رکھیں۔ بعض نے کہا دمشق بعض نے کہا حمص اور ایک شخص نے کہا کہ تدمر نام رکھو۔ حکم نے کہا (دمّر الله عليك يا احمق) اے بیوقوف خدا تجھپر ہلاکت ڈالے ہم اس کا نام محفوظہ لیں گے اور اس میں قیام کیا۔

عمرو بن محمد بن قاسم حکم کے ساتھ تھا وہ اپنے کام اس کی سپرد کر دیا کرتا تھا اور اپنے بڑے بڑے امور وافعال اس کے ذمہ کر دیا کرتا تھا۔ اس لئے اس کو (عمرو کو) محفوظہ سے کسی جنگ کے لئے بھیجا۔ جب وہ کامیاب ہو کر حکم کے پاس آیا تو دریا کے قریب ایک شہر آباد کیا یہ وہ شہر ہے۔ جس میں اب حکام لوگ آکر اترتے ہیں۔ جو کچھ دشمنوں کے پاس ایسے اموال تھے جن پر وہ غالب آگئے تھے۔ حکم نے وہ سب چھڑا لئے اور لوگ اس کی حکومت سے رضامند ہوگئے۔ خالد کہا کرتا تھا کہ بڑا تعجب ہے۔ میں نے ایک جوان عرب کو حاکم بنایا تو لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ یعنی تمیم کو اور ایک بخیل ترین مردم کو والی بنایا۔ تو لوگ اس سے راضی ہوگئے (یعنی حکم)۔ حکم اسی مقام پر قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حکام دشمنوں سے جنگ وجدل کرتے رہے۔ جو چیز ان کو ملتی تھی اسے لے لیتے تھے اور جس خطہ کے لوگ سرکشی کرتے تھے۔ اس کو فتح کر لیتے تھے۔

۱؎ "تدمیر" ہلاک کرنا کسی پر ہلاکت ڈالنا ۱۲ منتہی الارب

۲؎ "اعزاز" کسی کے سامان جنگ کو آمادہ کرنا کسی کو جنگ پر پہنچانا ۱۲ منتہی الارب

۳؎ "طف" (نفت) نزدیک ہونا ۱۲ منتہی الارب

باب ۴

صلہ۲۴ اس سلطنت (سلطنت فاروقیہ) کے ابتدائی زمانہ میں ابو مسلم عبدالرحمن بن مسلم نے مُغلّس کو سرحد سندھ کا حاکم بنایا۔ اور خود طخارستان پر دارو گیر برپا کی اور مغلّس روانہ ہؤا یہاں تک کہ منصور بن جمہور کلبی کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ سندھ میں تھا۔ منصور اس سے لڑا اُسے قتل کر دیا اور اس کے لشکر کو شکست دی۔ جب یہ خبر ابو مسلم تک پہونچی۔ تو اُس نے موسیٰ بن کعب تمیمی کو (حاکم) مقرر کر کے سندھ کی طرف بھیجا۔ جب وہ سندھ آیا۔ تو اس کے اور منصور کے درمیان دریائے مہران حائل تھا۔ پھر دونوں کا مقابلہ ہؤا۔ تو اس نے منصور کو اور اس کے لشکر کو شکست دی۔ اور منظور یعنی منصور کے بھائی کو قتل کر دیا۔ منصور شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ یہاں تک کہ مقام مرمل میں پہنچا تو پیاسا مر گیا اور موسیٰ سندھ کا والی ہؤا اس نے منصورہ میں ترمیم کی۔ وہاں کی مسجد میں کچھ زیادتی کی، لڑائیاں لڑیں اور کامیابیاں حاصل کیں ؎

منصور نے ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا والی بنایا جو شہر فتح نہ ہوئے تھے اُنہیں اس نے فتح کیا۔ عمرو بن جمل کو (مع لشکر) بڑی بڑی جنگی کشتیوں میں (سوار کر کے) نارند بھیجا۔ اور خود ہند میں آکر کشمیر کو فتح کیا۔ بہت سے قیدی اور غلام حاصل کئے۔ ملتان کو فتح کیا، قندابیل کو ڈھا کر اس کی جگہ مسجد بنوائی۔ اس کے عہد حکومت میں شہر فراخ سال ہو گئے۔ لوگوں نے اس سے برکت حاصل کی۔ اس نے سرحد پر قبضہ کر کے اس کے حالات و احکام کو مستحکم (مضبوط) کیا ؎

صلہ۲۵ پھر سرحد سندھ کا عمر بن حفص بن عثمان ہزار مرد اور اس کے بعد داؤد بن یزید بن حاتم والی ہؤا۔ اس کے ساتھ ابو صمہ بھی تھا جو آج کل متصرف ہے۔ اور یہ بنی کندہ کا غلام ہے اس سرحد کا انتظام برابر درست رہا۔ یہاں تک کہ خلافت مامون کے زمانہ میں بشر بن داؤد اس کا والی ہوا۔ اس نے سرکشی اور مخالفت کی تو مامون نے اس کے پاس غسان بن عباد کو بھیجا۔ یہ کوفہ کے دیہات کے رہنے والوں میں سے ایک شخص تھا۔ بشر اس کے پاس امان کی حالت میں آیا (نہ کہ جنگ و جدل کی حیثیت سے) اور اس کو مدینہ میں لایا اور غسان

لہ بوارجہ، جمع بارجہ، بڑی کشتی جنگی و مسجنی ۱۲ منتہی الارب ؎ خضاب فراخ سال ہونا ۱۲ منتہی الارب

نے سرحد پر موسیٰ بن یحییٰ بن خالد بن برمک کو اپنا جانشین بنایا۔ اس نے بالہ بادشاہ شرقی کو قتل کر دیا۔ حالانکہ اس نے اس کو پانچ لاکھ درہم اس لئے دیئے تھے کہ وہ اس کو چھوڑ دے اور نہ مارے مگر پھر بھی قتل کر دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس بالہ نے غسان کا حکم ٹال دیا تھا اور وہ یہ کہ غسان نے اس کو اپنے لشکر کے آنے کے متعلق لکھا۔ جس میں بادشاہ بھی تھے تو اس نے انکار کر دیا۔

موسیٰ نے اچھے اثرات چھوڑے اور ۲۲۱ھ میں مر گیا۔ اس نے اپنے بیٹے عمران بن موسیٰ کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ اس کو معتصم باللہ نے حکومت سرحد کے لئے لکھا تو وہ قیقان کی طرف چلا۔ اہل قیقان جاٹ تھے۔ اس نے ان سے جنگ کی اور ان پر غالب آیا ایک شہر آباد کیا۔ جس کا نام بیضاء رکھا اور اس میں اپنے لشکر کو مقیم کیا پھر منصورہ آیا۔ اور وہاں سے قندابیل پہنچا۔ یہ ایک شہر ہے پہاڑ پر۔ اس پر ایک شخص محمد بن خلیل نامی متصرف تھا۔ اس نے اس سے مقابلہ کیا۔ قندابیل کو فتح کر لیا۔ اور رؤساء شہر کو قصدار لے گیا پھر میدیوں پر جنگ کی۔ تین ہزار میدیوں کو قتل کیا اور ایک بند[1] باندھا۔ جسے بند میدیار کہتے ہیں۔ اس وقت عمران کا لشکر نہر رور پر تھا۔ اس نے ان جاٹوں کو آواز دی۔ جو اس کے سامنے تھے وہ آئے پاس۔ اس نے ان کے ہاتھوں پر مہریں لگا دیں ان سے جزیہ لیا۔ اور حکم دیا۔ کہ اُن میں سے ہر شخص کے ساتھ جب وہ میدیوں پر آئے ایک کتا ہو۔ اس سے کتے اس قدر گراں ہو گئے کہ ایک کتے کی قیمت پچاس درہم تک پہنچ گئی۔ پھر اس نے میدیوں پر جنگ کی۔ حالانکہ اس کے ہمراہ بڑے بڑے رودار جاٹ تھے اور دریا سے ایک نہر کھود کر ان کی پتھریلی زمین کی ندی میں لا ملائی۔ جس سے ان کا ان کے پینے کا یعنی اس ندی کا پانی شور ہو گیا۔ اور اُن پر ہر طرف سے لوٹ مار کی۔ پھر نزاری اور یمانی باشندوں میں تعصب پھیل گیا۔ عمران یمانی طبقہ کی طرف مائل ہو گیا۔ عمر بن عبد العزیز ہباری اس کے پاس آیا۔ اور اسے غفلت[2] کی حالت میں قتل کر دیا۔ اس عمر کا دادا ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حکم بن عوانہ کے ساتھ سندھ میں آئے تھے۔"

(راوی کہتا ہے کہ) مجھ سے منصور بن حاتم نے بیان کیا ہے۔ کہ فضل بن ماہان نے جو بنی سامہ کا غلام تھا سندان کو فتح کیا تھا۔ اس پر غالب آ گیا تھا۔ مامون کے لئے ہاتھی بھیجا تھا۔ اور اس کے لئے اس مسجد میں دعا کی تھی۔ جو اس نے سندان میں بنائی تھی جب وہ مر گیا۔ تو

۱؎ مسکر (کس) پانی اور نہر کا بند۔ جس سے کہ بند کریں (فتس) نہر اور پانی کو بند کرنا ۱۲ منتہی الارب

۲؎ غار رفیست؛ غافل ۱۲ منتہی الارب

اُس کا بیٹا محمدؒ اس کا قائم مقام ہؤا۔ وہ ستر جنگی کشتیاں لیکر ہندوستان کے شہر بید میں پہنچا۔ یہاں کے باشندوں میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ آلی کو فتح کیا۔ سندان کی طرف مراجعت کی۔ اس وقت سندان پر اس کا بھائی ماہان بن فضل قابض تھا محمدؒ خلیفہ معتصم باللہ سے خط وکتابت کی اور اس کے پاس ایک ایسی سبز چادر[1] ہدیہ بھیجی کہ ایسی بڑی اور طویل چادر کوئی اور نہیں دیکھی گئی۔ ہندوستان ہر وقت اس کے بھائی کے زیر حکومت تھا۔ اہل ہند نے اس پر چڑھائی کی۔ اس کو قتل کردیا اور سولی دیدی۔ اس کے بعد ہندوستانی سندان پر غالب آگئے (مگر) مسجد سندان کو مسلمانوں کے لئے چھوڑدیا وہ (مسلمان) اس میں نماز جمعہ پڑھتے تھے اور خلیفہ کے لئے دعا کرتے تھے ؁

(راوی کہتا ہے کہ) مجھ سے ابوبکر کریزیوں کے غلام نے بیان کیا۔ کہ ایک شہر جس کا نام عُسیفان ہے اور کشمیر۔ ملتان اور کابل کے درمیان واقع ہے۔ اس کا بادشاہ ایک عاقل شخص تھا۔ اور اس شہر والے ایک بت پوجتے تھے۔ جس کے اوپر انہوں نے ایک گھر بنایا تھا اور لبادہ اڑھا دیا تھا۔ (ایک مرتبہ) بادشاہ کا بیٹا بیمار ہؤا تو اس نے اس گھر کے خادموں کو بلایا۔ اور ان سے کہا کہ بت سے دعا کرو کہ میرا بیٹا اچھا ہو جائے وہ لوگ تھوڑی دیر کے لئے اس کے پاس سے چلے گئے پھر آکر کہنے لگے کہ ہم نے اس سے دعا مانگی ہے اور اس نے ہماری دعا کو قبول کرلیا ہے کچھ دیر نہ گذری تھی کہ لڑکا مرگیا۔ بادشاہ اس گھر پر جا چڑھا اور اسے ڈھا دیا بُت کی طرف گیا اور اسے توڑدیا۔ اور خدام کے پاس جاکر انہیں قتل کردیا۔ پھر مسلمان تاجروں کے ایک گروہ کو بلایا۔ اور انہوں نے اسکو خدا کو واحد وحیکتا ماننے کے لئے کہا وہ وحدانیت کا قائل ہؤا اور اسلام لایا۔ یہ واقعہ عہد خلافت معتصم باللہ میں واقع ہؤا ؁

---

[1] ساج (فس) سبز یا سیاہ چادر ۱۲ منتہی الارب

الباب السّادس عشر

من

مُروج الذہب ومعادن الجوہر للمسعودی

دریاؤں کے حالات کا "ان عجائبات واقوام کا جو ان میں ہیں" اندلس کے حالات کا "خوشبو کی کانوں اور اس کے اصول و فروع کا" اور اس کے علاوہ (دوسری چیزوں) کا مختصر بیان

اس کتاب کے پچھلے حصے میں ہم نے مل کر بہنے والے اور جدا جدا بہنے والے دریاؤں کی ترتیب کا کچھ بیان کیا تھا۔ اس باب میں ان چیزوں کے مختصر حالات ذکر کرتے ہیں جو ان سے متصل ہیں یعنی بحر ہند اور ممالک وسلاطین" اور کچھ اُن کی ترتیب اور اس کے علاوہ اقسام عجائبات کا ذکر کرتے ہیں، لہذا ہم کہتے ہیں۔ کہ بحر چین۔ بحر ہند۔ بحر فارس اور بحر یمن (یہ سب) مل کر بہتے ہیں۔ جدا جدا نہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے لیکن ان کا جوش میں آنا اور ٹھہر جانا ہواؤں کے چلنے اور اُن کے اُٹھنے کے اوقات[1] کے اختلاف اور اس کے علاوہ دیگر اسباب کی وجہ سے مختلف (اوقات میں) ہوتا ہے۔ پس بحر ہند کے سکون اور اُتار اور کمی امواج کے وقت بحر فارس میں شدید تموج اور سخت چڑھاؤ ہوتا ہے اور بحر ہند کے تلاطم، اضطراب امواج اور شدید چڑھاؤ کے وقت بحر فارس میں سکون وقلتِ امواج اور اُتار ہوتا ہے ؀

---

[1] وآبان الشئی" (کفقص صنتفس) ایک چیز کا وقت یا اس کا شروع وثوران (نفس) برانگیختہ ہونا اُٹھنا، گرد اور دہوئیں کا نکلنا ۱۲ منتہی الارب۔ باقی آئندہ الفاظ کے معنے سیاق کلام اور ربط ومناسبت مقام سے ادنٰے تامل کے ساتھ واضح ہو سکتے ہیں ؀

بحر فارس میں اوّل اپریل[1] سے اخیر ستمبر تک موتی نکالنے کے لئے غوطہ زنی کی جاتی ہے ان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں غوطہ زنی نہیں کی جاتی۔ ہم نے اپنی گذشتہ کتابوں کے اندر اسی دریا میں غوطہ زنی کے تمام مقامات بیان کئے ہیں۔ اس لئے کر دیئے (پہلے) اس کے ماسوا دریاؤں میں کوئی موتی ہی نہیں پایا جاتا۔ اور اب غوطہ زنی بحر ہند کیلئے اور کوئی غذا بلاد خارک۔ قطر۔ عمان۔ سراندیپ اور ان کے علاوہ اس دریا کے دوسرے مقامات پر مخصوص ہے۔ گذشتہ کتب میں) ہم نے غوطہ زنی کی کیفیت بیان کی ہے اور یہ کہ غوطہ لگانے والے از قسم گوشت (محض) مچھلی اور گوشت کے علاوہ) خرما استعمال کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی غذا انہیں کھانے نہیں آتی اور یہ (بیان کیا ہے) کہ اُن کے کانوں کی جڑیں نتھنوں کے بدلے انہیں کی طرف سے سانس نکلنے کی وجہ سے پھٹ جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ نتھنوں پر کوئی شے کچھوے کی پشت کی ہڈی کی (ذبل[2] دریائی کچھووں کی پشتوں کو کہتے ہیں جن سے کنگھیاں[3] بنائی جاتی ہیں) یا سینگ کی رکھ لیتے ہیں۔ جو دو نو نتھنوں سے چوڑے[4] پیکان والے تیر کی طرح ملی رہتی ہے (یہ شے، لکڑی کی نہیں (استعمال کرتے) اور ان کے کانوں میں روئی رکھ دی جاتی ہے۔ جس میں کوئی تیل ہوتا ہے اس میں سے تھوڑا سا تیل پانی کی تہ میں جا کر نچوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سے ان کے لئے تیز روشنی پیدا ہوتی ہے اور یہ (بیان کیا ہے) کہ دریائی جانوروں کے نگلنے کے خوف اور اُن کی سیاہی سے نفرت کے سبب سے یہ لوگ اپنے قدموں اور پنڈلیوں پر سیاہ شے مل لیتے ہیں۔ پانی کی تہ میں غوطہ زنوں کی چیخیں کتوں کی مثل ہوتی ہیں اور آواز اس قدر پھیلاتے (بلند کرتے) ہیں کہ بعض بعض کی آواز سُنتے ہیں۔

بحر فارس کی ابتدا خشبات[5] بصرہ سے ہے جو بصرہ۔ ابلہ اور بحرین کے قریب ہیں۔ پھر بحر لاروی ہے۔ اس پر صیمور۔ سوبارہ۔ تانہ۔ سندان اور کھنبات وغیرہ ہند و سندھ کے شہر آباد ہیں۔ پھر بحر ہرکند ہے پھر بحر کلاہ یعنی بحر کلہ و جزائر ہے پھر بحر کردنج ہے۔ پھر بحر صنف ہے اس کی اور اس کے شہروں ہی کی طرف صنفی اگر منسوب

صـ۴۳

[1] نیسان رومی مہینوں میں سے ساتواں مہینہ ہے جو اپریل کے مطابق ہے اور ایلول بارھواں مہینہ ہے جو ستمبر کے مطابق ہے ۱۲ منتہی الارب [2] ذبل (فس) دریائی کچھوے کی کھال یا ایک دریائی چوپایہ کی پیٹھ کی ہڈی ۱۲ منتہی الارب [3] امشاط (فس) جمع مشط کنگھی ۱۲ منتہی الارب [4] مستقص (کسف) جوڑا پیکان یا تیر چوڑے پیکان والا۔ لمبا پیکان یا تیر لمبے پیکان والا ۱۲ منتہی الارب
[5] خشبات کا ذکر آگے آئیگا ؛

ہے۔ پھر بحر چین ہے۔ اسی کو دریائے صنجی کہتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی دریا نہیں ؎

بحر فارس کی ابتدا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ خشبات بصرہ سے ہے اور خشبات (لکڑی کی کچھ نشانیاں ہیں۔ جو دریا میں گڑی رہتی ہیں۔ اور کشتیوں کو ان سے راستہ ملتا ہے) مقام کنکلا سے عمان تک سو فرسخ کی مسافت ہے اور اتنا ہی فاصلہ ساحل فارس و بلاد بحرین کے درمیان ہے اور عمان سے (اور راس کے اس قصبہ سے جس کا نام صحار ہے اور فارس والے اس کو مزوان کہتے ہیں) مسقط تک (یہ ایک قریہ ہے جس کے شیریں کنوؤں سے کشتیوں والے پانی لیتے ہیں) پچاس فرسخ (کا فاصلہ) ہے اور مسقط سے راس جمجمہ تک (بھی) پچاس فرسخ (کی مسافت) ہے۔ یہ بحر فارس کا آخر ہے۔ جس کا طول چار سو فرسخ ہے۔ کشتیبانوں[1] اور ملاحوں (کے آنے) کی حد یہیں تک ہے ؎

راس جمجمہ سے کشتیاں بحر فارس کے دوسرے دریا میں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ جو لاروی مشہور ہے۔ اس کے پانی کی زیادتی اور فضا کی وسعت کی وجہ سے اس کی گہرائی نہیں معلوم ہو سکتی اس کی حدود کی وسعت حصر نہیں کی جا سکتی، اور اس کی انتہائیں محدود نہیں کی جا سکتیں۔ اکثر بحری لوگوں کا گمان ہے کہ اس کے اطراف کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ اس لئے کہ ہم اس کے شاخ در شاخ ہونے کا حال بیان کر چکے ہیں۔ کشتیاں اکثر اس کو دو تین مہینہ میں طے کرتی ہیں۔ ۳۶ اور ہواؤں کے چلنے اور اُن کے ہموار ہونے کے مطابق ایک مہینہ میں (بھی) طے کر لیتی ہیں۔ جو دریا بحر فارس سے نکلتے ہیں۔ ان سب میں اس دریائے لاروی سے بڑا اور تیز کوئی دریا نہیں اور اسکے بیچ[2] میں دریائے زنج بہتا ہے اور زنگیوں کے شہر آباد ہیں اس دریا سے عنبر بہت کم نکلتا ہے اس لئے کہ عنبر اکثر زنگی شہروں میں اور ساحل شحر کے عربی حصہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اہل شحر بنی قضاعہ اور ان کے علاوہ دوسرے اہل عرب میں سے ہیں۔ جو عرب اس شہر میں رہتے ہیں۔ وہ مہرہ[3] کہلاتے ہیں وہ بڑے بڑے اور گھنے بالوں والے ہیں ان کی زبان زبانِ عرب کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ یہ لوگ کاف کی جگہ شین استعمال کرتے ہیں۔ اس کی مثال ان کا یہ قول ہے "ھل لش[4] فیما" "قلت لی" و قلت لش ان تجعل الذی معی فی الذی معش[5] اس کے علاوہ

---

[1] نوتی "رصنکت، کشتیبان نواتی جمع ۱۲ منتہی الارب [2] عرض (صنس، ندی اور دریا کا بیچ ہر چیز کا بیچ" منتہی الارب [3] غالباً یہ لوگ مہرہ بن حیدان کی طرف نسبت کی حیثیت سے مہرہ کہلاتے ہیں ۔ جیسے حسب محاورۂ عرب بنو تمیم میں سے ہر شخص کو تمیم کہکر خطاب کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ مہر یہ اونٹ اسی شخص کی طرف منسوب ہیں ۱۲ الشارح [4] لش یعنی لک ۱۲

[5] معش یعنی معک ۱۲

ان کی اور گفتگو اور نادر کلام (کلام عرب سے مختلف ہیں، یہ لوگ فقر و فاقہ میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس عمدہ اونٹ ہیں۔ جن پر وہ رات میں سوار ہوتے ہیں اور جو نجیب[1] مہریہ کہلاتے ہیں۔ سرعت میں بجاوی اونٹوں کی مثل ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کے نزدیک وہ ان سے بھی تیز رو ہیں۔ یہ لوگ ان پر دریا کے کنارے چرتے پھرا کرتے ہیں۔ جب یہ اونٹ عنبر محسوس کرتے ہیں جسے دریا نے (کنارہ پر نکال) پھینکا ہو تو بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کو اس کی مشق کرائی گئی ہے اور عادت ڈلوائی گئی ہے (جب وہ بیٹھ جاتے ہیں تو) سوار عنبر کو اٹھا لیتا ہے۔ عمدہ تر بن عنبر وہی ہے جو اس کنارہ پر اور دریائے ہند کے جزیروں اور اس کے ساحل پر پڑا ہوتا ہے۔ یہ گول گول نیلے سفید رنگ کا کمیاب شتر مرغ کے انڈوں کے برابر یا اس سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے۔ اسی میں سے (بعض ٹکڑوں کو)، وہ مچھلی کھا لیتی ہے جو اوال کہلاتی ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ایسا اس طرح ہوتا ہے کہ جب دریا چڑھتا ہے تو اپنی تہ میں سے پہاڑوں کے ٹکڑوں کے برابر اور چھوٹے چھوٹے (عنبر کے) اتنے ٹکڑے کو جتنا ہم نے بیان کیا ساحل پر پھینک دیتا ہے۔ جب مچھلی اس کو نگل لیتی ہے تو یہ اس کو مار ڈالتا ہے۔ اور وہ پانی کے اوپر آکر تیرنے[2] لگتی ہے۔ اسی لئے زنگی لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں[3] میں بیٹھ کر اس کی گھات لگایا کرتے ہیں اور غیر زنگی کنڈیاں[4] اور رسیاں دریا میں ڈال دیتے ہیں اور مچھلی کو پکڑ کر اس کا پیٹ چیرتے ہیں اور عنبر نکال لیتے ہیں جو عنبر اس کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے وہ بدبودار ہوتا ہے۔ عراق اور فارس کے عطار اسے بو سے پہچان لیتے ہیں۔ اور جو مچھلی کی پشت سے پلٹ ہوتا ہے وہ جتنی زیادہ مدت تک مچھلی کے شکم میں رہا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ بحر ثالث یعنی ہرکند اور بحر ثانی یعنی لاروی کے درمیان جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ بہت سے جزیرے ہیں۔ جو ان دونوں کے مابین پیدا ہو گئے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ وہ تقریباً دو ہزار جزیرے ہیں اور ایک مؤرخ کے قول میں ہے کہ ایک ہزار نو سو جزیرے ہیں جو سب کے سب آباد ہیں اور ان تمام جزیروں کی ملکہ ایک عورت ہے۔ ان لوگوں کی یہ نسوانی حکومت کی عادت قدیم الایام سے چلی آتی ہے۔ مردان کا بادشاہ نہیں ہوتا۔ ان جزائر میں (بھی، عنبر پایا جاتا ہے دریا اس کو ساحل پر پھینک دیتا ہے اور دریا کے اندر پتھر کی مانند

[1] نجب۔ (ضفض)، جمع نجیب برگزیدہ اونٹ از منتہی الارب نسبت مہریہ کا ذکر اوپر ہو چکا ۱۲ [2] طفو (نصر) (ضفضت) پانی کے اوپر آجانا تیرنے لگنا ۱۲ منتہی الارب
[3] جمع قارب (فسک)، چھوٹی کشتی جو بڑی کشتی کے پہلو میں رکھتے ہیں ۱۲ منتہی الارب
[4] کلالیب جمع کُلّاب (قتفس)، کنڈی منتہی الارب

بڑے ٹکڑے کی برابر ہوتا ہے مجھ سے (مسعودی سے) عمان و سیراف میں بہت سے سیرافی اور عمانی ملاحوں[1] نے اور اُن کے علاوہ تاجروں نے جو ان جزیروں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ بیان کیا ہے کہ عنبر اس دریا کی تہ میں پیدا ہوتا ہے اور ایسے پیدا ہوتا ہے۔ جیسے طرح طرح کی گندھک سفید، سیاہ اور سرخ مائل بسیاہی پیدا ہوتی ہے۔ پس جب دریا طغیانی اور موجزنی کرتا ہے۔ تو اپنی تہ میں سے چھوٹے بڑے پتھروں اور عنبر کے ٹکڑوں کو باہر پھینک دیتا ہے۔ ان جزیروں والے سب متحد اللسان ہیں کہ ان کی کثرت کی وجہ سے ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور نہ ان لشکروں کا شمار ہو سکتا ہے جو حکومت نے ان پر مقرر کر رکھے ہیں۔ ایک جزیرے سے دوسرے تک ایک میل۔ ایک فرسخ۔ دو فرسخ اور تین فرسخ کا فاصلہ ہے۔ ان کے یہاں نارجیل کے درخت (بکثرت) ہوتے ہیں اور دوسرے درختوں میں سے بھی کوئی درخت سوا درخت خرما کے مفقود نہیں ہے۔ اور تمام جزیروں کے اندر ہر قسم کی ہوشیاریوں[2] میں اور کپڑوں اور آلات وغیرہ کی صنعتوں میں ان جزیروں والوں سے عمدہ کاریگر نہیں پائے جاتے۔ اس مملکت کا تمام سرمایہ کوڑی[3] ہے۔ اور یہ اس طریقہ سے (حاصل کی جاتی ہیں) کہ ودع ایک قسم کا جانور ہے۔ جب اس مملکت کا مال کم ہو جاتا ہے۔ ان جزیروں والوں کو حکم دیا جاتا ہے۔ وہ درخت نارجیل کی شاخوں[4] کو مع اس کے پتوں[5] کے کاٹ لیتے ہیں اور اس کو سطح آب پر ڈال دیتے ہیں۔ پس اُن پر یہ جانور آ بیٹھتے ہیں اور یہ جمع کر کے ساحل دریا کے ریت پر ڈال دی جاتی ہیں۔ تو آفتاب جو کچھ اس میں زندگی (جان) ہوتی ہے اسے جلا دیتا ہے اور ودع اس چیز (حیات) سے خالی رہ جاتی ہے۔ جو اس میں بھی اس سے حکومت کے

صـ ۳۸

---

[1] نواخذہ۔ جمع ناخذاہ بمعنی ناخدائے یعنی ناؤ کا مالک بمعنی ملاح یہ لفظ فارسی ہے پھر اسے معرب کر کے اس سے مشتق کرنے لگے۔ چنانچہ کہتے ہیں نتخذ یعنی ناؤ خدا ہو گیا ۱۲ منتہی الارب

[2] مہن جمع مہنۃ (کسف) خدمت اور کام میں ہوشیاری۔ عقلمندی۔ ۱۲۔ منتہی الارب

[3] ودعۃ (فسف) سفید موتیہ کو دریا سے نکالتے ہیں۔ فارسی میں اسے مورچہ اور ہندی میں کوڑی نظر بد کے لئے لڑکوں کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ از منتہی الارب۔ و صاحب غیاث مے گوید کہ ودع بفتحتین مہرہا سفید کہ از دریا برآید ہندی سکہ گویند از منتخب و برہان۔

[4] سعف (رفف) درخت خرما کی شاخ ۱۲ منتہی الارب

[5] خوص (رفس) خرما کا پتا منتہی الارب۔ دونوں لفظ یہاں عام بے قید درخت خرما مستعمل ہیں۔ ۱۲۔ شارح

بیت المال بھر دئیے جاتے ہیں ؎

ص ۳۹

ان تمام جزیروں کو دیبجات کہتے ہیں۔ ان میں سے نارجیل (یا ہرا) بہت لے جایا جاتا ہے ان میں سب سے آخری جزیرہ جزیرہ سرآندیپ ہے۔ سراندیپ کے قریب ایک ہزار فرسخ تک اور جزیرے ہیں۔ جنہیں رآمنی کہتے ہیں یہ سب آباد ہیں۔ اس میں بادشاہ رہتے ہیں اور سونے کی بہت سی کانیں ہیں۔ ان کے قریب بلاد قیصور میں کافور قیصوری اسی کی طرف منسوب ہے۔ اہل جزائر مذکورہ کی زیادہ تر غذا نارجیل ہے۔ ان جزائر سے چوب بقم[1] خیزران اور سونا باہر لے جایا جاتا ہے ان میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں اور آدم خوار بھی رہتے ہیں یہ جزیرے جزائر لنجبالوس سے متصل ہیں ان کے باشندے عجیب صورتوں کے ہیں برہنہ رہتے ہیں۔ جب عنبر و نارجیل وغیرہ کی کشتیاں ان کی طرف گذرتی ہیں تو یہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر نکلتے ہیں اور (عنبر و نارجیل کا) لوہے اور کپڑے سے تبادلہ کر لیتے ہیں اور اس کو (لوہے اور کپڑے کو) درہموں اور دیناروں میں نہیں بیچتے ان جزائر کے قریب جزائر انڈومان ہیں۔ جن میں سیاہ۔ عجیب الصوت۔ غریب المنظر اور گھونگریالے[2] بالوں والے آدمی آباد ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی کا پیر ایک گز کا ہوتا ہے ان کے پاس کشتیاں نہیں ہیں۔ جب کوئی ڈوبتا ہوا آدمی جس کی کشتی دریا میں ٹوٹ گئی ہو ان کی طرف آجاتا ہے تو اسے کھا جاتے ہیں۔ اور جب کشتیاں ان کی طرف نکلتی ہیں۔ تو ان کا یہی عملدرآمد ان کے ساتھ ہے ؎

مجھ سے (مسعودی سے) ملاحوں کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے (ملاحوں نے) اکثر اس دریا میں سفید ابر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دیکھتے ہیں۔ اس ابر سے ایک لانبی زبان (جیسے آگ کی لو) نکل کر اب دریا سے مل جاتی ہے اسکے ملتے ہی دریا جوش کھاتا ہے اور بڑے بگولے[3]

---

[1] بقم "(فقف) ایک لکڑی ہے سرخ جس سے رنگریز رنگتے ہیں فارسی میں اسے بکم کہتے ہیں اس کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے اور پتہ برگ بادام کے مشابہ و "خیزران" (فسفقس) ہر نرم لکڑی کہ خم دار ہو ۱۲ منتہی الارب وصاحب غیاث مے گوید کہ درخت بید ہندی ہینت گویند و ایں معرب خیرزان است کہ بکسر اول و یائے مجہول و وقف زائے معجمہ باشد یعنی زاد معجمہ نیز بما بعد خود ساکنست از رسالہ معربات و منتخب و موید و مدار و کشف و قنیہ و برہان و در کتابے دیدہ ام کہ ایں لفظ مرکب است از دو، سر یکے خیز و دیگراں چوں اکثر از بجوش دستہ چابک اسپاں مے سازند واں آلہ خیرانیدن و راندن اسپ است۔ لہذا بایں اسم مسمی گشتہ ۱۲

[2] مغلغل (ضفف) نہایت گھونگریالے بال ۱۲ منتہی الارب

[3] روبعات جمع روبعہ بگولا ۱۲ صراح

اُٹھتے ہیں اور ان میں سے جو بگولہ جس چیز پر بھی گذرتا ہے اسے تلف ہی کر دیتا ہے اس کے بعد بدبودار بارش ہوتی ہے۔ جس میں دریا کا میل کچیل ہوتا ہے۔

چوتھا دریا دریائے کلاہ بار ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کلاہ بار سے مراد ہے کم پانی کا دریا ہے۔ جب اس کا پانی کم ہوتا ہے تو بڑی آفتیں اور شدید طغیانی برپا کرتا ہے اس میں بہت سے جزیرے اور صرائر ہیں (صرائر کا واحد صرّہ ہے۔ کشتیاں دو ٹیلوں کے درمیانی راستہ کو صرّہ کہتے ہیں) اس دریا میں مختلف اقسام کے جزیرے اور عجیب پہاڑ ہیں مگر ہمارا مقصد مختصر حالات پر روشنی ڈالنا ہے نہ تفصیل۔

اسی طرح پانچویں دریا دریائے کردنج میں بہت سے پہاڑ اور جزیرے ہیں جن میں کافور اور آب کافور (کافور سیال) پایا جاتا ہے۔ اس دریا میں پانی کم ہے اور بارش بہت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ قریب قریب کسی زمانہ میں بارش سے خالی نہیں رہتا اس میں مختلف اجناس کی قومیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک جنس کو "فنجب" کہتے ہیں ان کے بال گھونگریالے اور صورتیں عجیب ہیں۔ جب بڑی بڑی کشتیاں ان کے پاس ہو کر گذرتی ہیں۔ تو یہ اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جو بڑی کشتیوں کے قریب (پہلو میں) رہا کرتی ہیں۔ ان کے مقابل آجاتے ہیں اور ایک قسم کے عجیب و غریب تیر مارتے ہیں جو زہریلا ئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس قوم اور بلادِ کلہ کے مابین سفید سیسے کی کانیں اور چاندی کے پہاڑ ہیں" اور اس دریا میں بھی سونے اور ایسے سیسے کی کانیں ہیں۔ کہ اس میں (اور سونے میں) کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ پھر اس دریا کے قریب اسی ترتیب کے موافق جو ہم نے ابھی قائم کی ہے دریائے صنف ہے اس میں شاہ جزائر مہراج کی حکومت ہے وسعت کی وجہ سے اس کے ملک کی حد نہیں معلوم ہوتی اور لشکر کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی شخص اس پر قادر ہے کہ تیز سے تیز کشتی میں بھی بیٹھ کر دو مہینہ میں اس کے جزیروں کا چکر لگا سکے۔ اس بادشاہ نے بہت سی خوشبودار مصالح[1] اور خوشبوئیں جمع کر لی ہیں۔ اور جو کچھ (اس قسم کا ساز و سامان) اس کے پاس ہے وہ کسی بادشاہ کے پاس نہیں اور جو چیزیں اس کے شہروں سے اور اس کی زمین سے باہر بھیجی جاتی ہیں۔ وہ کافور، اگر، لونگ، صندل، جائفل، جاوتری، کبابہ اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں

---

[1] افاویہ (ضفغسکس) جمع افواہ (فسفس) افواہ جمع فوہ (ضس) پس افاویہ جمع الجمع فوہ ہے یعنی خوشبو کا مصالح جس سے خوشبو کو سنوار یں ۱۲ منتہی الارب

ہیں۔ جن کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ اس کے جزیرے ایک ایسے دریا سے متصل ہیں جس کی غایت و انتہا نہیں معلوم ہوتی۔ یہ چین کے قریب ہے۔ اس کے جزیروں کے اطراف میں بہت سے پہاڑ ہیں۔ جن میں سفید رنگ اور چیرے[1] ہوئے کانوں والے آدمی رہتے ہیں وہ اپنے بالوں کو اس طرح کاٹ[2] لیتے ہیں جیسے مشک[3] پر سے کاٹ دئیے جایا کرتے ہیں۔ ان کے پہاڑوں سے دن رات آگ نمودار ہوتی ہے دن کو سرخ (آگ نمایاں) ہوتی ہے، اور رات کو سیاہ ہو جاتی ہے۔ اور فضا میں بلند ہونے کی وجہ سے بادل سے جا ملتی ہے بادلوں اور بجلیوں کی آواز سے بھی زائد شدید و سخت آواز بلند کرتی ہے۔ بسا اوقات اسے عجیب خوفناک آواز پیدا ہوتی ہے جو ان کے بادشاہ کی موت کا خوف دلاتی ہے اور کبھی اس سے پست آواز ہوتی ہے۔ تو وہ ان کے رؤساء میں سے کسی کی موت کا خوف دلاتی ہے وہ امور (مذکورہ) جن کا اس آواز سے خوف ہوتا ہے۔ طول عادات اور مدت کے تجربوں سے معلوم ہوئے ہیں۔ ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اور یہ خطہ تمام روئے زمین کے بڑے بڑے آتش فشاں پہاڑی خطوں میں سے ایک خطہ ہے۔

ان پہاڑوں کے قریب ہی ایک جزیرہ ہے۔ جس سے ہمیشہ ڈھولوں[4]۔ شہنائیوں۔ بربطوں اور ہر قسم کے لذت آمیز لہو و طرب کی آوازیں سنی جاتی ہیں اور ناچنے اور تالیاں بجانے کی آوازیں آتی ہیں۔ سننے والا ہر کھیل کی آواز کو دوسرے کی آواز سے تمیز کر سکتا ہے۔ ان شہروں میں گذرنے والے بحری لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ دجّال اسی جزیرہ میں ہے۔ مہراج کی مملکت میں جزیرہ سریرہ ہے۔ جس کی مسافت دریا کے اندر تقریباً چار سو فرسخ ہے اور برابر آباد یاں ہیں۔ جزائر زانج و رامنی (بھی) اسی کے (ملک میں) ہیں۔

پھر اسی ترتیب کے مطابق جو ہم نے ابھی قائم کی ہے۔ ساتواں دریا دریائے چین ہے۔ یہ دریائے صنجی مشہور ہے اور نہایت بلا خیز۔ تموج انگیز اور تلاطم آمیز دریا ہے (”خب“) دریا کے بہت شدید تلاطم کو کہتے ہیں۔ ہم ہر دریا کے متعلق اصطلاحات اور ان الفاظ کو جنہیں بحری لوگ اپنی گفتگو میں استعمال کرتے ہیں واضح کرتے رہیں گے اس دریا

---

[1] تخریم ”درز کو ادھیڑنا“ ۱۲ منتہی الارب [2] جز (رفت) بال کترنے کاٹنے ۱۲ منتہی الارب
[3] زرق (رکت) مشک سناب وغیرہ کی کہ جس کے بال کاٹے ہوں۔ اکھاڑے نہ ہوں ۱۲ منتہی الارب
[4] طبول جمع طبل (رمن) ڈھول و سرنایات جمع سرنا ئے بمعنی شہنائے یہ سورنائے کا مخفف ہے سور بمعنی شادی و عیدان جمع عود ایک باجہ ہے۔ جس کو بربط کہتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

میں بہت سے پہاڑ ہیں۔ جن میں سے کشتیوں کو گزرنا ضروری ہے ؎

بلادِ چین کے بعد بحرِ چین کے قریب مشہور ملک اور قابلِ بیان شہر سوائے بلاد سیلی اور ان کے جزیروں کے نہیں ہیں۔ ان شہروں تک عراق وغیرہ کے غربا میں سے کوئی شخص بھی نہیں پہنچ سکتا اور (ان شہروں کے رہنے والوں میں سے) وہاں کی ہوا کی عمدگی پانی کی خوبی مٹی کی اچھائی اور خیر و برکت کی زیادتی کی وجہ سے شاذ و نادر اشخاص ہی باہر جاتے ہیں۔ ان کے باشندے اہلِ چین و شاہانِ چین سے ہمیشہ صلح رکھتے ہیں اور ہدیوں کی آمد و رفت قریب قریب منقطع نہیں ہوتی، کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اولادِ عامور کی شاخ ہیں۔ جو یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں جیسا کہ ہم نے ان کے شہروں میں اہلِ چین کے گھروں کے متعلق بیان کیا ہے (یعنی جیسے کہ بعض اہلِ چین، سندھ و سیلی میں جاکر آباد ہو گئے ہیں۔ ویسے ہی اولادِ عامور نے یہاں سکونت اختیار کر لی ہے) ؎

۴۳

چین میں دجلہ و فرات جیسی بہت سی بڑی بڑی نہریں ہیں۔ جو بلادِ ترک، تبت اور صغور سے جاری ہوتی ہیں (یہ بلاد بخاری و سمرقند کے درمیان واقع ہیں) یہاں نوشادر کے پہاڑ ہیں جب گرمی کا موسم آئیگا۔ تو تم تقریباً سو فرسخ کے فاصلہ پر سے رات میں ان پہاڑوں سے آگ بلند ہوتی دیکھو گے۔ اور دن میں آفتاب کی کرنوں اور اس کی چمک اور دن کی روشنی کے غلبہ کی وجہ سے ان پہاڑوں سے دھواں[۱] نمودار ہوتا ہے۔ یہیں سے نوشادر (باہر) لے جایا جاتا ہے۔ جب سردی کا موسم شروع ہوتا ہے تو جو شخص بلادِ خراسان سے بلادِ چین جانے کا ارادہ کرتا ہے وہ یہاں آجاتا ہے۔ یہاں پر ان پہاڑوں کے درمیان ایک میدان[۱] ہے۔ جس کا طول چالیس یا پچاس میل ہے۔ پس وہ (مسافر) یہاں کے آدمیوں کے پاس دہانہ وادی پر آتا ہے اور ان کو عمدہ مزدوری کا لالچ دیتا ہے وہ لوگ اس کے اسباب کو اپنے شانوں پر لاد لیتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں لکڑیاں[۲] ہوتی ہیں جنہیں وہ اس کے (مسافر کے) دونوں پہلوؤں پر مارتے جاتے ہیں۔ اس خوف سے کہ (اگر ایسا نہ کریں گے تو) وہ ٹھٹھر جائیگا اور چلنے سے رک جائیگا (اگر ایسا ہوا تو) پھر اس میدان کی تکلیف سے مرجائیگا وہ ان کے آگے آگے رہتا ہے یہاں تک کہ میدان کے اس سرے پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں گھنے درختوں کے بہت سے جنگل[۳] اور پانی جمع ہونے کے مقامات

ع روشنی کی وجہ سے آگ کے شعلے نظر نہیں آتے [۱] وادی رخنہ کہ نالہ۔ دو پہاڑ اور دو پشتہ وغیرہ کے درمیان کی کشادگی ۱۲ منتہی الارب [۲] عِصِیّ جمع عصا چوبدستی یا عام لکڑی ۱۲ منتہی الارب [۳] غابۃ رفسف) بیشہ۔ درختان جس میں گھنے درخت ہوں ۱۲ منتہی الارب [۴] جمع مستنقع (ضسفسف) پانی جمع ہونے کی جگہ تالاب میں غسل کرنے کی جگہ ۱۲

ص۴۴

ہیں۔ وہ لوگ اس تکلیف کی شدت اور نوشادر کی گرمی کے اثر کی وجہ سے جو انہیں پہنچتی ہے
اپنے آپ کو اس پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ اس راستہ پر چوپائے بالکل نہیں چل سکتے۔ اس لئے
کہ موسم گرما میں نوشادر سے شعلے اٹھنے لگتے ہیں اور پھر اس راستہ پر نہ پکارنے والا چل سکتا
ہے۔ نہ جواب دینے والا (کوئی شخص نہیں چل سکتا) اور جب سردی آتی ہے کثرت سے برف
گرتی ہے۔ اور بارش ہوتی ہے تو اس مقام پر بھی (برفباری اور بارش) ہوتی ہے۔ اور نوشادر
کی گرمی و شعلہ کو بجھا دیتی ہے۔ تب لوگ اس میدان کو طے کر پاتے ہیں۔ اور چوپائے بالکل
اس گرمی کے متحمل نہیں ہوتے جس کا ہم نے ذکر کیا، اسی طرح جو شخص بلاد چین میں آتا ہے
اس کے ساتھ بھی (لکڑیوں سے) مارنے کا عمل وہی کیا جاتا ہے جو مسافر مذکور کے ساتھ کیا
جاتا ہے۔ بلاد خراسان کے اس مقام سے جس کا ہم نے ذکر کیا۔ بلاد چین تک چالیس دن کا راستہ
ہے۔ جس میں آباد[1] مقامات میں بھی ہیں اور غیر آباد بھی چٹیل زمینیں بھی ہیں اور ریت بھی" اور اس
کے علاوہ وہ راستہ جس پر چوپائے چلتے ہیں چار ماہ کا ہے مگر یہ راستہ ترکوں کی نگہبانیوں[2] میں
ہے۔ میں نے (مسعودی نے) بلخ میں ایک خوب رو صاحب رائے و فہم مسن شخص کو دیکھا
جو چین اکثر مرتبہ گیا تھا اور بحری سفر بالکل بھی نہ کیا تھا۔ اور بہت سے ایسے لوگوں کو

ص۴۵

دیکھا جو بلاد صغد سے نوشادر کے پہاڑوں پر ہوتے ہوئے سرزمین تبت و چین کی طرف
سے گزرے ہوئے بلاد خراسان گئے تھے اور بلاد ہند و منصورہ و ملتان کے قریب بلاد
خراسان و سندھ سے ملے ہوئے ہیں۔ اور سندھ سے خراسان کی طرف برابر قافلے جاتے
رہتے ہیں۔ اور اسی طرح (سندھ سے) ہند کی طرف یہاں تک کہ یہ شہر بلاد ابلستان (یعنی بلاد
زابلستان) سے (گویا) مل گئے ہیں۔ بلاد زابلستان وسیع شہر ہیں۔ جو مملکت فیروز بن کبک
کہلاتے ہیں۔ ان میں عجیب غریب محفوظ و مضبوط قلعے ہیں مختلف زبانیں مستعمل ہیں اور
بہت سی قومیں رہتی ہیں۔ جن کی نسبوں میں لوگوں نے نزاع و اختلاف کیا ہے بعض
نے ولد یافث[3] بن نوح بیٹے کی طرف منسوب کیا ہے اور بعض نے نسب طویل کے

---

[1] "عامر" (فسک) آباد غافر (فسک) غیر آباد ویران زمین خلاف عامر "دہاس" (دفس) نرم جگہ کہ نہ بت
ہو نہ خاک رمال (کفس) جمع رمل ریت ۱۲ منتہی الارب [2] خفر (جنس) نگہبان ہونا۔ بدرقہ ہونا
نگاہ رکھنا۔ خفارہ مگر (کفسف) کھجوروں کی نگہبانی کہ بگڑنے نہ پائیں (خفسف) بدرقگی
اور نگہبانی کی مزدوری ۱۲ منتہی الارب
[3] صاحب منتہی الارب ترک (جنس) کے معنے میں لکھتے ہیں کہ ایک گروہ ہے
یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد کا ۱۲

ذریعے سے فرس اوّل سے ملایا ہے۔ بلاد تبت کی ہوا۔ پانی۔ زمین۔ ہموار زمین اور کوہساروں میں عجیب خاصیتیں ہیں۔ انسان وہاں ہمیشہ خندہ رو شادان و مسرور رہتا ہے اس کو حزن غم اور فکر، لاحق نہیں ہوتیں۔ تبت کے پھلوں۔ کلیوں۔ چراگاہوں اور نہروں کی عجیب عجیب قسمیں شمار نہیں کی جا سکتیں۔ ان شہروں میں کوئی بڈھا[1] مرد رنجیدہ نہ دیکھو گے اور نہ عورت بلکہ کھوسٹ بڈھوں[2] میں۔ اُدھیڑ عمر والوں میں، جوانوں میں اور نوجوانوں میں خوشی عام ہے۔ اہل تبت میں نرم مزاجی، بشاشت اور شادمانی[3] ہے۔ جو آلات لہو و لعب کے استعمال شراب[4] نوشی اور اقسام رقص و سرود کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مرجاتا ہے۔ تو اس کے اہل پر اس کو بہت زیادہ رنج نہیں ہوتا جیسا کہ ان کے علاوہ تمام آدمیوں کو محبوب کے جاتے رہنے اور مطلوب کے فوت ہو جانے پر ہوتا ہے۔ بلاد تبت ایک جانب سے بلاد چین و سرزمین بلاد چین سے متصل[5] ہیں اور سرزمین ہند و خراسان اور صحرائے ترک سے (متصل ہیں) اہل تبت کے بہت سے شہر اور محفوظ و مضبوط عمارتیں ہیں۔"

ص۴۶ تبت و چین کی وہ سرزمین جس میں مشک والے ہرن پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی زمین (ہے) جو دونوں کی ملی ہوئی (ہے) ہے۔ تبت کا مشک چین کے مشک سے دو وجہوں سے بہتر ہوتا ہے۔ اول یہ کہ تبت کے ہرن سنبل الطیب[6] اور قسم قسم کی خوشبودار گھاسیں چرتے ہیں اور چینی ہرن خشک گھاس چرتے ہیں۔ نہ کہ وہ قسم قسم کی مذکورہ خوشبودار گھاسیں جنہیں تبتی ہرن کھاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ اہل چین مشک کو نافوں سے نکالنے میں اہتمام نہیں کرتے (بلکہ) اس میں خون اور اس کے علاوہ دوسری اقسام کی ملاوٹ کر دیتے ہیں۔ اور تبتی مشک کے لئے (اس اہتمام کے ساتھ ساتھ) دریاؤں کی مسافتیں اور بہت سی نمناک زمینیں طے کی جاتی ہیں۔ اور مختلف ہوائیں (برداشت کی جاتی ہیں) اگر اہل چین سے مشک میں ملاوٹ

---

[1] شیخ۔ فس (زیادہ عمر کا آدمی کہ اس پر ظاہر ہوتی ہو یا پچاس برس کا یا اکاون برس سے زیادہ کا یا اسّی برس تک بڈھا

[2] میانہ: فس) سپید بالوں والا با وقار یا مرد میانہ سال یا وہ جو تیس سے یا چونتیس سے گذر کر اکاون تک پہنچا سکتے ہیں کہ مرد سولہ برس تک حدث ہے اور سولہ سے بتیس تک شباب اور بتیس سے پچاس تک کہل پھر اس کے بعد شیخ ہے ۱۲ منتہی الارب [3] اریحیّہ فشکتف) خوشخوئی شادمانی خوشدلی جو احسان کرنے سے حاصل ہو ۱۲ منتہی الارب

[4] عقار رضفس) شراب ۱۲ منتہی الارب [5] مناضمۃ (صفعففف) متصل ہونا دو زمین کی حد کا آپس میں ۱۲ منتہی الارب

[6] سنبل الطیب ایک خوشبودار گھاس ہے۔ یہ نام اصطلاح طب کی بنا پر ہے اور سنبل کافی ہے اردو میں اسے بالچھڑ کہتے ۱۲ منتہی الارب و غیاث

مفقود ہوجائے۔ وہ شیشہ[1] کے برتنوں میں محفوظ رکھا جائے۔ مضبوط طریقہ سے برتنوں کے سروں پر چمڑا[2] اور سربند[3] دستمہ اباندھ بلئے اور ردپھر) عمّان۔ فارس اور عراق وغیرہ کے اسلامی شہروں میں لایا جائے ریہ مشک بھی تبتی کی مثل ہوگا اور بہترین وخوشبوترین مشک وہ ہے۔ جو ہرنوں میں سے خوب پکجانے[4] کے بعد نکالا جائے۔ اس لئے کہ ان معمولی ہرنوں میں اور اور مشک کے ہرنوں میں صورت۔ شکل۔ رنگ اور سینگوں کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ربلکہ) مشک والے ہرنوں کے دانتوں کی وجہ سے فرق ظاہر ہوتا ہے۔ جو ہاتھیوں کے دانتوں کی مثل ہوتے ہیں۔ ہر ایک ہرن کے جبڑوں سے باہر نکلے۔ سیدھے کھڑے ہوئے سفید ایک ایک بالشت کے برابر یا کم و بیش دو دانت ہوتے ہیں۔ ان ہرنوں کے لئے بلاد تبت میں جال اور پھندے[5] لگادئے جاتے ہیں اور اہل تبت انہیں شکار کر لیتے ہیں۔ بسا اوقات وہ لوگ انہیں تیر مار کر بھی پچھاڑ دیتے ہیں اور ان کے نافوں کو کاٹ لیتے ہیں۔ حالانکہ خون ابھی تک ان کے نافوں میں خام[6] نارسیدہ اور تازہ غیر پختہ ہوتا ہے۔ بنا بریں اس کی بو میں ایک بسائندسی ہوتی ہے۔ پس یہ ایک مدت تک رکھا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں سے وہ بدبوئیں زائل اور اجزا ہوائیہ میں مستحیل (غائب) ہوجاتی ہیں۔ تب یہ مشک ہوجاتا ہے۔ اس کا قاعدہ پھلوں کی طرح ہے جبکہ وہ اپنے درخت ہی پر تکمیل پختگی اور استحکام اجزاء سے قبل درختوں سے جدا کر دئے جائیں اور توڑ لئے جائیں (جس طرح ایسے پھلوں کو رکھ کر پختہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ویسے ہی مشک کو جبکہ وہ خون ہی کی صورت میں جانور سے علیحدہ کر لیا جائے) اور عمدہ مشک وہی ہے جو اپنے مقام پر پکے اپنے نافہ میں پختہ ہو اور اپنے حیوان (ہرن کے جسم) اور اپنے ہی تمام اجزاء میں رہ کر (جن کا سلسلہ جسم حیوان ہی میں ہوتا ہے) پختہ ہو۔ اور یہ اس لئے کہ طبیعت مواد خون کو نافہ میں پہنچاتی ہے۔ اور جب خون کا وجود اس میں مستحکم اور پختہ ہوجاتا ہے۔ تو اسے اذیت دیتا ہے اور کھجانے کی ضرورت پیدا کرتا ہے۔ اس وقت وہ ان چٹانوں اور پتھروں سے پناہ لیتا ہے جو آفتاب کی گرمی سے گرم ہو گئے ہوتے ہیں۔ اور ان سے جاکر بڑی لذت

ص۲۷

[1] برانی جمع برنیہ (فسکتف) شیشہ کا برتن ۱۲ منتہی الارب [2] عفاص (کفس) چمڑے کا ٹکڑا جس سے برتن وغیرہ کے سر کو باندھیں ۱۲ منتہی الارب [3] وکاد (کفسم) مشک وغیرہ کا سربند ۱۲ منتہی الارب [4] نضج (فس) نضج کس) میوہ کا پکا ہوا ہونا ہر ایک چیز کا پکا ہوا ہونا جیسے گوشت اور زخم اور مواد ۱۲ منتہی الارب [5] جائل، جمع حبالہ (کفسف) شکاری کا جال "شرک" جمع شرک (فف) پھندا "شباک" جمع شبکہ (فنف) بمعنی حبالہ ۱۲ منتہی الارب

[6] خام (فس) پوست جس نے دباغت نہ پائی ہو پوست جس کو اچھی طرح سے دباغت نہ کیا ہو ۱۲ منتہی الارب [7] یدرک ادراک سے جا پہنچنا بالغ ہوجانا لڑکے کا خرما کا پک جانا ایک چیز کا وقت آپہنچنا اور اس کا تمام ہونا ۱۲ منتہی الارب [8] حک رفت پچھاڑ ایں شک و شبہ ہ جانا یہ کھجالی کی ضرورت ہوتی۔ گھسنا۔ چھیلنا۔ کھجا ۱۲ منتہی الارب

کے ساتھ کھچا تا ہے۔ پس وہ خون پتھروں پر زخم[1] اور دمل کے مواد کی طرح بہنے لگتا ہے۔ جب اُس کا خون مواد کی کثرت سے پختہ ہو جاتا ہے تو اس کے نکلنے میں وہ لذت پاتا ہے۔ پس جبکہ اس کے نافہ کا تمام خون بہہ جاتا ہے تو اس وقت (زخم) مندمل ہو جاتا ہے (نافجتہ (نافہ) سُرہ کو کہتے ہیں۔ یہ فارسی اسم ہے) پھر پہلی مرتبہ کی طرح دوبارہ خون آکر جمع ہو جاتا ہے (غرض خون نافہ کے پتھروں کے بیں بہ جانے کے بعد) تبتی لوگ ہرنوں کی چراگاہوں میں آتے ہیں جو ان پتھروں اور پہاڑوں میں ہوتی ہیں۔ اور خون کو چٹانوں اور پتھروں پر جما ہوا پاتے ہیں (یہ ایسا خون ہوتا ہے) کہ اس کو اسی کے اجزا اور (مواد نے مضبوط کیا طبیعت نے اس کے حیوان (ہرن کے جسم) کے اندر پختہ کیا۔ آفتاب نے سکھایا اور ہوا نے گرد آلود کر دیا۔ وہ لوگ اس کو لے جاتے ہیں یہی بہترین مشک ہوتا ہے وہ اس کو اپنے پاس کے نافوں میں رکھ لیتے ہیں۔ جنہیں وہ ان ہرنوں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں وہ شکار کرتے ہیں اور جو (نافے) ان کے پاس تیار رہتے ہیں۔ یہ وہ مشک ہوتا ہے۔ جس کو ان کے بادشاہ استعمال کرتے ہیں اور آپس میں اس کے ہدیے پیش کرتے ہیں (کبھی کبھی شاذ و نادر) اوقات تجار بھی اس کو ان کے شہروں سے لے جاتے ہیں۔ تبت میں بہت سے شہر ہیں۔ ہر شہر کا مشک تبت ہی کی طرف منسوب ہے۔ علامہ مسعودی کہتے ہیں۔ کہ ملوک چین و ہند و زنج اور عالم کے تمام بادشاہوں نے شاہ بابل کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ اور اس بات کا (اعتراف کیا ہے) کہ وہ عالم کے بادشاہوں سے پہلا بادشاہ تھا۔ اور اس کو ان سب میں وہی منزلت حاصل تھی۔ جو مہتاب کو ستاروں میں ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی اقلیم اشرفِ اقالیم تھی اور وہ تمام بادشاہوں سے زیادہ مالدار و خوش طبع اور سب سے زائد صاحب سیاست و دانش تھا (یہ اس اقلیم کے بادشاہوں کے گذشتہ اوصاف کا حال تھا نہ اب ۳۳۲ھ کا) وہ لوگ اس کو شاہنشاہ (یعنی سلطان السلاطین) کہتے تھے اور اس کی منزلت تمام عالم کے مقابل میں ایسی تھی۔ جیسی قلب کی تمام جسم کے مقابل یا ہار کے عمدہ[2] ترین موتیوں کی باقی موتیوں کے مقابل) اس کے بعد شاہ ہند کا مرتبہ ہے۔ یہ حکمت[3] اور ہاتھیوں والا بادشاہ ہے اس لئے کہ تمام بڑے بڑے بادشاہوں کے نزدیک یہ مسلّم ہے۔ کہ حکمت کی ابتدا ہند سے ہے۔ پھر شاہ ہند کے بعد مرتبہ میں شاہ چین ہے۔ یہ رعیت کی نگہبانی کرنیوالا صاحب سیاست اور صنعت و حرفت کو ترقی دینے والا بادشاہ ہے اور ساری دنیا کے بادشاہوں

ص ۴۸

---

[1] خراج (صتفس) زخم ۱۲ منتہی الارب [2] واسطۃ القلادہ ہار کے درمیان جواہر برگزیدہ ۱۲ منتہی الارب
[3] حکمت یعنی دانش و فیلہ جمع فیل یعنی ہاتھی یعنی یہ بڑا صاحب عقل در جنگی ہاتھیوں والا یعنی صاحب کر و فر بادشاہ ہے

صفحہ ۴۹

میں اس سے زائد اپنی فوج اور مددگاروں کی حفاظت کرنے والا کوئی بادشاہ نہیں یہ نہایت جنگجو
باقدرت اور صاحب[1] لاؤ لشکر و اعوان بادشاہ ہے۔ اس کے پاس بہت سے جنگی رسالے
گھوڑوں[2] کے گلّے اور ہتھیار ہیں۔ اس کے سپاہیوں کو (اس کے یہاں سے) کھانا ملتا ہے
جیسے کہ شاہ بابل کا عملدرآمد تھا (کہ فوج کو کھانا دیتا تھا) پھر شاہ چین کے بعد شاہان ترک
میں سے ایک بادشاہ کا مرتبہ ہے جو مدینہ کوشان کا مالک اور شاہ طغزغز ہے اس کو ملک آلسباع
اور ملک الخیل کہتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام عالم کے بادشاہوں میں اس کے آدمیوں سے زیادہ
جنگجو اور خونریزی پر شیر کی طرح جری کسی کے آدمی نہیں ہیں (گویا اس کے آدمی خونریزی اور قتل
میں درندوں کی طرح ہیں۔ جن پر حکومت سے وہ ملک آلسباع کہلاتا ہے) اور نہ اس سے زائد کسی کے
پاس گھوڑے ہیں (اسی لئے ملک الخیل لقب پایا) اس کی حکومت بلاد چین اور خراسان کے
جنگلوں کے درمیان ہے۔ یہ اپنے عام نام "ارخان" سے پکارا جاتا ہے۔ ترک میں بہت سے بادشاہ
اور مختلف قسم کے آدمی ہیں جو کسی ایک بادشاہ کے زیر حکومت نہیں۔ اس کے بعد ملک روم کا
مرتبہ ہے۔ اس کو ملک الرجال کہتے ہیں۔ تمام عالم کے بادشاہوں میں اس کے آدمیوں سے زائد
خوبصورت کسی کے آدمی نہیں۔ اس کے بعد تمام دنیا کے بادشاہ ترتیب میں برابر اور مراتب
میں قریب قریب ہیں ؁

قبل ظہور اسلام بلاد مغرب میں سے بلاد صقلیۃ افریقہ کا مالک (بادشاہ) جرجس کہلاتا تھا
اور اندلس کا لذریق۔ یہ نام تمام شاہان اندلس کا تھا بعض کا قول ہے کہ شاہان اندلس اشبان میں سے تھے اور

صفحہ ۵۰

مسلمان باشندگان اندلس میں زیادہ مشہور یہ ہے۔ کہ لذریق جلالقہ میں سے تھا اور یہ فرنگیوں کی
ایک قسم ہے۔ اور اندلس کے بادشاہوں میں سے آخری لذریق (آخری بادشاہ) جو ہوا وہ وہ تھا
جس کو اس وقت جبکہ وہ بلاد اندلس کو فتح کر کے اندلس کے پایۂ تخت شہر طلیطلہ میں داخل
ہوا۔ طارق غلام موسیٰ بن نصیر نے قتل کیا۔ اس شہر (طلیطلہ) کے بیچ میں ایک بہت بڑی
نہر جاری ہے۔ جس کو تاجہ کہتے ہیں۔ یہ بلاد جلالقہ و وشکند سے نکلتی ہے۔ وشکند ایک بہت
بڑی قوم ہے۔ اس قوم والوں کا جلالقہ اور فرنگیوں کی طرح اہل اندلس سے لڑنے کے لئے ایک
بادشاہ ہے یہ نہر بحر رومی میں گرتی ہے۔ اور ساری دنیا کی نہروں سے زائد تیز بہتی ہے اس
کے ساحل پر شہر طلیطلہ سے بہت دور شہر طلبیرہ آباد ہے پھر ایک بہت بڑا پل ہے جو قنطرۃ السیف

---

[1] کہتے ہیں ھو فی عز و منعۃ یعنی وہ ارجمندی و بیقراری نہیں ہے اپنے ساتھ یار و مددگار حمایت کرنے والے یعنی نیزے والے رکھتا ہے ۱۲ منتہی الارب [2] کراع ضعفس، گھوڑوں کا ایک گروہ ۱۲ منتہی الارب [3] وصوف جنس ، ز و رت کا تیز چلنا ۱۲ منتہی الارب [5] بنا بر قول صاحب منتہی الارب یہ اندلس میں ایک مقام ۱۲

کہلاتا ہے۔ اسے پہلے بادشاہوں نے بنایا ہے ٭

اور مدینہ طلیطلہ نہایت محفوظ ہے (اس پر بہت سے نگہبان وغیرہ رہتے ہیں) اس کی دیواریں نہایت مضبوط ہیں۔ اس کے باشندوں نے اس کے فتح ہو کر بنی امیہ کے پاس آجانے کے بعد امویین کی مخالفت و نافرمانی کی اس وجہ سے یہ شہر کئی سال تک محفوظ رہا۔ اور بنی امیہ کو اس میں آنے کی راہ نہ مل سکی۔ جب تین سو پندرہواں سنہ آیا۔ تو اس کو عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بن حکم اموی نے فتح کیا۔ یہی عبدالرحمٰن اس وقت ۳۳۲ھ میں اندلس کا بادشاہ ہے۔ اس نے جب اس شہر کو فتح کیا تھا۔ تو اس کی بہت سی عمارتوں میں رخنے[1] ڈالدئے تھے۔ اس وقت تک اندلس کا دارالسلطنت شہر قرطبہ تھا۔ قرطبہ سے طلیطلہ تک سات منزلیں اور قرطبہ سے بحر رومی تک قریب قریب تین دن کی راہ ہے۔ اور ساحل بحر رومی سے ایک دن کی مسافت پر اہل قرطبہ کا ایک شہر ہے جسے اشبیلیہ کہتے ہیں ٭

اندلس کی آبادیوں اور شہروں کی مسافت قریب قریب دو ماہ کی ہے۔ اہل اندلس کے مشہور شہر تقریباً چالیس ہیں۔ بنی امیہ وہاں پر بنی الخلائف کہلاتے ہیں۔ اور خلفاء نہیں کہلاتے اس لئے کہ اہل اندلس کے نزدیک خلافت کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو حرمین کا بھی بادشاہ ہو البتہ وہ "امیرالمومنین" کے ساتھ خطاب کیا جا سکتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان ۱۳۹ھ میں اندلس آیا تھا۔ ۳۳ سال چار ماہ بلاد اندلس میں سلطنت کی اور مر گیا تو اس کے بیٹے ہشام بن عبدالرحمٰن نے سات برس سلطنت کی پھر اس کے بیٹے حکم بن ہشام نے تقریباً ۲۰ سال بادشاہت کی۔ اسی کی اولاد میں سے ایک شخص کو آج کل بلاد اندلس کی حکومت حاصل ہے جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ بلاد اندلس کا بادشاہ آج کل عبدالرحمٰن بن محمد ہے۔ اور اسی وقت سے عبدالرحمٰن کا بیٹا حکم اس کا ولی عہد ہو گیا ہے جو سیرت کے لحاظ سے بہترین مردم ہے اندلس میں چاندی کی ایک بہت بڑی کان ہے اور پارہ کی کان ہے پارہ اچھا نہیں (مگر) تمام بلاد اسلام و کفر میں لے جایا جاتا ہے۔ اسی طرح بلاد اندلس سے زعفران اور سونٹھ باہر لے جائی جاتی ہے ٭

خوشبوؤں کی اصلیں پانچ ہیں۔ مشک۔ کافور۔ اگر۔ عنبر اور زعفران یہ سب چیزیں سرزمین ہند اور قرب و جوار ہند سے باہر لے جائی جاتی ہیں۔ مگر زعفران و عنبر نہیں لے جائے جاتے (اندر سرزمین زنج۔ شحر اور اندلس میں پائے جاتے ہیں ٭

[1] ثغور کا (مفرد) سرحد ملک اور بعیف اور لشکر اور قلعہ میں رخنہ پہاڑ کا شگاف اور اس کا شعبہ ۱۲ منتہی الارب

صہ ۵

...خوشبوؤں کی قسمیں پندرہ ہیں بالچھڑ۔ لونگ۔ جائفل۔ گلاب۔ ترنج۔ سرو ترکستانی[1] دار چینی۔ قرنوہ[2]۔ الائچی۔ کبابہ[3]۔ الائچی سفید[4]۔ حب المنشم[5]۔ بیخ نیلوفر۔ سنبل۔ زعفران یمنی۔ عود ہندی۔ اظفار[6]۔ برنگ۔ لوبان[7]۔ لاذن[8]۔ میعہ[9]۔ قرنفل[10]۔ جرائتہ اور شک بلائی[11] ہم اپنی کتاب اخبار الزمان میں چاندی۔ سونے اور پارے کی کانوں اور تمام خوشبوؤں کی اقسام کا حال بیان کر آئے ہیں۔ پس اس امر یعنی بیان معادن و انواع طیب نے ہمیں ان چیزوں کے زیادہ بیان کرنے سے مستغنی کر دیا ؛

اب ہم مراتب ملوک کی طرف عود کرتے ہیں۔ اور ان ممالک میں سے جو بحر حبشی پر واقع ہیں۔ اور جن کا بیان ہم نے شروع کیا تھا۔ جو کچھ باقی رہ گئے ہیں۔ ان کا سلسلہ چھیڑتے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں۔ کہ زنگ کا بادشاہ فلیمی۔ انگز کا بادشاہ کنداج جیرہ کا بادشاہ بنی نصیر لعمانیہ و مناذرہ میں سے جبال طبرستان کا بادشاہ یدعا قارن ہند کا بادشاہ بلہری اور قنوج کا بادشاہ ملوک سندھ میں سے بوذرہ ہے۔ یہ بوذرہ ہر ایک بادشاہ کا نام ہے جو قنوج کے قریب ہے۔ علاقہ قنوج میں ایک شہر ہے جس کا نام اہل قنوج کے بادشاہوں کے نام پر بوذرہ ہے۔ آج کل یہ شہر دائرۂ اسلام میں آ گیا ہے اور یہ مضافات ملتان میں سے ہے۔ ملتان کے بادشاہ کے متعلق ہم کہہ چکے ہیں کہ وہاں کا بادشاہ اسامہ

---

[1] زرنب (رنسف) ایک خوشبودار گھاس ہے۔ ترنج کی خوشبو کے مشابہ اسے عربی میں رجل الجراد بھی کہتے ہیں اور فارسی میں سرو ترکستانی از منتہی الارب صاحب غیاث میگوید کہ نام دوائی کہ برگ درختے باشد از منتخب ۱۲ [2] قرنوہ گیاہیست کہ در رنگ برآید از صراح و صاحب منتہی میگوید کہ عود درخت کا پھل فلفل سے چھوٹا ۱۲ [3] کبابہ الوعی از دوارہا ۱۲ صراح [4] ہال۔ الائچی سفید ۱۲ غیاث [5] منشم (رنسف) ایک خوشبو ہے کہ جس کی شکل سے کوئی جاتی ہے۔ فائدہ بیخ نیلوفر قسط عود ہندی ۱۲ منتہی و غیاث و صراح [6] اظفار (رنسف) کٹے ہوئے ناخن کی مانند ایک خوشبودار شے یعنی کہ سوا حد ندارد الظافیر جمع ۱۲ منتہی الارب [7] ضرو (رنسف) لوبان درخت یا اس کا گوند ۱۲ منتہی الارب [8] لاذن رطوبۃ تعلق بشعر المعزی و لحاھا اذا رعت نباتا یعرف بہ قلسوس او قستوس و ما علق بشعرھا جید مسخن ملین ... للسدد و افواہ العروق مدر نافع للنزلات والسعال و وجع الاذن و ما علق باخلاقہا فاردی ۱۲ صراح [9] میعہ (رنسف) ایک اچھا خوشبودار عطر ہے یا ایک درخت کا گوند ہے کہ روم میں پیدا ہوتا ہے یا سفر جن کا گوند ۱۲ منتہی الارب [10] قنبل (رنسف) ایک درخت ہے ۱۲ منتہی الارب [11] زباد۔ عرق خبیثہ حیوانیکہ ان نوعے از گربہ صحرائی باشد و آن عرق خوشبودار و سیاہ رنگ و سفید تر بزردی مائل نیز باشد بقوام شہید از بحر الجواہر و کشف و سوندو منتخب سرورد و دارو در پرہ بلطخ و فتح مولف گوید کہ ہندی آنرا شک بلائی گویند و یکے از آشنایان فقیر آں را دیدہ است ۱۲ غیاث

بن لوئی بن غالب کی اولاد میں سے تھے۔ یہ بادشاہ صاحب فوج و انصار و اعوان ہے۔
ملتان مسلمانوں کی بڑی بڑی سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے۔ ملتان کی سرحد کے چاروں طرف
ص۵۴ بادشاہ کی جائدادوں اور گاؤں میں سے ایک لاکھ بیس گاؤں کا حد و شمار ہو سکتا ہے (جو گنے
نہیں جا سکے وہ ان سے الگ رہے) ملتان میں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ایک صنم ہے
جسے ملتان کہتے ہیں۔ اہل ہند و سندھ دُور دُور سے زر و جواہر، عود اور ہر قسم کی خوشبوؤں
کی نذریں اس کے پاس لاتے ہیں۔ ہزاروں آدمی اس کے پاس آتے ہیں اہل ملتان
کے وہ مال جو زیادہ تر اس بُت کے پاس (بطور نذر) لائے جاتے ہیں۔ خالص[1] عود قماری
کی عمدہ عمدہ[2] لکڑیاں ہوتی ہیں۔ یہ قماری اگر ایسا (قیمتی اور عمدہ) ہوتا ہے کہ نو من دو سو دینا
قیمت تک پہنچ جاتا ہے۔ جب اس میں مہر لگائی جاتی ہے تو اس میں ایسے اثر کرتی ہے
جیسے شمع میں اس کے علاوہ اور عجیب عجیب ایسی چیزیں ہیں جو اس کے پاس لائی جاتی ہیں
جب کافر بادشاہ ملتان میں آئے اور مسلمان ان سے نہ لڑ سکے۔ تو اس بت کے توڑ دینے
اور اس کی ایک آنکھ پھوڑ دینے کی دھمکی دی۔ تب کفار کی، فوجیں ان کے پاس سے
ہٹتیں ہیں (مسعودی، تیسری صدی کے بعد بلاد ملتان گیا تھا۔ اس وقت وہاں کا بادشاہ
ابو اللہاب منبہ ابن اسد قرشی اسلامی تھا علی ہذا اسی زمانہ میں بلاد منصورہ گیا تھا۔ وہاں کا
بادشاہ اس وقت ابو منذر عمر بن عبد اللہ تھا وہاں میں نے اس کے وزیر اور اس کے دونوں
ص۵۵ بیٹوں محمد و علی کو دیکھا۔ اور وہاں میں نے ایک مرد عرب کو دیکھا جو وہاں کے سرداروں
میں سے ایک سردار اور بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ اس کا نام حمزہ تھا۔ بلادن
منصورہ میں اولاد علی مرتضٰے، اولاد عمر بن علی اور اولاد محمد بن علی کے بہت سے آدمی ہیں۔ شاہان
منصورہ اور ابو شوارب قاضی کے خاندان میں قرابت، میل ملت اور رشتہ داری ہے۔ اس لئے
کہ منصورہ کے وہ بادشاہ جن میں کا بادشاہ آج کل ہے۔ ہبار بن اسود کی اولاد میں سے ہیں۔
اور بنی عمر بن عبد العزیز قرشی کہلاتے ہیں۔ یہ عمر بن عبد العزیز" عمر بن عبد العزیز بن مروان
اموی نہیں ہے ؎

تمام مذکورہ نہریں جب بلاد فرج[3] بیت ذہب یعنی بلاد ملتان کی سمت کو ہو کر گذرتی ہیں

---

[1] عود قماری بضم قاف عود یکہ از قمار آوردہ شود و قمار بضم اول نام شہریست کہ در منتہائے ہند قریب دریائے شور بطرف جنوب کذا فی البرہان و در سراج نوشتہ کہ قمار یا بلم نام شہریست از ہند چون قاف در ہندی نیست ظاہرا قمار بالضم معرب کمار است چنانچہ قند معرب کند و در منتخب لطائف و بحر الجواہر و کشف بایں معنے قمار را بفتح قاف نوشتہ است ۱۲ غیاث [2] سری (فکت) ہر چیز نفیس ۱۲ منتہی الارب [3] صفحہ ۱۶ سمط الدرر میں اس اصطلاح کی تفسیر دیکھئے ۱۲

فاصلہ پر ملتان و منصورہ کے مابین مقام دو شاب میں جا کر ایک ہو جاتی ہیں - اور جب یہ شہر رور کی
غربی جانب میں پہنچتی ہیں اور وہ مضافات منصورہ میں سے ہے تو یہاں پر ان کا نام مہران ہو جاتا
ہے - پھر اس کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں - اور دونوں قسمیں اس بڑے دریا سے نکل کر جو مہران
سندھ کہلاتا ہے - شہر شاکرہ (منجملہ مضافات منصورہ) میں بحر ہندی کے اندر گر جاتی ہیں - یہ ابحر
ہند میں مہران کی دونوں قسموں کے گرنے کا مقام، وہیں سے دو دن کی راہ پر ہے - ملتان سے
منصورہ تک جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں - پچھتر (۷۵) سندھی فرسخ کی مسافت ہے اور ایک فرسخ صـ۴
آٹھ میل کا ہے اور منصورہ کی تمام زمینیں اور گاؤں جو اس کے مضافات ہیں تین سو گاؤں
کھیتیاں، درخت اور پے در پے آبادیاں ہیں - یہاں پر ایک قوم کی جسکو اہل جیدر (یہ اہل سندھ کی
ایک قسم ہے) کہتے ہیں - دوسری قوموں سے بہت لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں - یہ تمام مقامات
(مضافات منصورہ) سندھ کی سرحدیں ہیں - اسی طرح ملتان بھی سندھ کی سرحدوں اور ان آبادیوں
اور شہروں سے ہے جو ان سرحدوں کے مضافات ہیں - منصورہ کا نام منصور بن جمہور
عامل بن امیہ کے نام پر رکھا گیا ہے ۔

شاہ منصورہ کے پاس بہت سے جنگی ہاتھی ہیں وہ اسّی ہاتھی ہیں - ہر ہاتھی کے لئے یہ قاعدہ
مقرر ہے کہ اس کے گرد جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں پانچسو پیادے ہیں - وہ (تنہا) ہزاروں
شہسواروں سے لڑتا ہے - میں نے اس کے (شاہ منصورہ کے) پاس دو ہاتھی بہت ہی بڑے دیکھے
جو اپنی دلیری جنگجوئی اور (مقابل کی) فوجوں کو شکست دینے پر پیشقدمی کی وجہ سے تمام
سندھ و ہند کے بادشاہوں میں مشہور رہیں - ایک کا نام منفر قلس ہے اور دوسرے کا جیدرہ
منفر قلس کے بہت سے حالات عجیبہ اور افعال حسنہ ہیں جو ان شہروں میں اور ان کے ماسوا
(دوسرے شہروں) میں مشہور ہیں - منجملہ ان کے یہ کہ اس کا کوئی سائیس مرگیا - تو اس
نے کئی دن نہ کچھ پیا نہ کھایا، رنجیدہ آدمی کی طرح بہت رویا[1] نالہ[2] وزاری کی اور برابر اس
کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری رہے کہ رکتے نہ تھے اور ان میں سے یہ کہ وہ ایک دن
ہاتھی خانہ سے چلا - جیدرہ ہاتھی اس کے پیچھے تھا - اور اسّی ہاتھیوں میں سے باقی ہاتھی ان
دونوں کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے - منفر قلس منصورہ کے راستوں میں سے ایک تنگ راستہ
میں پہنچا - اس کی گذرگاہ میں بے خبری کی حالت میں ایک عورت آگئی - جب اس عورت نے صـ۵
اس کو دیکھا تو مدہوش ہو گئی، ڈر کے مارے چت گر پڑی - اور اس کے تمام محفوظ مقامات

[1] حنین رونا - ناقہ کا رونا کہ اپنے بچہ سے جدا ہوئی ہو بہت رونا ۱۲ منتہی الارب

[2] انین - نالہ ۱۲ منتہی الارب

درمیان راہ میں برہنہ ہو گئے - جب منقر قلس نے یہ دیکھا - تو اس عورت کے سبب سے راستے کے
عرض میں اپنی داہنی جانب کو پچھلے ہاتھیوں کی طرف کر کے جو گذرنا چاہتے تھے کھڑا
ہو گیا اور اپنی سونڈ سے اس کو کھڑا ہو جانے کا اشارہ کرنے لگا - اس کے کپڑوں کو
اس پر اکٹھا کرنے لگا - اور اس کے کھلے ہوئے اعضا کو چھپانے لگا یہاں تک کہ عورت
کے حواس جمع ہوئے - راستہ سے ہٹی اور جان میں جان آئی - تب ہاتھی بھی اپنے راستہ
پر سیدھا ہو لیا اور اس کے پیچھے (دوسرے) باقی ہاتھی چلے جنگی ہاتھیوں کے (اسی طرح)
بہت سے واقعات بیان کئے جاتے ہیں - اور کام کرنے والے ہاتھی (جو لڑتے نہیں
ہیں) چھکڑے[1] کھینچتے ہیں اور ان پر بوجھ لادے جاتے ہیں اور چاول نیز دوسری غذاؤں کے
کھلیان (ڈھیر) کے گاہنے[2] کے کام میں لائے جاتے ہیں - جیسے کہ بیل کھلیان[3] کو گاہتے ہیں
جہاں اس کتاب میں زنگ کے حالات بیان ہوں گے - وہاں ہم ہاتھیوں کا اور ان کے بلاد زنگ
میں ہونے کا ذکر کریں گے - اس لئے کہ تمام ممالک میں بلاد زنگ سے زائد ہاتھی نہیں ہیں "
یہاں کے تمام ہاتھی وحشی ہیں ؂

یہ ملک سندھ و ہند کے مختصر حالات ہیں - اہل سندھ کی زبان اہل ہند کی زبان کے خلاف
ہے - سندھ بلادِ اسلام کے قریب ہے پھر ہند کا مرتبہ بحیثیت قربت ہے - اہل مانکیر کی
زبان جو مملکت بلہری کا دار السلطنت ہے کیریہ ہے جو سقع یعنی کرہ کی طرف منسوب ہے - ساحل
لاروی (کے شہروں) کی زبان مثل سیمور - سوبارہ - تانہ اور ان کے علاوہ دوسرے ساحل کے
شہروں کی لاریہ ہے - اور باشندگان ساحل کے شہر اس دریا کی طرف منسوب ہیں - جس پر وہ واقع
ہیں - اور وہ لاروی ہے - اس کا ذکر کتاب کے گذشتہ حصہ میں گذر چکا - سندھ اور ہند کے بادشاہوں
میں سے کوئی بلہری کی طرح اپنے ملک میں مسلمانوں کا اعزاز نہیں کرتا - اس کے ملک میں اسلام
نہایت معزز و محفوظ ہے - اہل ملک کی نماز پنجگانہ کے لئے آباد مسجدیں اور جامع مسجدیں
ہیں - ان کا بادشاہ چالیس پچاس سال یا اس سے زائد بادشاہ رہتا ہے - اس کی مملکت
والوں کا یہ خیال ہے - کہ ہمارے بادشاہوں کی عمریں طریقہ عدل (کی پابندی) اور
مسلمانوں کی عزت کرنے کی وجہ سے زائد ہوتی ہیں - یہ بادشاہ اپنی فوجوں کو اپنے
بیت المال سے کھانا دیتا ہے جیسے کہ مسلمانوں کا اپنی فوجوں کے ساتھ عملدرآمد ہے - ان میں طاہری
درہم رائج ہیں - ایک درہم کا وزن ۱½ درہم کی برابر ہوتا ہے (کہ ماس) (اس درہم) پر ان کے

---

[1] عجال (نف) جمع عجلہ (نفف) گاڑی یا چھکڑا جس میں بوجھ لادیں ۱۲ منتہی الارب ۲ دراس (نفس)
گیہوں کے کھلیان کو گاہنا ۱۲ منتہی الارب ۳ بیدر (نفسف) کھلیان، بیل [illegible] (نسقف) ڈھیر لگانا گندم وغیرہ ۱۲

آغازِ سلطنت کا سکہ ہوتا ہے۔ اس کے جنگی ہاتھی کثرت کی وجہ سے شمار نہیں کئے جا سکتے۔ اس کے شہروں کو بھی بلادِ کمکر کہتے ہیں۔ اہلِ بلادِ کمکر سے قوم گوجر کا بادشاہ ان کے بادشاہ کی مملکت کی اطراف میں سے کسی ایک طرف سے آکر لڑتا ہے۔ یہ بادشاہ بہت سے گھوڑوں اونٹوں اور فوجوں والا ہے اور سمجھتا ہے۔ کہ تمام عالم کے بادشاہوں میں سوائے صاحب اقلیم بابل کے اس سے بڑا کوئی بادشاہ نہیں۔ بابل چوتھی اقلیم ہے۔ ایسا (یعنی اس کا ملک بابل کو اپنے آپ سے ترجیح دینا اس لئے ہے۔ کہ اس کا تمام بادشاہوں پر رُعب اور دبدبہ قائم ہے۔ ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں سے بھی بغض رکھتا ہے۔ اس کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ اور اس کا ملک سمندر میں دُور تک زبان کی طرح چلے جانے والے حصہ پر واقع ہے۔ اس کی زمین میں سونے اور چاندی کی کانیں ہیں۔ اور وہیں اہلِ ملک ان (معادن) کی بیع و شرا کے معاملات کرتے ہیں۔ پھر اس بادشاہ کے قریب شاہ طافن ہے۔ جو اپنے ارد گرد کے بادشاہوں کے ساتھ کوڑیوں[1] سے لین دین کرنے والا اور مسلمانوں کا اعزاز کرنے والا ہے۔ اس کی فوجیں سلاطین مسبوق الذکر کی فوجوں جیسی نہیں۔ پھر اس بادشاہ کے قریب مملکت رہمی ہے۔ یہ (رہمی) اس مملکت والوں کے بادشاہوں کے لئے (نام بطور) نشانی اور ان کے ناموں میں سب سے زیادہ عام ہے۔ اس بادشاہ سے قوم گوجر لڑتی ہے۔ اور اس کا ملک اس کے ملک سے متصل ہے۔ شاہ رہمی بلہری سے اس کی حکومت کی اطراف میں سے کسی ایک طرف سے آکر لڑتا ہے۔ وہ (شاہ رہمی) فوجوں کے اعتبار سے اور ہاتھی گھوڑوں کے لحاظ سے شاہ بلہری، شاہ قوم گوجر اور شاہ طافن (سب) سے زائد ہے۔ جب وہ لڑائیوں کے لئے جاتا ہے۔ تو اس کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ پچاس ہزار ہاتھی ساتھ ہوتے ہیں۔ اس کی لڑائی موسم سرما میں ہی ہوتی ہے۔ جس کا سبب ہاتھیوں کا پیاس کا کم متحمل ہو سکنا۔ اور (لڑائی میں) کم ٹھہرنا ہے۔ اہلِ مملکت رہمی اہلِ مملکت بلہری سے کوڑیوں سے لین دین کرتے ہیں۔ ودع[1] مال البلد ہے یہی ان شہروں اور ملکوں کی پونجی ہے۔ (کما مر) رہمی میں اگر سونا چاندی اور کپڑے ایسے بنتے ہیں۔ کہ اس کے علاوہ دوسرے شہروں کی ان چیزوں میں ایسی باریکی اور نزاکت نہیں ہوتی۔ اسی کے شہر سے وہ بال باہر لے جائے جاتے ہیں۔ جو ضمر کہلاتے ہیں۔ اور جن سے ہڈی اور چاندی کی ڈنڈی لگا کر چوری[2] بنائی جاتی ہے۔ جسے لیکر خدام مجلسوں میں بادشاہوں

---

[1] ودع کی تفسیر سمط الدرر صفحہ ۳۸۔ اور اس کی شرح میں دیکھئے

[2] مذبہ (کفت) وہ جھلنی یا چوری جس سے مکھیاں ہٹائی جائیں۔ ۱۲۔ منتہی الارب

کے سروں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے شہر میں ایک جانور ہے۔ جسے نشان کہتے ہیں۔
اور عوام الناس اسی کا نام گینڈا رکھتے ہیں اس کی پیشانی پر ایک سینگ ہوتا ہے۔ یہ
جسم و جثہ میں ہاتھی سے چھوٹا اور بھینس سے بڑا ہوتا ہے۔ اور وہ گائے اور دوسرے
جگالی کرنے والے جانوروں کی طرح جگالی[1] کرتا ہے۔ ہاتھی اس سے (خوف کی وجہ سے)
بھاگتا ہے۔ حیوان کی تمام قسموں میں اس سے زیادہ قوی کوئی جانور نہیں۔ (واللہ اعلم)
اس لئے کہ اکثر ہڈیاں اس کی ملی ہوئی (بے جوڑ) ہیں۔ اس کی ٹانگوں میں کوئی جوڑ نہیں
(اسی لئے) وہ بیٹھ کر نہیں سو سکتا۔ وہ درختوں میں اور گھنے جنگلوں[2] میں رہتا ہے۔
سوتے وقت انہیں سے تکیہ کر لیتا ہے۔ اہل ہند اور اسی طرح وہ مسلمان جو ان کے شہروں میں
رہتے ہیں۔ اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سرزمین ہند و سندھ کی گائے بھینس
کی قسم میں سے ہے۔ حیوان کی یہ قسم یعنی گینڈا (اگرچہ) ہندوستان کے گھنے درختوں کے
جنگلوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن مملکت رہمی میں اور زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کے سینگ
نہایت صاف اور خوبصورت ہوتے ہیں ۔

رہمی کے ملک میں خشکی اور دریا (سب) ہیں۔ اور اس کے قریب ایک بادشاہ جس
کے (ملک میں) دریا نہیں۔ اس کو ملک کامن کہتے ہیں اس کی سلطنت کے باشندے چھدے[3] سے
ہوئے کانوں والے ہیں۔ ان کے پاس ہاتھی۔ اونٹ اور گھوڑے ہیں۔ مرد اور عورتیں
(سب) حسین و جمیل ہیں ۔

۹۱

ان سب کے بعد شاہ قرنج ہے اس کے پاس خشکی اور دریا (سب) ہیں۔ یہ خشکی کے
اس حصہ میں رہتا ہے۔ جو لانبا زبان کی طرح دریا میں چلا گیا ہے۔ اس کے شہر میں عنبر
بکثرت آتا ہے۔ اس کے شہر میں سیاہ مرچیں کم ہوتی ہیں۔ اس کے پاس بہت سے
ہاتھی ہیں۔ یہ تمام بادشاہوں سے زیادہ طاقت اور فخر و ناز والا ہے۔ اس کا ناز اس کی
قوت سے اور اس کا فخر اس کی طاقت سے زائد ہے ۔

اس بادشاہ کے قریب ہی شاہ موجہ ہے۔ اس کی مملکت کے باشندے خوشرو صاحب حسن و
جمال ہیں۔ ان کے کان چھدے ہوئے نہیں۔ ان کے پاس بہت سے گھوڑے ہیں۔ اور یہ لوگ
نہایت مضبوط و معزز آدمی ہیں۔ ان کے شہروں میں مشک بہت ہے۔ جیسا کہ ہم اس
کتاب کے گذشتہ حصہ میں اس ملک کے ہرنوں کے حالات بیان کر چکے ہیں۔ یہ قوم لباس

---

[1] اختیار اد جگالی کردن ۱۲ منتہی الارب [2] جمع اجمہ (بخفف) بہت سے درخت اس میں لپٹے ہوئے یعنی گھنے ۱۲ منتہی الارب [3] خرم۔ سوراخ گوش وقد انخرم تقبہ ای انشق فاذا لم ینشق اخرم ۱۲ صراح

میں اہل چین کے مشابہ ہے۔ ان کے شہر بہت مضبوط، بلند اور سفید ہیں۔ سرزمین سندھ و ہند اور اُن تمام ممالک میں جن کا ہم نے ذکر کیا۔ اس مملکت کے پہاڑوں سے زیادہ طویل اور بلند پہاڑ نہیں دیکھے سُنے گئے۔ اس مملکت والوں کا مشک مشہور اور ان کے شہروں کی طرف منسوب ہے۔ اس کو وہ دریائی سفر کرنے والے پہچانتے ہیں۔ جو اس کے باہر لے جانے کی مشقت اُٹھاتے ہیں۔ یہ مشک مشک مروجی کہلاتا ہے ؛

پھر شاہ موجہ کے قریب مملکت مآند ہے۔ اس مملکت والوں کے بہت سے شہر اور وسیع عمارتیں اور بڑی بڑی فوجیں ہیں۔ ان کے بادشاہ اپنے شہروں میں کانوں[1] اور اموال و اطراف[2] مملکت سے ٹیکس[3] وصول کرنے اور اس کے علاوہ دوسرے کاموں کی مزدوری[4] میں شاہان چین کی طرح جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کر آئے ہیں خصی[5] نوکروں کو کام میں لاتے ہیں۔ اہل مآند اہل مملکت چین کی ہمسائگی[6] اور پڑوس میں بستے ہیں۔ اور قاصد ان (دونوں مملکتوں والوں) کے درمیان ہدیے لاتے لے جاتے رہتے ہیں۔ ان کے درمیان بلند پہاڑ اور پہاڑی[7] دشوار گذار راہیں ہیں۔ اہل مآند میں بڑی قوت اور سخت دلیری و طاقت ہے۔ جب شاہ مآند کے قاصد مملکت چین میں آتے ہیں۔ تو ان پر (نگہبانوں کا) تقرر کر دیتے ہیں۔ اور اس خوف سے کہ وہ ان کے راستوں اور ان کے شہروں کے جنگلوں[8] پر مطلع ہو جائیں گے۔ وہ ان کی تفتیش و تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ (اور ایسا) اس لئے کہ (اہل) مآند اُن کے نزدیک بڑے (خوفناک لوگ) ہیں ؛

علامہ مسعودی کہتے ہیں۔ کہ ہند و چین وغیرہ کی جن قوموں کا ہم نے ذکر کیا ان کے لئے مآکل و مشارب، مناکح و ملابس علاج اور آگ سے داغنے اور دواؤں اور ان کے علاوہ باقی امور میں مخصوص اخلاق و عادات ہیں ؛

---

[1] ولایۃ بالکسر بمعنی خطہ ۱۲ منتہی الارب [2] جبایۃ (فقسف) محصول اکٹھا کرنا ۱۲ منتہی الارب [3] عمالۃ (صفسف) مزدور کی مزدوری ۱۲ منتہی الارب [4] خصی (دکت) آختہ ۱۲ منتہی الارب [5] مجاورۃ۔ ہمسائگی کرنی۔ کسی کی پناہ میں آنا ۱۲ منتہی الارب [6] جمع عقبہ (ففف) پہاڑ پر دشواری سے چڑھنے کی جگہ ۱۲ منتہی الارب [7] عوائر جمع عوراء جیسے صحاری جمع صحراء یعنی صحرائے بے آب ۱۲ منتہی الارب [8] "لم یزالو" لکھو۔ ۱۳-۱۲ شارح

مقامات بدیع الزمان الہمذانیؒ

مقامہ قریضیہ

عیسٰی بن ہشام نے ہم سے ذکر کیا۔ کہ مجھے غربت[1] لوطنی نے جا بجا پھینکدیا حتیٰ کہ جب میں نے جرجان[2] اقصے[3] کی سرزمین پر قدم دھرا۔ تو حوادث زمانہ سے بچنے کیلئے میں نے ایک جائداد کو پشت و پناہ قرار دیا۔ جس میں میں نے تعمیر کے ہاتھ کو حرکت دی۔ ہر طرح کے ضروری لوازم مہیا کرکے اس کو آباد اور قابل زراعت بنایا۔ اور کچھ مال کو بھی جس کو میں نے بیوپار میں لگا دیا۔ اور ایک دکان کو بھی جس کو میں نے اپنے لئے جائے بازگشت بنایا (یعنی دکان سے صرف مقصود یہ تھا۔ کہ مجھ سے ملنے والے یہاں آکر ملا کریں) میں نے گھر کیلئے دن کے دونوں کنارے (صبح و شام) اور دکان کیلئے درمیانی وقت رکھا۔ ایک روز ہم بیٹھے ہوئے شعر و شعراء کا تذکرہ کررہے تھے۔ اور ہمارے سامنے ایک نوعمر بیٹھا ہوا تھا جو کچھ زیادہ دور نہ تھا۔ وہ کچھ اس طرح سناٹے میں تھا۔ گویا کچھ سمجھتا تھا اور اس طرح خاموش گویا کچھ نہیں جانتا (یعنی اس کی خاموشی حاضرین کو اس کے عالم یا جاہل ہونے کے متعلق متردد رکھتی تھی) حتیٰ کہ جب گفتگو ہم کو اپنی طرز پر لے چلی۔ اور مباحثہ نے ہمارے سامنے اپنا دامن گھسیٹا (بات دور پہنچی اور بڑھ گئی) تو وہ بولا تمہیں اس بات کا عُذَیق[5] اور جُذَیل (آزمودہ کار) مل گیا۔ (یعنی میں) اگر میں چاہوں تو بولوں اور فیض پہنچاؤں۔ اور اگر میں نے کچھ کہا۔ تو پلٹاؤں گا بھی۔ اور لاؤں گا بھی۔ (یعنی شروع کرکے انتہا تک پہنچاؤں گا

---

[1] ہمذانی ہمذان بفتحتین و ذال معجمہ عراق عجم کا ایک مشہور اور تاریخی شہر جو اس علاقہ کا سب سے بڑا اور خوش آب ہوا شہر ہے۔ بخت نصر نے اس کو ویران کردیا۔ پھر دارا ابن دارا نے از سر نو بسایا۔ پھر آج تک آباد چلا آیا یہاں کی سردی ضرب المثل ہے ۱۲ [2] النویٰ جہاں کے سفر کا ارادہ ہو نیز غربت ۱۲ [3] جرجان۔ طبرستان اور خراسان کے مابین ایک عظیم الشان شہر ہے ۱۲ [4] اقصیٰ بعید ترین [5] غُذَیق تصغیر تعظیم غذق درخت خرما مع بار جُذَیل تصغیر تعظیم جذل وہ کھونٹا جو خارش زدہ اونٹوں کی پیٹھ کھجانے کے لئے گاڑ دیا جاتا ہے۔ اصل میں یہ حباب بن المنذر الانصاری کے اس قول سے لی گئی ہے انا جذیلھا المحکک وعُذَیقھا المرجب مراس کام کی وہ چوب خارش ہوں جس کے ساتھ پیٹھیں رگڑی جاتی ہیں اور وہ نخل باردار ہوں جس کو بوجھل ہونے کے وقت سہارا دینے کے لئے ایک کٹہرا سا کھڑا کردیا جاتا ہے یعنی تجربہ کار ہوں ۱۲

یا جس بات کا ذکر کروں گا اُسے بیان کرونگا - (اصل میں یہ لفظ جانوروں کو پانی کے گھاٹ پر لانے اور لیجانے کے لئے ہے) اور میں اپنے اس بیان سے جو بہروں کو شنوا کر دے - اور بارہ سنگھوں کو پہاڑ پر سے اُتار لائے - حق کو بے نقاب کردوں گا - اس پر میں نے کہا - کہ اے فاضل ذرا ٹھیرو کہ تُو نے تو ہمیں آرزو مند کر دیا - اور (جو کچھ ہوا لا - کہ تُو تو اپنے اگلے دانت جھاڑ چکا ہے - اگو جوان ہے مگر تجربہ کار بڈھا معلوم ہوتا ہے) وہ قریب ہوا اور کہنے لگا "مجھ سے پوچھو کہ تم کو جواب دوں گا - اور سنو کہ تم کو پسند آونگا"۔ ہم نے کہا - تیری امرؤ القیس کی بابت کیا رائے ہے؟ کہا وہ پہلا شخص ہے جو منازل محبوبہ اور اُن کے صحنوں پر ٹھہرا (ٹھہر کر یادِ محبوبہ میں رویا) اور صبح سویرے اس وقت (اپنے کام کے لئے) چلا جبکہ ہنوز پرندے گھونسلوں میں دسوئے) پڑے تھے - اور گھوڑوں کی پوری صفتیں واکیں اور کمائی کی خاطر شعر نہیں کہے لہٰذا ان شعرا سے گوئے سبقت لے گیا - جن کی زبان حیلۂ (معاش) کے لئے کھلی تھی - اور جن کا سر انگشت مطلب کیلئے بڑا تھا ہم نے کہا - النابغہ کی بابت کیا کہتے ہو؟ کہا جب وہ لال پیلا ہوجاتا ہے تو سخت گالی دیتا ہے - اگر کچھ غرض ہو تو اچھی ستائش کرتا ہے - اگر ڈرتا ہو تو اچھی معذرت کرتا ہے - اور اس کا ہر تیر تیر بہدف ہوتا ہے - ہم نے کہا - زہیر کی بابت کیا کہتے ہو؟ کہا وہ شعر کو پگھال دیتا ہے - اور شعر اس کو بہت کچھ جانتا ہی او ر دماغ سوزی سے شعر کہتا ہے) اور وہ سخن کو بلاتا ہے مگر جادو آ پہنچتا ہے - ہمنے کہا - پھر طرفہ کی بابت کیا رائے رکھتے ہو؟ کہا وہ تو سخن کا آب اور اس کی سرشت ہے (گویا پچھلے شعرا کیلئے ماخذ ہے) اور قافیوں کا خزانہ اور شہر ہے جو وہ مرگیا - حالانکہ اس کے دفینوں کے راز (نہانی قابلیتیں) ہنوز ظاہر نہ ہوئی تھیں (کہ پچیس برس ہی کی عمر میں مرگیا تھا) اور اسکے خزانوں کے قفل ہنوز نہ کھلے تھے - ہم نے کہا - جریر و فرزدق کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اور کہ ان میں کون پیشرو ہے؟ کہا کہ جریر کے کلام میں رقت اور آمد بیحد ہے - اور فرزدق کی چٹان سخت ہے (بندش الفاظ چست ہے) اور وہ کثیر الفخر ہے - جریر کی ہجو بڑی دردرساں ہے - اور اس کے موجودہ مفاخر بہت زیادہ شریف ہیں اور فرزدق زیادہ مطالب کو ڈھونڈ لانے والا ہے

لہ عُصْم جمع اعصم سفید دست بُز کوہی - یہ ایک ضرب المثل ہے یعنی اسکا بیان ایسا دلاویز ہے کہ ایسا متوحش جانور بھی اس کو سننے کیلئے پہاڑ سے اُتر آتا ہے ۱۲ ۔ لہ من وقف ثم و وہ باتیں جو اس نے کسی شاعر کے متعلق کہی ہیں - اس کے کلام کے تتبع کا نتیجہ ہیں فلیعلم ۔ سہ یُجید از اجادہ کسی کام کو اچھا کرنا ۱۲

سہ انتجع اصل میں انتجاع پانی اور گھاس کی تلاش میں پھرنا یہاں مراد مطلق سعی ۔ ھہ اغزر اکثر - غزر - کثر

لہ یومًا یعنی اسکی اپنی حاصل کی ہوئی عزت بہت ہے - گو موروثی شرف بمقابلہ فرزدق کم ہے خالفنا فیہ الاستاذ محمد عبدہ ۱۲

اور شریف القوم ہے۔ جریر اگر غزل[1] کہے۔ تو دلوں کو غمگین کر دیتا ہے۔ اگر کسی کے عیوب بیان کرتا ہے تو اس کو برباد ہی کر دیتا ہے۔ اور اگر تعریف کرے۔ تو اونچا کر دیتا ہے۔ اور فرزدق جب فخر کرتا ہے تو پورا[2] کرتا ہے۔ اگر کسی کی توہین کرتا ہے تو اس کو داغدار کر چھوڑتا ہے۔ اور اگر کسی کی صفت بیان کرتا ہے تو پھر توصیف کا پورا پورا حق ادا کر دیتا ہے۔ ہم نے کہا۔ نئے اور پرانے شعراء کے متعلق کیا کہتے ہو؟ کہا۔ اگلوں کے الفاظ بڑے پُرشوکت اور معنی فراخ ہوتے ہیں اور پچھلوں کی صنعت زیادہ لطیف اور ان کی بناوٹ بہت باریک ہے۔ ہم نے کہا۔ کاش تو ہمیں اپنے کچھ شعر دکھاتا اور ہمارے سامنے اپنے حالات دہراتا! کہا یہ دونوں باتیں ایک ساتھ ہی لو ؎

صہ ۴۸ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ میں (اپنے جسم پر) ایک پھٹا ہوا چیتھڑا اڑھا کے پھرتا ہوں اور بباعث تنگ حالی تلخ حالت پر سوار ہوں۔ اور زمانے کا بغض اپنے پہلو[3] میں دبائے ہوئے ہوں۔ کہ اس کے ہاتھوں سرخ (خونی) گردشیں اٹھائی ہیں۔ اب تو میرا منتہائے آرزو شعرائے[4] کا طلوع ہونا ہے (جو سخت گرمی میں نکلتا ہے تاکہ سردی سے نجات ملے) کہ ہم نے خالی خولی (دولت ملنے کی) آرزوؤں میں ایک عرصہ گذار دیا ہے۔ یہ شریف (میں) بہت کچھ قدر رکھتا تھا۔ اور اس چہرے کا آبِ گراں نرخ تھا (مانگ کر آبروریزی کرنے کے لئے نہ تھا) کسی زمانہ میں میں نے مسرت کے تیسیز جیسے دارا کے گھر اور کسرے کے محل[5] میں گاڑے تھے (یعنی کبھی فارغ البالی سے زندگی گذاری تھی) مگر اب تو زمانہ نے پیٹ کی جگہ پیٹھ دکھا دی ہے (حالت بالکل پلٹ دی ہے) اور میرا معہودہ عیش آج بالکل ناآفتاب بن گیا ہے۔ زمانہ نے میرے مال کثیر میں سے بجز یاد کے اور کچھ نہیں چھوڑا پھر اس وقت سے آجتک یہی چلا آیا ہے۔ اگر شہر سرمن راے[6] میں میری بوڑھیا (بیوی) نہ ہوتی۔ اسی طرح شہر بصرے[7] کے پہاڑوں کے قریب میرے کچھ چوزے نہ ہوتے (یعنی بچے نہ ہوتے) جن پر زمانہ نے مصیبت لا ڈالی ہے۔ تو اے میرے سردار! میں اپنی جان کو جوکھوں[8] میں ڈال کر خودکشی کر لیتا۔ عیسےٰ بن

[1] نسب از نسیب یعنی غزل ۱۲ [2] اجزی اس کا اپنا فخر کافی ہوتا ہے از جزء ۱۲ [3] مضطبن از ضبن پہلو ۱۲ .... [4] السراء مخفف السراء نکھوش [5] آوان مخفف ایوان کسرے جو تاہنوز مدائن کے کھنڈرات میں کھڑا ہوا نوشیرواں کی آن شوکت سے سنا رہا ہے ؎ عبرت بیں از دیدہ نگاہ کن ہاں ❊ ایوان مدائن از آئینہ عبرت داں [6] سرمن را مخفف سرمن رائے معتصم کا بغداد کے قریب بنایا ہوا شہر [7] بصرے شام کے ضلع حوران کا مرکز حکومت [8] تقلت صابرًا اپنے نفس کو کسی مہلک حالت میں اتنی دیر تک جلنے رہتا کہ تڑپ تڑپ کر میری جان نکل جاتی یا کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا ۱۲

ہشام کہتا ہے کہ جو حاضر تھا ہم نے دیا۔ وہ لیتے ہی ہم سے منہ موڑ کر چلتا بنا۔ میری دودلی کا یہ عالم تھا کہ کبھی اس سے انکار کرتا رہا اور کبھی اس کو ثابت کرتا رہا اور کبھی اس سے انجان بنتا رہا مگر اس حالت میں کہ گویا جانتا بھی ہوں۔ پھر مجھے اس کے اگلے دانتوں نے اس کا پتہ دیدیا میں نے کہا۔ بخدا یہ تو ابوالفتح اسکندری ہے جو ہم سے جدا ہوتے وقت ایک آہو بچہ تھا۔ مگر اب تو بڑا اجڈ ہو کر آیا ہے۔ اس کے پیچھے ہولیا اور پھر اس کی کوکھ پکڑ لی اور کہا اے ابوالفتح کیا ہم نے عہدِ طفولیت میں تیری پرورش نہ کی تھی اور کیا تو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں نہیں گذارے تھے۔ پھر ستر من رائے میں تیری کون سی بڑھیا ہے۔ اس پر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا۔ ؎

ارے بھئی یہ زمانہ تو سراسر جھوٹ ہے۔ کہیں کوئی دھوکا تجھ کو بھٹکا نہ دے۔ کبھی ایک حال پر نہ رہ جس طرح زمانہ گھومے تو بھی گھومے جا۔

ص ۶۹

مقامہ ازاذیہ

ہم سے عیسیٰ بن ہشام نے کہا۔ کہ میں ازاذ قسم کی کھجور کے موسم میں بغداد میں تھا۔ میں گھر سے نکلا تاکہ خرید کے لئے اس کی کچھ قسمیں[1] پسند کروں۔ تھوڑے ہی قدم چل کر میں ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچا جس نے ہر قسم کے میوے لیکر چن رکھے تھے اور ہر طرح کی کھجوریں قرینہ سے لگا رکھی تھیں۔ میں نے ہر قسم میں سے بہترین پھل لے لئے اور ہر نوع کے اچھے اچھے پھلوں کو میں نے (ان کے ڈھیر سے) کاٹ دیا (لیکر الگ کر دیا) جب میں نے اپنے تہبند کے دامن ان بوجھوں پر سمیٹ لئے تو یکایک میری نگاہ ایک ایسے آدمی پر جا پڑی۔ جو شرم کے مارے اپنے سر کو نقاب سے ڈھانکے اپنے تئیں سامنے کھڑا کئے ہاتھ پھیلائے لڑکوں کو پہلو میں[2] لئے اور شیر خوار بچوں کو بغل میں اٹھائے ایک ایسی آواز سے جو اس کے سینہ کو کمزور اور پشت کو ناتواں[3] کئے دیتی تھی کہہ رہا تھا۔ ؎

ہائے مجھے دو لپ بھر ستو بھی نہیں ملتے یا چربی کا کوئی ٹکڑا جو آٹے کے ساتھ ملا کر پکایا گیا ہو یا شوربے[4] سے بھرا ہوا ایک پیالہ جو بھوک کے حملوں کو کچھ ٹھنڈا[5] کر سکے ورنہ بھوک سوکھ

[1] اعتام از اعتیام چننا انتخاب کرنا [2] حتضن الخ یعنی بڑے بچوں کو پہلو میں کھڑا کئے ہوئے اور چھوٹے بچوں کو بغل میں دبائے ہوئے تھا [3] الحرض کرما سخت ضعف جو انسان کو بالکل نڈھال کر دے اس کے دو معنے لکھو [4] المخ دیق اور خر دق شوربا مگر یہاں وہ شوربا مراد ہے۔ جس کے ساتھ روٹی کی چوری بھی ملالی گئی ہو یعنی سر بد [5] یفثاء اصل میں ہنڈیا پر پانی ڈال کر اس کے جوش اور ابال کو بٹھا دینا ۱۲

سُو کہ کر میرا کام ہی تمام کر دیگی (اور ہمکو راستہ سے اُٹھا دے (راستہ پر پڑکر مانگنے کی ضرورت نہ ہے) اے بعد از تنگی دولت بخشنے والے کسی ایسے[1] داتا کی ہتھیلی کو توفیق دے جو بلحاظ نسب شریف اور نجیب[2] ہو اور جو اپنی مقدوری کے قدم کو ہماری راہ دکھائے۔ اور میری زندگی کو بے لطفی[3] سے نجات دلائے۔

عیسٰی بن ہشام کہتا ہے کہ میں نے اپنی جیب سے ایک مٹھی[4] بھری اور اس کو دی۔ اس پر اس نے کہا ؎

اے وہ شخص جس نے میرے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہا ہے تو خدا کے یہاں اس رازداری کو لیکر پہنچ (بسبب خلوص اس بخشش کا چرچا خدا تک محدود رکھ) اور خدا سے دعا مانگ کہ وہ اس پر اچھا پردہ ڈال کر اس کو محفوظ رکھے۔ اگر اس کے شکریہ کی مجھ میں طاقت نہیں۔ تو خدا خود اس کا صلہ دینے کی فکر میں ہے"۔

عیسٰے بن ہشام کہتا ہے۔ کہ میں نے اُس سے کہا۔ کہ جیب میں ابھی کچھ بقایا موجود ہے۔ تو میرے سامنے اپنی باطنی اور اصلی حالت ظاہر کر۔ تو میں تیرے لئے آخری دام تک نکال دونگا اس پر اس نے اپنا ڈھاٹا ہٹایا۔ تو بخدا وہ ہمارا استاد ابوالفتح اسکندری نکلا۔ میں نے کہا۔ ارے تو کیا بلا ہے۔ اُس نے کہا ؎

لوگوں کو فریب اور دھوکا[5] دیکر اپنی زندگی گذار دے۔ میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ کبھی ایک حال پر نہیں رہتا۔ جو میں تم کو کہہ سناؤں۔ کبھی مجھے اس کی طرف سے بُرائی پہنچتی ہے۔ اور کبھی میری طرف سے اُس کے مقابلہ میں تندی اور تیزی ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس نے اسی وقت (اپنے کہے ہوئے) یہ اشعار پڑھے ؎

(۱) کمین گاہوں میں بیٹھے ہوئے اے تونگری کے حریص۔

(۲) تو اپنی جس دوڑدھوپ میں مصروف ہے۔ اس میں راست رو نہیں ہے۔

(۳) تمہاری یہ دینار جو ہے) اس میں تم ہمیشہ رہنے والے نہیں۔

(۴) کچھ دنیا کو (چھوڑ دے) کیونکہ تو بیٹھے ہوئے (وارث بعد از مرگ) کیلئے کوشش کنندہ ہے

المقامۃ البلخیہ

عیسٰے بن ہشام نے ہم سے کہا۔ کہ مجھے کپڑوں[6] کی تجارت کا خیال بلخ[7] لے گیا۔ وہاں

[1] لبیق ماہر چابکدست کاریگر ۱۲ [2] عریق۔ موروثی شریف ۱۲ [3] تر نیق اصل میں پانی پھر عیش کو مکدر اور گدلا کرنا ۱۲ [4] ملتقہ۔ از فال یقول یؤاتی دینا ۱۲ [5] تمویہ اصل میں ملمع کاری کرنا [6] بز۔ پارچہ کپڑے ۱۲ [7] بلخ ترکستان کا ایک مشہور شہر جو کوہستان ہندوکش کے شمال میں ہے۔ یہ علاقہ ان دنوں افغانستان کا ایک صوبہ ہے ۱۲

آیا۔ بحالیکہ میری پیشانی پر جوانی کے بال[1] تھے۔ بے فکری تھی۔ اور تونگری کی زینت[2] بھی۔ مجھے اگر فکر تھی۔ تو اس امر کی کہ کسی طرح فکر کی بچھیری[3] کو رام کروں۔ یا کسی بد[4] کے ہوئے کلمے کو شکار کروں۔ جب تک[5] میں وہاں رہا۔ میرے اپنے کلام سے بہتر اور کوئی کلام میرے کان میں نہ پڑا۔ جب جدائی نے ہمارے لئے اپنی کمان موڑی[6] یا جب وہ موڑا چاہتی ہی تھی۔ تو ہمارے پاس ایک نوعمر آیا۔ جس کی ہیئت (رباعث خوبی) آنکھوں میں سمائی جاتی تھی۔ جس کی داڑھی (رباعث بزرگی) اس کی رگ ہائے[7] گردن میں کھبی جاتی تھی۔ اور جس کی رخ چمکیلی... گویا دجلہ وفرات کا پانی پیا تھا۔ وہ نہایت بھلائی اور تعریف کے ساتھ مجھ سے ملا۔ جس کے عوض میں نے اس کو جزا دی۔ پھر اس نے کہا کیا تو سفر کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں بخدا! کہا خدا تیرے رائد[9] کو سرسبز مقام میں پہنچائے۔ اور تیرا پدرقہ رو راہ راست سے نہ بھٹکے اچھا پھر ارادہ کب ہے؟ میں نے کہا کل صبح۔ کہا

خدا کرے وہ صبح اللہ[10] کی صبح نکلے نہ سفر کی۔ اور یہ فال[11] دوبارہ ملاقات کا ہو نہ ہمیشہ کی جدائی کا۔ اچھا پھر جاؤ گے کہاں؟ کہا وطن کو۔ کہا خدا تمہیں اپنے دیس میں پہنچائے۔ اور تمہاری مراد بر آئے پھر پلٹو گے کب؟ میں نے کہا۔ آئندہ سال۔ کہا خدا کرے تم اپنی ابر بہر چادر (شب و روز) کو لپیٹو۔ اور اپنے تاگے کو دہرا[12] ہو (پھر بلخ میں آن پہنچو) اچھا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ فیاضی سے بھی کچھ

---

[1] یعنی بال سیاہ تھے۔ پیشانی جو عموماً جوان رکھتے ہیں [2] یعنی صرف کسی اچھے چٹکلے یا شعر کی فکر میں تھا ۱۲ [3] نافہ۔ [4] لکھو ۱۲ [4] شرود۔ اصل میں بد کا ہوا جانور یہاں کلمہ کو بلحاظ عدم واقفیت بدکا ہوا جانور قرار دیا ہے [5] مسافت کی جگہ مدت اچھا تھا [6] حتیٰ الفراق۔ فراق یعنی سفر کو ایک خط قرار دو جس کا ایک سرا وطن اور دوسرا بلخ ہو جب بلخ کے سرے کو موڑ کر وطن کے سرے سے اسی طرح ملایا جائے جس طرح کمان کے ایک گوشہ کو موڑ کر دوسرے کے قریب لایا جاتا ہے تو گھر پہنچ جائیگا [7] اخدعین۔ شہ رگ گردن کی دو رگیں [8] طرف لکھو [9] رائد۔ عرب لوگ خانہ بدوش ہونے کے باعث کسی خاص جگہ قیام نہیں کرتے تھے اگر موجودہ جگہ کا گھاس پانی ختم ہو جاتا۔ تو رائد (طالب آب و گیاہ) بھیجتے اگر اس کو کوئی جگہ سرسبز نظر آتی (وجدہ مخصبا) تو اپنے ساتھیوں کو وہاں بلا لاتا۔ ۱۲۔
[10] صباح اللہ۔ صبح کو اس لئے خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہی ہر طرح فیضان کا سرچشمہ ہے اور کسی کا برا نہیں چاہتا ۱۲ [11] طیر۔ عرب فال لینے کے لئے پرندہ اڑاتے تھے اگر وہ چیختا ہوا داہنی طرف اڑتا تو نیک فال ورنہ اگر بائیں کو اڑتا تو بد فال سمجھا جاتا یہاں صرف کامیابی اور برکت کی دعا کے لئے لفظ طیر لایا گیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ کوئی فال نہ لیا گیا تھا ۱۲
[12] تثنیت الخ تاگے سے مراد عرصہ سال ہے جس کا ابتدائی سرا بلخ ہے۔ اسی طرح دوسرا سرا بھی بلخ ہو۔ گویا دونوں سرے بٹے ہوئے تاگے کے سروں کی طرح ملا دئے جائیں ۱۲

سروکار رکھتے ہو؟ میں نے کہا۔ ہاں جیسے چاہو۔ کہا جب اس راہ سے خدا تم کو سلامت واپس لائے۔ تو میرے لئے اپنے ہمراہ ایک دوست نما دشمن[1] کو لیتے آنا جو صُفر[2] کے خاندان سے ہو لوگوں کو کفر کی طرف بلاتا ہو۔ ناخن پر ناچتا ہو[3]۔ گردہ[4] چشم کی طرح ہو قرض کا بوجھ گرا دیتا (اتار دیتا) ہو اور منافق[5] کی طرح دو رخا ہو۔ عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے۔ کہ میں نے اس سے معلوم کر لیا کہ یہ دینار مانگتا ہے۔ میں نے کہا اچھا ایک تو نقد لے لو اور دوسرے کا مجھ سے وعدہ لو۔ پھر کہنے لگا ؎

تیرا اقبال تو میری اپنی خواہش سے بھی بالاتر نکلا۔ تو سدا بزرگیوں کے لئے سزاوار رہے تیری لکڑی[6] سخت ہے، تیری بخشش دائمی ہے، تیری نسل فائق ہے اور تیری اصل پاکیزہ ہیں تو تیری بخشش کا بوجھ اٹھا نہ سکتا تھا اور سوال کا بار میری برداشت کے قابل نہ تھا ہیں تیری صفت کی انتہا پانے سے قاصر رہا اور تو عملاً میرے گمان سے بالاتر نکلا۔ اے زمانہ اور بزرگیوں کے شہسوار[7] اور زمانہ[8] تجھے کبھی گم نہ کرے[9]

عیسیٰ بن ہشام کہتا ہے۔ پس میں نے اس کو ایک دینار اور دیا اور پوچھا۔ اس فضیلت کا کھیت کہاں ہے (تیرا مولد کیا ہے) کہا قریش۔ نے میری پرورش کی ہے اور اس کے سنگریزہ زاروں میں میری شرافت بچھا دی گئی ہے (بطاح[10] قریش میں میری شرافت مسلم ہے) حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ تو ابوالفتح الاسکندری تو نہیں؟ کیا میں نے تجھے عراق کے بازاروں میں جوتیاں چٹخاتے پرچیوں[11] کے ذریعہ گداگری[12] کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ اس پر کہنے لگا ؎

خدا کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنی عمر کو معجون[13] مرکب بنا رکھا ہے۔ اگر شام کو عرب ہوتے ہیں۔ تو صبح کو نبطی[14] ہو جاتے ہیں "

---

[1] علی دالخ ذرا غور سے سوچو تو اشرفی میں یہ ساری صفتیں نظر آجائیں گی [2] الصفر جمع اصفر زرد، بنوالاصفر رومی عیسائیوں کو کہتے ہیں [3] یرقص الخ جب انگوٹھی پر رکھ کر کھنکھناتے ہیں [4] کل ارة الخ ہر گروہ و حلقہ [5] منافق الخ دو چہرے رکھتا ہے کہ تم سے کچھ اور کہیگا اور کسی سے اور کچھ اور جس طرح دینار کے دو رخ ہیں [6] صلبت الخ یعنی کوئی سے دبتا نہیں [7] رجمۃ۔ اصل میں وہ کٹہرا جو کمزور درخت کو سہارا دینے کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے اس کو جیم سے لکھو [8] نکل۔ ماں کا بچے کو گم یعنی مردہ پانا یعنی سیاپا [9] بطاح اور بطائح جمع بطحا پہاڑوں کے درمیان فراخ اور وسیع وادی جہاں مکہ کے قریش البطاح رہا کرتے تھے یعنی کہ بنی عبد مناف عبد الدار زہرہ وغیرہ یہ قریش الظواہر سے ہر طرح اشرف تھے جو ان پہاڑیوں اور نالوں کے پیچھے بستے تھے [10] ... [11] مکدیۃ یا ماخوذ ہے کدیہ جو اصل میں فارسی لفظ گدیہ بمعنی گداگری ہے [12] ... [13] غلیط۔ کہ کئی رنگ ہر طرح کے [14] نبط ایک عراق کے سنگریزہ زار نالوں میں بسنے والی قوم ان کو نبط اور انباط بھی کہتے ہیں مفرد نبطی ہے

المقامۃ السجستانیہ

ہم سے عیسٰے بن ہشام نے کہا۔ کہ مجھے ایک ضرورت سجستان[۱] لے گئی۔ جس کے ارادے[۲]
پر میں بیٹھ گیا۔ اور اُس کی سانڈنی پر سوار ہو گیا۔ اور میں نے خدا سے اپنے اُس عزم کے متعلق جس کو
میں نے اپنے آگے کر لیا تھا۔ اور اُس دانشمندانہ محتاطی کے متعلق جس کو میں نے اپنا مقتدی بنا لیا
تھا مشورہ لیا۔ حتیٰ کہ خدا نے مجھے وہاں جانے کی ہدایت کی۔ آخر میں اُس کے پھاٹکوں تک پہنچا
جب کہ سورج[۳] ڈوب چکا تھا۔ اور پھر وہیں سونا پڑا جہاں پہنچا تھا۔ پھر جب صبح کی تلوار سونت لی گئی
ص۴۳
اور آفتاب کا لشکر اس کی کرنیں، نمایاں ہُوا۔ تو میں کسی فرودگاہ کی تلاش میں بازار کی طرف چل
پڑا ـــ جب دائرہ شہر کے مرکز وسط شہر چوک اور بازار کے ہار کے بیچوں[۴] بیچ پہنچا تو میرے
کان کو ایک ایسی آواز چیرنے لگی۔ جس کا ہر ریشہ[۵] با معنے تھا۔ میں نے اُدھر[۶] کا رُخ کیا۔ حتیٰ کہ[۷] اُس
کے پاس پہنچکر دم لیا۔ دیکھا تو ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار ہے۔ جس کا دم گھٹا جاتا تھا۔ اصل
معنی خود اپنا گلا گھونٹ رہا تھا میری[۸] طرف گدّی پھیرے ہوئے تھا اور کہہ رہا تھا۔ جو مجھے پہچانتا
ہو وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہ پہچانتا ہو۔ تو میں خود اُسے جتلائے دیتا ہوں کہ میں یمن کا میوہ نورس[۹]
ہوں زمانہ کا چرچا ہوں۔ میں مردوں کے لئے چیستاں[۱۰] ہوں اور پازیب پہننے والیوں کے لئے پہیلی ہوں
میرا حال شہروں اور اُن کے قلعوں پہاڑوں اور اُن کی دشوار زمینوں نالوں اور ان کی نشیبوں[۱۱] اور
اور اُن کے چشموں اور گھوڑوں اور اُن کی پیٹھوں سے پوچھو۔ کس نے اُن کی فصیلوں پر قبضہ کیا۔
اُن کے بھید معلوم کئے ان کے راستے لکد کوب کئے (چلائے) اور ان کے بیاد سنگستانوں دجود شوار
گذار ہوتے ہیں) میں گھسا (اور بادشاہوں اور ان کے خزانوں تانوں اور اُن کی کانوں (جن سے وہ بنتے ہیں)

---

۱ سجستان ایران کا ایک مشرقی صوبہ جو بلوچستان کے جنوب میں ہے۔ آج کل اس کو سیستان کہتے ہیں ۱۲

۲ طیتہ نیتہ۔ جہاں کے سفر کا ارادہ ہو ۳ وقد وافت الخ غروب کے بعد کسی کو اُن دنوں شہر کے پھاٹک سے
گھسنے کی اجازت تھی ۴ واسطۃ ہار کا بڑا اور درمیانی موتی پچھلے عہد کی دکانیں آج کل کی منڈیوں
کی طرح مُرتفع ہوتی تھیں۔ اور بیچ میں بیوپاریوں کے گھومنے کیلئے کافی جگہ ہوتی تھی ۵ من کل عرق الخ
ریشہ زمین سے پانی چوس کر ٹہنیوں تک نمی پہنچاتا ہے۔ جس طرح اس آواز کا ہر لفظ کسی معنے تک۔
ورنہ عموماً زور کی آواز بے معنی ہوتی ہے۔ معین کو معنے لکھو ۶ وقد۔ قدوم آہ ۷ وقد الخ میری طرف
پشت کئے تھا ۸ انا باکورۃ الخ یمن کی طرف حضور نے ہر طرح کی خیر و برکت منسوب کی ہے اور نجد کی طرف
ہر طرح کے شر اس لئے یمن صاحب مراد یعنے ابوالفتح ہُوا کہ ابو عربی میں بمعنے صاحب آتا ہے اور فتح سے مراد
لازمۂ فتح یعنے خیر و برکت۔ اسی طرح اگلے ہر فقرے سے ذرا غور کر کے یہی نام یعنے ابوالفتح خود نکال لو جس کو اس نے اُدعیۃ اور
اُحجیۃ یعنے لغز و معمّے قرار دیا ہے ؂

باتوں اور ان کی تہوں، علوم اور ان کے حصول کے مقاموں، حوادث اور اُن کے قفلوں اور لڑائیوں اور ان کی تنگ سناؤں سے تو پوچھو کہ کس نے انکے مال پر بغیر قیمت[1] ادا کئے ہی قبضہ کر لیا۔ کون ان کی کنجیوں کا مالک ہُوا۔ اور کس نے اُنکے لوازمات معلوم کئے۔ یہ سب کچھ میں نے ہی کیا ہے میں ہی مغرور[2] بادشاہوں کے درمیان بے نقاب ہُوا ہوں اور میں نے ہی تاریک (سخت) امور کے پردے ہٹا دئے بخدا میں ہر موقع پر حاضر رہا ہوں۔ حتیٰ کہ عشاق کی قتل گاہوں[3] تک میں میں نے ہر طرح کی بیماری اُٹھائی ہے۔ حتیٰ کہ چشم[4] بیمار کی بھی میں نے ہی نازک ٹہنیاں[5] جھکائی ہیں اور گلگوں رخساروں نے گلاب چننے میں دبوس و کنار کیا ہے۔ بایں ہمہ دُنیا سے ایسا ہی متنفر رہا ہوں۔ جس طرح کوئی سخی داتا خسیسوں کے چہروں سے اور شرمناک باتوں سے اُسی طرح اچٹا رہا ہوں جس طرح کوئی شریف کان بیہودہ باتوں سے۔ اور اب جبکہ بڑھاپے کی صُبح روشن ہو گئی اور مجھ پر پیری کی شان چھا گئی۔ میں نے قصد کیا۔ کہ توشۂ راہ تیار کر کے اپنی عاقبت سنواروں سو مجھے اپنی اس اختیار کردہ راہ سے زیادہ راہ راست دکھانے والا اور کوئی طریق نظر نہ آیا تم مجھے[6] دیکھتے ہو گے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر سڑیوں کی سی باتیں کرتا پھرتا ہوں۔ تم یہی کہو گے کہ میں ابو العجب (اچنبھے والا) ہوں۔ نہیں نہیں! میں ابو العجائب ہوں (بہت سے اچنبھے رکھتا ہوں) جن کو میں نے دیکھا ہے اور جھیلا ہے۔ مہمات کی ماں ہوں۔ جن کو میں نے اندازہ کیا ہے اور سہا ہے اور قفلوں والا ہوں۔ جن کو میں نے سخت پایا ہے (کہ میں ابو الفتح یعنی مفتاح چابی) لوہار کے ہاں بہت کچھ پٹ چکا ہوں۔ تب کہیں جا کر تالے کھولنے کے قابل بنا ہوں، اور مفت میں اُن کو کھو دیا (کہ چابی تالے سے نکال ہی لے جاتی ہے اور بیش قیمت دیکر خریدا تھا اور سستے داموں بیچ ڈالا (یعنی سارے مفتوحہ ممالک فاتح کے سوا اوروں کو صدقہ میں ملے)۔ بخدا میں تو ان کے حاصل کرنے کے لئے لشکروں کے ساتھ رہا۔ بہت سوں کے گھوڑے چھیلے اختر شماری کی اور اپنی سواریوں کو (کثرت تگ و دو سے) لاغر کر دیا۔ بارہا[7] مجھے ناخوشگوار تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔ مگر میں نے یہی منت مانی کہ ان کے منافع مسلمانوں سے چھپا نہ رکھونگا (کہ فتح سے ساری فاتح رعایا کا فائدہ ہے) اب میں اس امانت کا پٹّا اپنی گردن سے نکال کر تمہاری گردنوں میں ڈالنا چاہتا ہوں اور اپنی یہ دوا تمہارے بازاروں میں پیش کرتا ہوں (بباعث پیری

---

[1] لہ۔ یوگذا الخ یعنی صاحب فتح (ابو الفتح) کو ہر چیز مفت مل جاتی ہے [2] الصید لکھو [3] مصارع الخ عشاق کا بُرا حال ہوتا ہے جب وہ محبوبین کے گھروں میں رات کو گھسنا چاہتے ہیں۔ مگر محافظین خانہ بیدار ہو کر ان کو شمشیر کے گھاٹ اتارتے ہیں۔ اس موقع پر بھی کوئی نہ کوئی ضرور صاحب فتح رہتا ہے [4] المرض لکھو [5] الغصون مراد محبوبوں کے قد [6] بیراتی۔ جو فاتح کی شان ہے [7] الی لکھو۔

اب میں ابوالفتح یعنی فاتح نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اب یہ نسخہ تمہیں سکھائے جاتا ہوں، جو کوئی بندگی سے عار نہ رکھتا ہو اور کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ سے ناک بھوں نہ چڑھاتا ہو وہ مجھ سے یہ دوا خریدے اور جس کے اسلاف نے شریف اولاد چھوڑی ہو، جو خود شریف اسلاف کا شریف خلف ہو، اور پاک پانی سے جس کی آبیاری ہوئی ہو وہ اس کو حفاظت سے رکھے

عیسٰے بن ہشام کہتا ہے۔ اس پر میں اُس کے چہرے کی طرف گھوما تاکہ اُس کو جان سکوں وہ تو بخدا ہمارا اُستاذ ابوالفتح الاسکندری نکلا۔ میں منتظر رہا کہ سارے عوام شتر مرغ[1] کی طرح بھاگ جائیں تاکہ اس کے ساتھ تنہائی میں باتیں کر سکوں، پھر میں نے اُس کے سامنے آکر پوچھا۔ کہ کتنی رقم[2] سے تمہاری یہ دوا مل سکتی ہے۔ اُس نے کہا جیب سب کچھ دلا سکتی ہے۔ اس لئے میں اس کو وہیں چھوڑ کر چلا آیا۔

المقامۃ الکوفیۃ

ہم سے۔ عیسٰے بن ہشام نے کہا۔ کہ میں نوجوانی کے زمانہ میں ہر گمراہی (لہو ولعب) کی طرف اپنا پالان کس لیا کرتا تھا۔ اور اپنے گھوڑے کو ہر بیہودگی کی طرف ایڑی دکھایا کرتا تا آنکہ میں نے زندگی کا خوشگوار پانی پی لیا۔ اور زمانے کا کمتر ترین لباس پہن لیا۔ مگر جب میری رات (کالے بال) کے پہلو میں دن (سفید بال) چمک اٹھا اور آخرت کے لئے میں نے اپنا دامن سمیٹ لیا تو ایک رام سانڈنی کی پشت پر بدیں غرض سوار ہو لیا کہ فریضہ حج ادا کروں ایک رفیق میرے ہمراہ تھا۔ جس کی کوئی برائی مجھے ناپسند نہ تھی (اس میں سرے سے کوئی عیب ہی نہ تھا) جب ہم ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہو گئے اور اپنی حالتیں کہہ سنائیں تو قصہ سے بتادیا۔ کہ وہ اصل میں شہر کوفہ کا باشندہ اور صوفی مذہب کا آدمی ہے۔ ہم چلتے رہے اور جب کوفہ نے ہمیں اپنے ہاں اُتار دیا۔ تو ہم اس رفیق کے گھر کی طرف ہو لئے اور اُس وقت پہنچے جبکہ دن کے چہرے پر سبزہ اُگ آیا تھا (دن کو نوجوان قرار دیا ہے یعنی مشرق سے سیاہی نمودار ہونے لگی تھی۔ اور اُس کا ایک پہلو سبز (عرب[3] لوگ سبز کو سیاہ کے لئے استعمال کرتے ہیں) ہو چلا تھا۔ مگر

[1] اجفال النعامہ شتر مرغ کا فرار ضرب المثل ہے [2] کم یحل الخ یعنی کم ثمناً فقد دام تیری اس دوا کو ہمارے لئے جائز الاستعمال کر سکتی ہیں۔ دوا دوک لکھو [3] عماید ۔ نگاہ کا راہ راست سے اندھا ہونا [4] مجتبیٰ لکھو [5] اس کے لئے کامل مبرد صـ۱۲ و صـ۱۲ دیکھو اسی طرح اس کا برعکس یعنی سیاہی کا لفظ سبزی کے لئے بھی آتا ہے۔ جس طرح "سواد عراق" سے مراد عراق کے سرسبز دیہات ہیں ۱۲

جب رات کا پپوٹا بند ہونے لگا (تاریک ہونے لگی) اور اُس کی مونچھیں نکل آئیں (رات کا ایک معتدبہ حصہ گذر چکا۔ جس طرح مونچھیں زندگی کا ایک مناسب حصہ گذرنے پر نکلتی ہیں) تو یکایک ہمارے دروازے پر دستک لگی۔ ہم نے کہا یہ کھٹکھٹانے والا ہے اور آنے والا کون ہے؟ کہا رات کا ایک مہمان اور ڈاکیا بھوک کا ایک شکست خوردہ اور بھگایا ہوا وہ شریف جس کو تکلیف اور تلخ زمانہ یہاں تک لایا ہے۔ وہ مہمان جس کی رفتار دھیمی ہے (آزار رساں یا بار خاطر نہیں) اور جس کی گم شدہ چیز (جس کا وہ متلاشی ہے) روٹی ہے اور ایک پناہ طلب جو بھوک اور پیوندی گریبان (پھٹے کپڑے جو سردی سے نہیں بچا سکتے) کی اذیت سے پناہ مانگتا ہے ایک ایسا پردیسی جس کے بعد آگ[1] جلادی گئی۔ اس کے پیچھے کتا[2] بھونکنے لگا۔ اُس کے پیچھے کنکریاں[3] پھینکی گئیں اور صحن تک جھاڑ دئے[4] گئے۔ اب اس کا لاغر اونٹ درماندہ ہے۔ اُس کی زندگی سراپا سوزش ہے۔ اور اُس کے دو چوزوں (بچوں) سے وہ لق[5] ودق بیابان ہیں۔ عیسیٰ بن ہشام کہتا ہے کہ میں نے شیر کی طرح اپنی جیب پر لپکا مارا اور اُس کی طرف بھیج دیا۔ اور کہا تو اور مانگ کہ ہم اور دیں کہا عود ہندی کی خوشبو آتش سخاوت کے علاوہ کسی اور گرم چیز[6] پر

نہیں پیش ہوئی[7] (یعنی تجھی سے مانگا۔ جس طرح عود کی بو آگ ہی سے مہکتی ہے) اور نہ احسان کے قاصد کے ساتھ شکریہ کے ڈلکئے سے بہتر کوئی اور چیز ہی ملی (کہ ھل جزاءُ الاِحسانِ اِلّا الاِحسان)، جو اپنی ضرورت سے زائد مال رکھتا ہو اُسے غمخواری کرنی چاہئے۔ کہ وہ احسان[8] جو خدا اور بندے کے مابین ہو کبھی رائگاں نہیں جاتا۔ خدا تیری امیدیں برلائے۔ اور تیرا ہاتھ[9] اونچا رکھے۔ عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے۔ کہ اس پر ہم نے اس کے لئے دروازہ کھول دیا اور کہا اندر آجا۔ وہ تو ہمارا اُستاذ ابوالفتح الاسکندری نکلا۔ میں نے کہا۔ اے ابوالفتح تنگ حالی اور خصوصاً اس ہیئت (پھٹی ٹوٹی پوشاک) نے تو تیرا بُرا حال کر رکھا ہے۔ اس پر مسکرا کر کہنے لگا ؎

[1] او قدت الخ یعنی اب وہ وطن کو نہیں پلٹ سکتا کہ اس کے پیچھے گویا آگ جلادی گئی ہے یعنی گویا آگ اُسکے اور وطن کے مابین حائل ہے یقال وقد للہ النار علی اثرہ یعنی خدا اُس کو واپس نہ لائے [2] نبح العواء الخ کتا ہمیشہ اجنبی پر بھونکتا ہے یعنی اہل وطن نے اجنبی سمجھ کر نکال دیا جوان کا کتا میرے پیچھے بھونکنے لگا [3] نبذت الخ اگر عربوں کو کسی مسافر کی واپسی پسند نہ ہوتی تو اُس کے روانہ ہو چکنے کے بعد اسکے پیچھے کچھ کنکریاں پھینک دیا کرتے۔ الحصیات کنکر [4] کنست الخ ایسا منحوس قدم سمجھا گیا کہ الخ [5] حامہ فیح۔ جمع مہمہ بیابان [6] وسیع [6] آخر۔ کنکر [7] اعرض الخ یعنی کسی سائل کو تجھ سے اچھا سخی کبھی ملا ہو گا [8] فلن یذھب الخ اصل میں یہ حطیئہ کا ایک ضرب المثل شعر ہے ؎ من یفعل الخیر لا یعدم جوازیہ ۔ لا یذھب العرف بین اللہ والناس یعنی لوگ اگر احسان پر ناسپاسی کرینگے تو خدا تو ضرور معاوضہ دیگا [9] الید العلیٰ الخ سخی کا ہاتھ اوپر اور سائل کا نیچے ہوتا ہے حدیث میں ہے الید العلیٰ خیر من الید السفلیٰ وابدأ بمن تعول

تو میری اس دوڑ دھوپ کو دیکھ کر کہیں دھوکا نہ کھائیو۔ مجھے وہ دولت حاصل ہے جس سے انسان کی چادر پھٹ جائے (پھولے جامہ میں نہ سما سکے) اگر میں چاہوں تو سونے کی چھتیں بنا لوں۔ میں کبھی تو قبیلۂ نبط سے ہوتا ہوں۔ اور کبھی قبیلۂ عرب سے ؛

المقامۃ الاسدیہ

ہم سے عیسٰے بن ہشام نے کہا کہ مجھے اسکندری کی وہ وہ مجلسیں اور مضمون پہنچتے تھے جن کی طرف سخت متنفر المزاج آدمی بھی کان دھرے اور جسے سُن کر چڑیا بھی جھومنے[1] لگے۔ ہمیں اُس کا وہ وہ کلام سنایا گیا جو اپنی لطافت سے نفس کے اجزاء کے ساتھ مل جاتا اور بلحاظ دِقت کاہنوں[2] کی نکر سے بھی پوشیدہ رہتا تھا میری دعا ہے کہ خدا اُسے سلامت رکھے تا کہ مجھے اس کی ملاقات میسر آسکے۔ مجھے تعجب رہا کرتا۔ کہ اُس کی ہمت نے اس کو کیوں اتنا پست حالی کر رکھا ہے؟ حالانکہ اُس کا اوزار (ہُنر) کچھ بُرا نہیں اور زمانہ نے اس کے حالات کے سامنے کیوں اتنے بند باندھ دئیے ہیں؟ اُس وقت سے آج تک یہ شوق دل یونہی رہا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ مجھے حمص جانے کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے اُس کی طرف اپنی حرص کو تیز کر لیا (گویا حرص کوئی تلوار تھی) کچھ ایسے ہمراہیوں سمیت جو رات کے ستاروں کی طرح (سفید رُو) تھے۔ اور گھوڑوں کی پیٹھوں کے نیزے تھے (یا چھے سوار تھے) پھر ہم نے اپنی راہ لی اور مسافت کو لوٹنے اور اُس کی بیخکنی[3] کرنے لگے۔ ہم اپنے انہی اصیل گھوڑوں سے فرازوں کے کوہان پھاڑتے رہے (بلند جگہیں طے کر ڈالیں) تا آنکہ وہ لاٹھیوں کی طرح لاغر اور کمانوں کی طرح خمیدہ قامت ہو گئے۔ خوش قسمتی سے ہمیں کسی اَلاءُ[4] اور جھاؤ والے پہاڑ کے دامن میں ایک وادی نظر[5] آیا۔ وہ درخت اُن کنواریوں کی طرح تھے۔ جنھوں نے اپنی مینڈیاں اور لٹیں کھول رکھی ہوں۔ تپش ہمیں ادھر لیگئی۔ ہم (سواریوں سے) اُتر پڑے تا کہ اس نشیب میں آکر قیلولہ[6] کریں اور گھوڑوں کو رسیوں سے باندھ کر نیند کے ہو رہے۔ اتنے میں گھوڑوں کی آواز نے ہم کو خوفزدہ

---

[1] چڑیا پر جب بوندیں پڑتی ہیں۔ تو پر پھڑپھڑا کر جھاڑ دیتی ہے ع کما انتقض العصفور بللہ القطر ۱۲

[2] والکہنۃ ایک پیشہ ور فرقہ جو قرائن سے آیندہ ہونے والی باتیں معلوم کر لیا کرتا تھا جمع کاہن [3] تمافہ۔ اصل میں ملوں کا ایک قسم جو داغ لگانے سے بالکل جاتا رہتا ہے مگر اب استیصال المسافہ بمعنے جڑ سے اکھیڑ پھینکنا استعمال ہوتا ہے ۱۲

[4] تاج بیشتر پایا جاتا ہے اور ایک درخت جس کے پتے اور پھول کڑوے ہوتے ہیں۔ مگر اس کا سایہ فراخ ہوتا ہے [5] تغویر نغور نصف النہار کے وقت نشیب میں اترنا

[6] تغویر۔ تغویر خفتن نیمروز

کر دیا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو دیکھا کہ وہ کان[1] کھڑے کئے نگاہ اوپر کو اٹھائے اپنے ہونٹوں سے رسی کے بلوں کو کاٹتے اور اپنے سموں سے زمین کے رخسار کو کھودتے ہوئے کھڑا ہے۔ پھر یکلخت گھوڑے بدکے، موتنے لگے، رسیاں کاٹ دیں اور پہاڑوں کی راہ لی اور ہم میں سے ایک اپنے ہتھیار کی طرف لپکا۔ سامنے شیر موت کی پوستین پہنے ہوئے اپنے کچھار سے نکلا۔ اپنے کھال میں پھول رہا تھا اور اپنی کچلیاں دکھا رہا تھا۔ اس کی نگاہ نخوت سے اور ناک غرور سے پُر تھی۔ اُس کے سینہ سے کبھی دل جدا نہ ہوتا تھا (گویا بزدل کے سینہ میں دل ہی نہیں ہوتا) اور اُس میں کبھی خوف نہ رہا تھا۔ ہم نے باہمی کہا کہ یہ مصیبت تو نازل ہوئی اور ہوئی اور یہ وقوعہ تو بیحد اہم ہے۔ ہمارے جلد باز[2] ہمراہیوں میں سے ایک جوان اس کی طرف لپکا وہ عربی خاندان کا گندم گوں[3] چمڑے والا تھا۔[4] جو صلیبی لکڑی کی گرہ تک ڈول کو بھر دیا کرتا تھا۔ اپنے اس دلیر دل سے جسے تقدیر کھینچے لئے جاتی تھی اور اس تلوار کے ساتھ جو سراپا جوہر تھی۔ اس کے دل میں شیر کی سطوت جاگزین ہو گئی۔ ادھر پاؤں تلے کی زمین نے اُس کے ساتھ بیوفائی کی (گویا زمین نے اُس کو اٹھائے رکھنے کا عہد کیا تھا) حتیٰ کہ ہاتھ اور منہ کے بل زمین پر آرہا۔ شیر اُس کے مقتل سے آگے نکل کر اُس کے ہمراہیوں کی طرف بڑھا۔ ہلاکت نے اس مرحوم کے ایک رفیق کو وہی دعوت دی جو خود اُس کو دے چکی تھی۔ وہ اس کی طرف بڑھا۔ مگر ہیبت نے اُس کے بھی ہاتھ کس دیئے۔ اس لئے زمین پر پڑ گیا اور شیر اُس کے سینہ پر بیٹھ گیا۔ مگر میں نے اُس کی طرف اپنی پگڑی ڈال دی اور اس طرح میں نے اُس کے منہ کو مصروف رکھا اور اس کا خون بچایا۔ اتنے میں وہ جوان اُٹھا اور شیر کا پیٹ چیر دیا۔ حتیٰ کہ جوان خوف سے ادھ مؤا ہو گیا۔[5] اور شیر پیٹ کی ضرب سے مر گیا پھر ہم گھوڑوں کے پیچھے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جو ملا اس کو (پچکار پچکار کر) مانوس کیا اور جو بھاگ گیا اس کا خیال چھوڑ دیا۔ پھر ہم اپنے پہلے ہمراہی کی طرف آئے کہ اُس کا کفن دفن کریں ؂

مگر جب ہم نے اپنے رفیق پر مٹی کی لپٹیں ڈال دیں تو بہت افسوس کیا۔ مگر یہ کونسا افسوس کا وقت تھا؟ کہ پہلے ہی بچانا چاہئے تھا۔" پھر ہم بیابان کی طرف اتر کر چل پڑے حتیٰ کہ جب مشکیں (قلت آب سے) لاغر ہو گئیں اور توشہ تھوڑ گیا یا قریب الختم ہو گیا۔

ص ۷۹

---

[1] ارہف۔ ارہاف، ہتھیار کو تیز کرنا۔ العجل لکھیو [2] شہ عان۔ جمع سریع [3] خضر سے مراد گندمی ہے عربوں کا اصل رنگ گندمی ہے [4] یملا الخ جو اُس قوی اور تنومند ہونے کی دلیل ہے

[5] هلك الفتی الخ یہ دوسرا جوان مرا نہیں اس لئے کہ دفن ایک ہی کیا گیا ؛

اور ہم نہ آگے بڑھنے کی قابل رہے نہ واپس پلٹنے کے (نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن) اور ہمیں
ان دو قاتلوں کا ڈر ہوا یعنے بھوک پیاس کا تو ہمیں ایک سوار دکھائی دیا۔ ہم اس کی طرف
ہو لئے اور چل پڑے۔ جب وہ ہم تک پہنچ گیا۔ تو اپنے اصیل گھوڑے پر سے اترا اور زمین
پر اپنے ہونٹ سے نقش اُتارنے (زمین بوسی کرنے) اور زمین پر ہاتھ رکھنے لگا۔ پھر سب
لوگوں کو چھوڑ کر میرا رُخ کیا۔ میری رکاب چومی۔ اور میرے زیر سایہ آنے کی خواہش ظاہر کی میں
نے جو اس کا چہرہ دیکھا۔ تو وہ درخشاں گھٹا کی طرح چمک رہا تھا۔ قد ایسا کہ اگر تمہاری[1] نگاہ
کچھ چڑھتی تو پھر اُترتی بھی (یعنے اُس کا بالائے جسم اور زیرین جسم دونوں معتدل تھے)
نوخط رخسار بھیگی ہوئی مسیں پر گوشت کلائی اور سیراب قامت۔ ترکی الاصل اور شاہانہ
لباس سے ملبّس۔ ہم نے کہا۔ تیرا باپ مرے (یہ بددعا مقصود نہیں ہوتی صرف تکیہ کلام
ہے) تجھے کیا ہو گیا۔ کہا میں ایک بادشاہ کا غلام ہوں۔ اُس نے میرے قتل کا ارادہ
کیا۔ میں بھی آنکھیں[2] بند کئے وہاں پہنچا جہاں اب مجھے دیکھ رہے ہو۔ اس کی ظاہری حالت
اس کی راست بازی کی گواہ تھی۔ پھر کہا۔ آج تو میں تیرا ہی غلام ہوں۔ اور میرا سارا مال تیرا
ہی ہے۔ میں نے کہا تجھے خوشی ہو۔ اور تیرے ذریعہ ہم کو بھی۔ تیرے اس سفر نے تجھے ایک
فراخ صحن اور تر و تازہ عیش تک پہنچا[3] دیا ہے۔ لوگ مجھے مبارکبادی دینے لگے۔ اگر وہ
دیکھتا۔ تو ہمیں اس کی نگاہیں مارے ڈالتیں اور اگر بولتا۔ تو اُس کے الفاظ ہمیں اس کا گرویدہ
کر دیتے۔ پھر کہا اے بزرگو! دامنِ کوہ میں ایک چشمہ ہے اور تم توکانے بیابان (بلاعین۔ ص ۸
عین کے دو معنے ملحوظ رکھئے۔ گویا چشمہ والا بیابان بنیا ہے) پر سوار ہو۔ وہاں سے پانی لیلو۔
ہم نے اُدھر باگیں موڑیں۔ جدھر اُس نے اشارہ کیا تھا وہاں پہنچے۔ مگر جبکہ دھوپ نے ہمارے ص
جسموں کو پگھلا دیا تھا اور جھینگر (جو سخت گرم وقت میں نکلتے ہیں) ٹہنیوں پر سوار ہو گئے
تھے) پھر اس نے کہا کیا اس فراخ سایہ اور شیریں پانی پر کچھ قیلولہ نہیں کر لیتے۔ ہم نے
کہا تم مجاز ہو۔ وہ اپنے گھوڑے پر سے اُترا۔ اپنا ٹپکا کھولا اور اپنا کرتہ اُتارا اور ہم سے
پردہ کرنے کے لئے اُس نے اپنے جسم پر صرف ایک کُرتی رہنے دی جو اس کے جسم کی

---

[1] متی۔ ما ترق لعین ثمہ تسفل پڑھو گو بلحاظ سجع چنداں مناسب نہیں مگر یہ اصل میں امرؤ
القیس کا گھوڑے کی وصف میں ایک مصراع ہے اس لئے گویا مثال کی طرح استعمال ہوا ہے والامثال
لا تتغیر پورا شعر یہ ہے ؎ ورحنا وراح الطرف ینفض رأسه ۔ متی ما ترق الخ تسہل کی جگہ تسفل
بھی مروی ہے [2] ہمت۔ علی عمی جدھر سینگ سمائے چل دیا [3] اداک الخ یہ الفاظ خیر مقدم
کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ؛

چغلخوری کرتی تھی (جسم کے چھنتے ہوئے حُسن کو نہ ڈھانک سکتی تھی) ہمیں کچھ شک نہ رہا کہ وہ جنّت کے چھوکروں سے لڑ جھگڑ کر جنّت سے بھاگ اور رضوان کے ہاتھوں سے چھوٹ آیا ہے ؛

وہ زینوں کی طرف لپکا اُن کو اُتارا گھوڑوں کی طرف بڑھ کر گھاس ڈالی اور زین پر چھڑکاؤ کیا۔ ہماری سدھ بدھ حیران رہ گئی۔ اور اُس پر ہماری ٹکٹکی بندھ گئی۔ میں نے کہا اے جوان! تو تو کمال کا خدمتگذار اور اکثر حالات میں باکار ہے۔ جس سے تو جدا ہو جائے اُس کی حالت قابل افسوس ہے اور جس کے سنگ رہے وہ بڑا با نصیب ہے۔ یہ تو بتا کہ اب خدا کی اس نعمت کا شکریہ کیسے کیا جائے۔ اُس نے کہا۔ ابھی بہت کچھ دیکھنا ہے کیا میری پھرتی اور میری عام باتوں کی خوبی ہی پر ریجھ گئے۔ اگر تم مجھے کچھ ساتھیوں[1] کے سنگ دیکھو تو میں تمہیں اپنی کارروائی[2] کے کرشمے دکھاؤں تاکہ تم اور بھی لٹّو ہو جاؤ۔ ہم نے کہا[3] لاؤ۔ دکارنامے دکھاؤ ۔ اُس نے ہم میں سے کسی کی کمان لی۔ اُس کی تانت چڑھائی۔ اور سوفار کو چلّے پر رکھ کر ایک تیر آسمان کی طرف پھینکا۔ پھر ایک[4] اور پھینک کر پہلے تیر کو ہوا میں ہی چیر دیا۔ پھر کہا ایک اور صورت دکھاتا ہوں۔ پھر میرا ترکش اور گھوڑا لیا اور ہمارے ایک آدمی کو پہلے سینہ میں ایک تیر مارا۔ پھر ایک اور تیر اس کے پیچھے پھینکا۔ جس نے اُس کو پیٹھ کی طرف سے نکال دیا۔ میں نے کہا ارے کمبخت تو کیا کرتا ہے۔ اُس نے کہا اے کمینے چُپ! سنو! تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے رفیق کے ہاتھ کس دے ورنہ پھر میں اُس[5] کے اپنے ٹھوک کو اس کے گلے میں اچھو کر دوں گا (اس کو موت کے گھاٹ اُتار دوں گا) ہم حیران تھے کیا کریں گھوڑے بندھے ہوئے زین اُتارے ہوئے اور ہتھیار دور ہیں۔ وہ سوار ہے اور ہم پیادے[6] پھر اس کے ہاتھ میں کمان ہے جس سے وہ پیٹھوں پیٹوں اور سینوں کو نشانہ بناتا جاتا ہے۔ جب ہم نے دیکھا کہ وہ بضد ہے تو ایک تسمہ لیا اور ہر ایک نے دوسرے کو باندھ دیا۔ آخر میں میں بچ رہا۔ مجھے کوئی ہاتھ باندھ دینے والا نہ ملا۔ اُس نے کہا

---

[1] الرفقة جمع رفیق ۱۱

[2] حذاق - مہارت اور مشق کار [3] فوّق - اصل میں فُوق (سوفار) تیار کیا۔ گر یہاں معنے اُفق یعنے سوفار کو تانت پر رکھا [4] تا آخر یعنے پچھلے تیر سے پہلے تیر کو بیچ سے باہر نکال پھینکا [5] الغصة ہر ایک کیلئے اسی کی ٹھوک کو اچھو کر دونگا۔ ظاہر ہے کہ ٹھوک کا پھندا لگنا مشکل ہے کہ وہی اور چیزوں کو گلے سے اُتار دیتی ہے یعنے ہر ایک پر مصیبت لا ڈالوں گا [6] رجالة - پیدل پیدلوں کی جماعت جمع راجل [7] یرشق اور رشق یعنے پرمی [8] الحق - اصرار بہٹ خلاف بزل

تو اپنی کھال کو کپڑوں سے الگ کرنے میں نے کہا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سے اُتر کر ہم
سے یکے بعد دیگرے ایک ایک ڈھول اتارا اور کپڑے اتار لیا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے جب ہم ننگے
ننگے تھے اُس نے کہا تیری ماں مرے [illegible] میں نے کہا اس موزے کو میں نے
پیر بھیگے ہونے کی حالت میں چڑھایا تھا اس لئے مجھ سے تو نہیں اُتر سکتے۔ کہا میں اتار
دیتا ہوں۔ پھر میرے موزے اتارنے کے لئے پاس آیا میرے موزے میں ایا۔ چھری تھی
جس کی طرف میں نے ہاتھ بڑھایا (وہ ابھی اپنا کام کر رہا تھا) اور اُس کے پیٹ میں بھونک
کر پیٹھ سے نکال دی وہ صرف مُنہ کھول سکا۔ جس میں پتھر ڈال دیا گیا یعنی شدت درد
سے منہ کھول دیا پھر بالکل ٹھنڈا ہو گیا۔ میں اپنے رفیقوں کی طرف بڑھا۔ اُن کے ہاتھ
کھول دیئے۔ اور پھر ہم نے ان دونوں قتیلوں کا اثر کر باہمی تقسیم کر لیا۔ پھر اپنے اُس رفیق
کی طرف گئے۔ مگر وہ جان بحق ہو چکا تھا۔ ہم نے اُس کو قبر کے سپرد کیا اور پھر اپنی راہ لی
پانچ رات گذرنے کے بعد شہر حمص میں پہنچے۔ جب ہم وہاں سے چوک بازار پہنچے تو
وہاں ایک آدمی دیکھا جو ایک بیٹے اور بیٹی کے سر پر ایک ہاتھ دھرے دوسرے ہاتھ میں
[illegible]

تھا اس پر [illegible] نوشیروان [illegible] پھرتے اور [illegible]
سعید اور فاطمہ پر ترس کھانے خدا اس پر بھی رحم کرے یہ بچے اور بچی تمہارے ہی خادم ہیں

عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے میں نے کہا کہ یہ تو وہی اسکندری ہے۔ جس کا تذکرہ میں سن چکا ہوں
میں نے اُس سے پوچھا تو وہ وہی نکلا میں اس سے قریب ہوا اور کہا مانگ جو مانگنا ہو۔
اُس نے کہا ایک [illegible]۔ تو میں نے کہا مجھے ایک میں ایک بلحاظ ضرب۔ ایک میں
ایک ضرب [illegible] درہم [illegible]۔ جب تک میں جیتا رہوں۔ اس [illegible] تو
حساب کر کے مجھ سے مانگ تاکہ میں تیری مراد پوری کروں پھر میں نے کہا کہ تجھے اتنے
درہم ملیں گے جو ایک کو دو میں دو کو تین میں تین کو چار میں چار کو پانچ میں وہکذا الی العشرین
ضرب دینے سے حاصل ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ بتا کتنے ہوئے؟ اس نے کہا بیس دینار
یعنی درہم مگر بھوک نے لفظ روٹی ہی زبان سے نکلوایا۔ میں نے اس کو بیس درہم دینے کا

---

۱ الفعمہ۔ حجرہ یعنی منہ اس طرح بند کر لیا گویا اس میں کوئی بڑا پتھر ٹھونس دیا ۲ سلب۔ وہ مال
متاع و پوشاک جو قتیل کے جسم پر سے اُتارا جائے ۳ فرجۃ۔ کشادگی گویا بازار میں بجز یہاں کے اور ہر جگہ دکان
دکان ملی ہوئی [illegible] ۱۲۱ درہم حاصل ہوتے ہیں۔ مگر اسکندری نے [illegible]
[illegible]

حکم دیا اور اپنے جی میں کہا۔ کہ نامرادی کے ساتھ خدائی امداد نہیں اور ازلی بدقسمتی کے ہوتے کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوسکتا (بدنصیبی ہی تھی جو بیس درہم مانگنے ورنہ اتنا معمولی حساب کرنا کچھ دشوار نہ تھا)۔

مقامۂ غیلانیہ

ہم سے عیسٰے بن ہشام نے کہا۔ کہ ایک دن ہم جرجان[1] میں اپنی مجلس میں بیٹھ کر باہمی گفتگو کر رہے تھے۔ جبکہ عرب کا وسیع المعلومات مرد[2] یعنی عصمۃ[3] بن بدر الفزاری بھی ہمارے پاس تھا۔ شدہ شدہ ہماری گفتگو اس بات پر پہنچی کہ کس نے اپنے دشمن سے بباعث بردباری پہلو تہی کی۔ اور کس نے اس کو حقیر سمجھ کر اس سے بے رخی کی۔ حتی کہ ہم نے الصلتان[4] العبدی اور بعیث[5] کا ذکر کیا اور جریر و فرزوق جوان کو حقیر سمجھتے تھے اس کا

---

[1] جرجان۔ خوارزم کا ایک شہر ہے [2] رجل۔ العرب یگانہ و ماہر عرب [3] غلط ہے عصمۃ بن مالک الفزاری ہے جو ذوالرمہ کا راویہ یعنی شاگرد تھا یہ مقامہ المحاسن الاضداد للجاحظ ص۲۵۴ ذیل نوادر ابی علی القالی ص۱۲۴ کے اس واقعہ پر ڈھالا گیا ہے۔ ابو صالح فزاری کہتا ہے کہ ہم ذوالرمہ کا تذکرہ کر رہے تھے کہ عصمت جو اس وقت ۱۲۰ سال کا تھا کہنے لگا کہ اس کا حال تو مجھ سے پوچھو وہ بڑا خوبصورت آہو چشم کشادہ پیشانی کتابی رخ تھا۔ ایک بار اس نے مجھ سے سانڈنی لی اور پھر ہم منازل میّہ کی طرف ہو لئے اس وقت اس کے قبیلہ کے لوگ غائب تھے۔ ہم ایک ظریفہ کے پاس بیٹھے جس کے ہاں میّہ مع سہیلیوں کے بیٹھی ہوئی تھی۔ ظریفہ نے ذوالرمہ سے اپنا کلام سنانے کی استدعا کی اس نے مجھے حکم کیا میں نے اس کا یہ قصیدہ شروع کیا ؎ نظرت الی ظعان فی کانھا ؛ ذرای النخل واثل تمیل ذوائبہ حتی کہ جب اس بیت تک پہنچا ؎ اذا نازعتک القول میّۃ اوبدا ؛ لک الموجہ منھا وفضا الدرع سالبہ تو ظریفہ نے کہا میّہ کا کھڑا تو ظاہر ہے باتیں بھی ہو رہی ہیں اب صرف انگیا اتارنے کی دیر ہے پھر وہ مع اپنی سہیلیوں کے اٹھ کھڑی ہوئی میں بھی ہٹ گیا اور وہ دونوں سرگرم اختلاط رہے پھر ذوالرمہ تھوڑی دیر میں ایک تیل کی شیشی لئے باہر نکلا اور کہا یہ میّہ کا تحفہ ہے پھر ہم وہاں سے پلٹ آئے پھر کچھ عرصہ بعد ذوالرمہ نے مجھے کہا کہ چلئے اب میّہ کا قبیلہ وہاں سے چلتا بنا ہو وہاں صرف ان کے گھروں کے نشان رہ گئے ہیں پھر ہم وہاں پہنچے ذوالرمہ جی بھر کر رویا۔ ملخصاً ۱۲ عفی عنہ [4] الصلتان العبدی عہد اموی کے آغاز کا ایک مشہور شاعر جریر و فرزدق میں جب باہمی مفاخرت گرم ہوئی تو لوگوں نے صلتان کو ان دونوں میں سے بیچ بنایا اس نے جریر کو بلحاظ شاعری اور فرزدق کو بلحاظ نسب افضل قرار دیا ؎ انا الصلتانی الذی قد علمتم ؛ متی یحکم فھو بالحق صادع۔ جریر کو یہ جنبہ داری ناپسند ہوئی ؎ اقول ولم املک سوابق عبرۃ متی کان حکم اللہ فی کرب النخل۔ صلتان بھی خاموش نہ رہا ؎ اعیرتنا بالنخل والنخل مالنا ؛ وود ابوک الکلیب لو کان ذا نخل۔ طبقات الجمحی ص۹ میں ہے کہ بعیث کی ماں خرتنی سیستان کی تھی اسلئے عجمی تھا

بھی۔ اس پر عصمہ نے کہا۔ کہ میں تمہیں اپنا چشم دید واقعہ سُناتا ہوں اور کسی اور سے نقل نہیں کرتا۔ میں ایک روز اپنی اصیل سانڈنی پر سوار ہوا۔ اور ایک کوتل اونٹنی کو ہنکاتے ہوئے ملک تمیم[1] میں گذر رہا تھا۔ کہ مجھے ایک سوار دکھائی دیا جو ایک خاکی اور جھاگ[2] دار اونٹ پر سوار تھا وہ میرے سامنے آیا۔ حتیٰ کہ جب ہمارے جسم (بباعث فرطِ قرب) باہمی ٹکرائے۔ تو اُس نے بلند آواز سے سلام کیا۔ میں نے کہا "وعلیك السلام" الخ یہ بلند آواز اور اسلامی تحفۂ سلام پیش کرنے والا کون ہے؟ کہا میں غیلان[3] (ذوالرمہ عاشق میّہ اور مشہور شاعر اسلامی) ہوں میں نے کہا۔ اس شریف الاصل۔ مشہور النسب اور بول بالے والے شاعر کا خیر مقدم۔ کہا تمہاری وادی فراخ رہے اور تمہاری مجلس باعزت۔ تم کون ہو؟ میں نے کہا عصمہ۔ کہا خدا تم کو سلامت رکھے تم تو اچھے مخلص ساتھی اور رفیق ہو۔ پھر ہم چل پڑے۔ جب ہم نے دوپہر کر دی تو تو اس نے کہا اے عصمہ ہم قیلولہ کیوں نہ کریں کہ سورج نے ہمیں گھلا دیا ہے۔ میں نے کہا۔ تم مجاز ہو۔ ہم آلاء[4] کے جھنڈ کی طرف گئے جو خود آرا کنواریوں کی طرح اپنی لٹیں پھیلائے جھاؤ کے جھنڈ کے متصل[5] تھا۔ وہاں اپنے پالان اتار دیئے اور کھانا کھایا۔ مگر ذوالرمہ بہت ہی کم خور تھا۔ پھر ہم نے نماز ادا کی۔ ہم میں سے ہر کوئی ایک جھاؤ کی طرف ہو لیا۔ جس کے نیچے وہ سونا چاہتا تھا ذوالرمہ بھی لیٹ رہا۔ میں نے چاہا۔ کہ وہی کروں جو اس نے کیا ہے اس لئے اپنی پیٹھ زمین پر ٹیکی۔ مگر میری آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ دیکھا کہ قریب ہی ایک بزرگ کوہان سانڈنی دھوپ میں رہ گئی ہے اُس کا پالان اُترا ہؤا ہے۔ اور کوئی شخص کھڑے ہوئے اُس کی نگرانی کر رہا ہے جو یا تو کوئی مزدور ہے یا غلام۔ میں نے ان دونوں کا خیال چھوڑ کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱) ہونے کے باعث اُس کو ابن حمراء العجان کہا جاتا۔ جب اُس نے جریر کی ہجو کی تو جریر نے اس کو بری طرح لتھاڑا مجبوراً اس نے فرزدق سے مدد چاہی اس نے کہا میں قرآن حفظ کرنے میں مشغول ہوں اور ہجو گوئی سے معذور۔ لوگ تاڑ گئے کہ یہ جریر کے لگے کا نہیں۔ آخر فرزدق نے جریر کی ہجو کی اور بعیث کو بھی آڑے ہاتھوں لیا قال بن سلام و سقط البعیث بینھما (راجع الطبقات) ۵ البعیث۔ خداش بن بشر یہ۔ بنی تیم کا بہترین خطیب تھا

[1] بلاد تمیم یعنی نجد [2] جعد اللغام جس کے جھاگ گھونگروالے یعنے گاڑھے تھے۔ جھاگ کی کثرت اسکی تندی اور نشاط کی علامت ہے۔ لُغام بالضم ہے [3] غیلان بن عقبہ آغاز عہد اُموی کا ایک مشہور شاعر عاشق میّہ ملقب بہ خرقاء یا خرقاء کوئی اور مہ جبین ہے ایک مرتبہ فرزدق نے اس کے کچھ شعر سُنے جو اُس کو بہت پسند آئے تو ذوالرمہ نے کہا مجھے اعلیٰ شعراء میں کیوں نہیں گنا جاتا۔ فرزدق نے کہا کہ کھنڈرات پر رونے اور مینگنیوں اور باڑوں کا ذکر کرنے نے تیرا رتبہ گھٹا دیا [4] الاء۔ ایک کڑوا مگر سرسبز اور خوش منظر درخت ہے [5] تَمَنَاوِحُھُنَّ۔ از تَنَاوُح آمنے سامنے ہونا۔

مجھے کسی غیر متعلق بات کی دریافت سے حاصل ہی کیا تھا؟ ذوالرمہ بیدار نیند سویا پھر چونک اُٹھا۔ یہ وہ عہد تھا۔ جبکہ اُس کی قبیلہ مُرّہ[2] کے ایک آدمی سے ہجو چھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے اپنی آواز بلند[3] کی اور کہا[4] کیا یہ بے نشان کھنڈر میہ ہی کا ہے۔ جس کا ایک تند اور نشان مٹانے والی ہوا پیچھا ہی نہیں چھوڑتی۔ اب صرف ایک مدقوق[5] الراس کھونٹا اور ایک چولھا ہی رہ گیا ہے۔ جس میں سے (آگ نہ ہونے کے باعث) کوئی آگ لینے نہیں آتا اور ایک حوض جس کے دونوں کنارے ڈھے گئے ہیں اور ایک بیٹھک بھی۔ جو بالکل کہنہ اور بے نشان ہوگئی ہے مجھے اپنا وہ عہد مسرت یاد آتا ہے جبکہ یہاں کچھ باشندے[6] میہ اور شناسایان[7] احباب مجتمع تھے۔ میہ مجھ سے کچھ ایسی دُور دُور رہتی تھی گویا میں کسی ہرن کو بھگا رہا ہوں جس کو صبح دکھائی دی گئی ہے (ہرن رات سے خوف زدہ ہے پھر بھگانے کا خوف بھی آلگا اور صبح کی روشنی راہنمائی کے لئے مددگار ہے) جب کبھی میں اُس سے ملنے آتا تو ایک ترش رو نگران اور محافظ (میہ کا کوئی رشتہ دار) مجھے اُلٹے پیر (بے نیل مرام) لوٹا دیا کرتا۔ ابھی ابھی قبیلۂ امراؤالقیس کو ایک ہجویہ اور شہرۂ آفاق[8] قصیدہ پہنچیگا۔ جس کو ہر مقیم مسافر کے سامنے گاگا کر سنائے گا۔

کیا تم نہیں جانتے کہ قبیلہ امراؤالقیس کو تو ایک مرض لادوا لگ گیا ہے (جو انہوں نے مجھ سے مخاصمت مول لی ہے) ہجو سے وہ بالکل دردمند نہیں ہوتے کیا کوئی خشک پتھر بھی درد پذیر ہو سکتا ہے؟ (بڑے بے غیرت ہیں) نہ بلند پایہ مقامات میں اُن کا کوئی شتر سوار تھا اور نہ جنگ میں کوئی اسپ سوار۔ یہ لوگ کمینگی کے حوضوں میں لت پت ہوگئے جس طرح کھاتوں[9] کی کوئی کیچل کُچل کر دباغت دیتا ہو۔ جب لوگ بزرگوں کی طرف نگاہ اٹھاتے

ص ۸۵

---

[1] غرار۔ اُچٹی ہوئی نیند بیقراری کی نیند [2] المرّی۔ یہ قبیلۂ امرؤالقیس کا ایک شخص تھا جس کی ہجو میں ذوالرمہ نے بہت سے قصیدے لکھے ہیں دیکھو آغانی ج ۱۶ ص ۱۱۲ [3] رفع عقیرتہ اس کی تفصیل گذر چکی [4] النظ جمٹ گیا پل پڑا [5] شجیج القذال۔ جس کی گُدی ٹھوک ٹھوک کر توڑ دی گئی ہو یعنے میہ کے تنبو کا کھونٹا جواب تک باقی رہا ہے [6] سکن جمع ساکن [7] ماثورۃ قصیدۃ تروے وتنتقل [8] الادم جمع ادیم کفرس۔ الادم غلط ہے

[9] قال ابن رشیق فی العمدۃ ویقع التکرار فی الھجاء علی سبیل الشھرۃ وشدۃ التوضیح بالمھجو کقول ذی الرمۃ یھجو المرئی ؎ وتأبی السبال الصھب والانف الحر ؛ ولکنما اصل امرؤ القیس معشر ؛ یحل لھم لحم الخنازیر والخمر اضاب امرأ القیس لعید ازضھم قمر المساحی لا فلاۃ ولا مصر ؛ جمجی ص ۱۲۳ لکھتے ہیں کہ جب ذوالرمہ ان کی مرأۃ نامی منزل کی طرف سے گذرا تو انہوں نے اس کی کچھ آؤ بھگت نہ کی اس پر اس نے ہجو کی ؛

ہیں۔ تو اُن کی نگاہ پست اور خواب آلودہ ہی رہتی ہے۔ شرفا ان کی لڑکی[1] لینا پسند نہیں کرتے جس سے ان کی ساری عورتیں ناکتخدا ہی رہ گئیں۔ جب اس شعر تک پہنچا تو وہ خوابیدہ بھی بیدار ہُوا۔ اور اپنی آنکھیں ملتے ہوئے کہنے لگا۔ کیا یہ ذلیل ذوالرّمہ مجھے اپنے اس نادرست اور ناقابل شُہرت کلام سے پند سے روک سکتا ہے۔ میں نے کہا اے غیلان یہ کون ہے؟ کہا فرزدق ہے پھر ذوالرّمہ گرم ہو کر کہنے لگا کہ رہے یہ ذلیل مجاشع تو خدا کرے ان کی چراگاہ کو کوئی گرجنے والا بادل سیراب نہ کرے۔ ان کو عقال[2] شریفانہ ارادوں سے پابستہ کریگا۔ اور حابس محبوس" میں نے کہا اب فرزدق اچھولیگا بڑا فروختہ ہوگا اور اس کی اور اُس کے قبیلہ کی عام ہجو کریگا۔ مگر بخدا فرزدق تو اتنا ہی کہکر رہ گیا "اے ذوالرّمہ تیرا بُرا ہو تو اپنے ان مسروقہ[3] اشعار سے مجھے پیش آتا ہے پھر کچھ ایسا سویا گویا کچھ سنا ہی نہ تھا۔ پھر ذوالرّمہ چل پڑا۔ اور میں بھی اُس کے ہمراہ ہولیا۔ مجھے اُس کے چہرہ میں کچھ خفت نظر آرہی تھی تا آنکہ ہم ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے ؏

مقامۂ آذربائیجانیہ

عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے کہ جب تونگری نے اپنے فاضل[4] دامن کا پٹکا میری کمر پر لپیٹ دیا۔ تو مجھ پر لوگوں نے مال کی چوری یا ہنڈا پانے کی تہمت دھر دی۔ اس لئے رات نے مجھے اُکسایا گویا رات بباعث تاریکی کہتی تھی کہ یہاں سے چلتا بن کہ میں تجھے ان کی نگاہوں سے روپوش رکھوں گی۔ اور گھوڑے مجھے رات کو لے چلے۔ میں اس فرار میں اُن استوں پر سے گذرا۔ جن کو کبھی کسی (راہرو کی) رفتار نے رام[5] نہ کیا تھا اور نہ پرندوں تک کو کبھی اُن کا

---

[1] اصہار۔ کسی قبیلہ میں شادی کرنا ان کو اپنا خسر بنانا [2] عقال و حابس یہ دونوں فرزدق کے نام اور اسلاف ہیں جن کے باعث وہ اپنے ہمعصر شعراء پر فخر کرتا ہے۔ فرزدق کا نسب یوں ہے ہمام بن غالب بن صعصعہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن زید مناۃ بن تمیم صاحب اغانی ۱۹؍۲ کہتا ہے لیلیٰ بنت حابس مشہور صحابی اقرع بن حابس کی بہن، ابن عقال بن محمد الخ انکی دادی تھیں عقال و نث کا زانو بند یقعلہ یمنعہما اور حبس و کنا۔ اس سے آپ کلام کی خوبی کو پاچکے ہونگے۔ شیخ محمد عبدہ یہاں تک نہیں پہنچے [3] منتحل۔ گھڑا ہُوا جعل خود ساختہ [4] نطقتی الغنی گویا تونگری کا لباس اس کے جسم کو ڈھانک کر بچ رہا ضرورت یا معاش سے بچ کر سنیت رکھنے کے لئے بچا اور اس کی کمر پر باقی لباس پٹکا بن گیا ؏

[5] یز ضہا۔ از راض یروض روضاً ریاضۃً

عسہ بفاضل لکھو

سراغ[1] ملا تھا۔ حتیٰ کہ خوفناک زمین کو طے کر کے اور اُس کی حد سے گذر کر میں امن و امان کی چراگاہ تک پہنچ گیا۔ جس کی خنکی (اطمینان) مجھے محسوس ہونے لگی۔ میں اُس وقت آذربائیجان[2] پہنچا جبکہ میری سانڈنیاں سودہ پا ہو چکی تھیں۔ اور یہ کٹھن منزلیں[3] اُن کو کھا[4] چکی (ناتواں کر چکی) تھیں۔ مگر جب وہاں پہنچا تو ہم اس ارادے پر اُترے۔ کہ وہاں تین روز ٹھہریں گے۔ مگر وہ جگہ کچھ ایسی بھائی کہ مہینہ بھر پڑے رہے۔" ایک دن میں وہاں کے کسی بازار میں گھوم رہا تھا کہ دیکھا ایک ایک آدمی کندھے پر چھاگل رکھے لاٹھی پر ٹیکا لگائے سر پر کلپاک[5] (ایک طرح کی لمبی ٹوپی جو اُس وقت حکام کے لئے مخصوص تھی) اوڑھے[6] اور دو گزی[7] کی عبا پہنے نمودار[8] ہوا اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ "خدایا! اے تمام چیزوں کو آغاز و انجام دینے والے۔ اے ہڈیوں کو جان بخشنے اور پھر فنا کرنے والے اے آفتاب کے خالق اور اُس کو متحرک رکھنے والے۔ اے لَو کو پھاڑنے اور روشن کرنے والے اے ہم تک اپنی پوری نعمتیں بھیجنے والے۔ اے آسمان کو ہم پر گر پڑنے سے روکنے والے۔ اے جانوں کو جوڑا جوڑا پیدا کرنے والے۔ اے سورج کو چراغ کرنے والے۔ آسمان کو چھت اور زمین کو بچھونا بنانے والے۔ اے رات کو آرام دِہ اور دن کو ذریعہ گذران بنانے والے۔ اے بھاری (پانی سے) گھٹائیں اُٹھانے والے اے بجلیوں کو سزا بنا کر بھیجنے والے۔ اور اے ستاروں کے اوپر کے اور حدِ زمین[9] کے نیچے (تحت الثرےٰ) کے حالات جاننے والے تجھ سے التماس ہے کہ تو سارے رسولوں کے سرگروہ محمدؐ اور آپ کی پاک آل پر رحمت نازل کرے۔ اس غریب الوطنی[10] میں میری مدد کرے تاکہ میں اُس کی باگ (وطن کی طرف) موڑ سکوں۔ اس تنگ حالی میں میری امداد کرے تاکہ میں اُس کے (منحوس) سایہ سے سرک سکوں اور مجھے کسی ایسے داتا کے ہاتھ سے جسے فطرت نے سنوارا[11] ہو۔ پاکیزگی[12] نے اُس کو (چاند بنا کر) روشن[13] کیا ہو بخشۂ دین سے جہرہ ور ہوا اور جو روشن حق سے اندھا نہ ہو۔ ایک سانڈنی والا جو اس راستہ کو طے کر سکے اور کچھ

[1] اهتدت لکھو۔ [2] آذربیجان۔ ایران کا ایک بڑا ترکستانی صوبہ جس کا دار الصدر شہر تبریز ہے معرب آذربائیجان [3] المراحل۔ جمع مرحلہ قریبًا ۳۰ میل یعنے یک روزہ مسافت [4] اگر اکلتھا بتشدید لام پڑھو۔ تو معنے یہ ہوئے۔ ان کو تھکا چکی تھیں [5] دنّیہ۔ منسوب بہ دنّ خم کی شکل کی ٹوپی [6] تقلسھا۔ جعلھا قلنسوۃ [7] فوطۃ سندھ کا ایک موٹا چھوٹا کپڑا [8] تطلسھا جعلھا طیلسانا اُس کو گودن ریو عنہ بنائے [9] التخوم۔ ج۔ تخم سرحد [10] الغربۃ۔ یہاں اس کو ایک سرکش اور منہ زور گھوڑا قرار دیا ہے [11] فطرتہ الخ یعنے جس کی سرشت ہی میں بھلائی کا مادہ ہو [12] اطلعتہ الخ اسکے گزشتگان پاکباز ہوں [13] طھرۃ۔ پاکیزگی۔ بالضم لکھو۔

توشہ بھی جو میرے اور میرے[1] ہمراہی کے لئے کافی ہو سکے۔ عیسٰے بن ہشام کہتا ہے کہ میرے
جی میں خیال ہوا کہ یہ آدمی تو ہمارے ابوالفتح الاسکندری سے بھی زیادہ خوش زبان ہے۔ پھر
میں نے خود یکبارگی گردن پھیری۔ تو وہ تو بخدا ہمارا اُستاد ابوالفتح ہی نکلا۔ میں نے کہا اے
ابوالفتح تیرا فریب اس سرزمین تک بھی پہنچ گیا۔ اور اس گھاٹی تک بھی تجھے ہوس کشاں کشاں
لے آئی تو کہنے لگا۔ میں دنیا کا سیاح اور جہاں گرد ہوں۔ میں زمانہ کی چھیڑ کی اور راستوں
کو آباد رکھنے والا ہوں۔ خدا تجھے راہ راست دکھائے۔ تو مجھے گداگری پر سخت و سست
نہ کہہ اور ذرا خود بھی اس کا مزہ چکھ لے کہ بے زحمت ہی زنگا رنگ لقمہ مل جاتا ہے۔

مقامۂ جرجانیہ

ہم سے عیسٰی بن ہشام نے بیان کیا کہ ایک بار ہم اپنی محفل میں سرگرم گفتگو تھے اور
ہمارے پاس صرف اپنے ہی آدمی تھے کہ یکایک ہمارے سامنے ایک شخص آ کھڑا ہوا۔ جو نہ بالکل
لمڈھینگ ہی تھا اور نہ بہت زیادہ کوتاہ قامت ہی اُس کی ڈاڑھی گھنی تھی اور اس کے پیچھے
پھٹے پُرانے چیتھڑوں میں کچھ بچے کھڑے تھے اُس نے سلام یعنی اسلامی سوغات سے اپنے کلام
کو شروع کیا۔ اس نے ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ اور ہم بھی اس کے ساتھ اچھی طرح
(خوش آمدید کہہ کر) پیش آئے۔ پھر اس نے کہا لوگو! میں اس اسکندریہ کا رہنے والا ہوں جو شامیہ
(فرمانروایانِ اندلس) کی سرحد پر ہے۔ بنی سلیم نے مجھے پالا ہے اور بنی القیس نے میری
آؤ بھگت کی ہے۔ میں نے ساری دنیا چھان ڈالی ہے اور عراق کی انتہا تک پہنچ چکا ہوں
دیہات اور شہروں اور قبیلہ ربیعہ و مُضر تک کے ملک میں گھوما پھرا ہوں یعنی الجزیرہ کو میں نے کھنگال
ڈالا ہے۔ کہیں بھی رہا مگر ذلیل نہیں ہوا تمہاری نگاہوں میں مجھ کو میرے یہ پھٹے ٹوٹے چیتھڑے
کہیں ذلیل نہ کر دیں کہ بخدا کبھی ہم بڑے بشاش اور خوار نے والے دو دسروں تک کو

[1] زاد رفیق۔ مفعول معہ ہے [2] حوالۃ اور حوالہ کی تاء مبالغہ کے لئے ہے [3] خذروفہ
پھرکی جس میں تاگا ڈال کر بچے گھماتے ہیں یعنے زمانہ مجھے ایک سمت میں نہیں رکھتا بلکہ ہر سو پھراتا رہتا
ہے [4] کُدیہ۔ مُعرّب گدیہ بمعنے گداگری [5] المتمِق و دراز [6] المتردد۔ واپس آنے والا گیا
گویا پہلے قد کا یہ خیال تھا کہ اوپر کو بڑھے [7] ولّی۔ اور ادلی بمعنی اعطی [8] جزیل۔ بڑا احسان۔
[9] اسکندریہ مصر کا مشہور ہے مگر یہاں اندلس کا مراد ہے
[10] سمل و طِمْر چیتھڑا پوشاک [11] ثمر و مر۔ دونوں بمعنی اصطلاح ہیں ایک ضرب المثل ہے
فلان اہل ثمنہ و رمتہ ۱۲۔

صـ۸۸

فارغ البال بنا دینے والے) تھے۔ سویرے (مہمانوں کو) اونٹ[1] بخشا کرتے تھے اور شام کو
بکریاں۔ ہمارے[2] ہاں بہت کچھ خوشرو (مراد شریف) لوگ بیٹھا کرتے تھے اور ہماری بیٹھکیں
تھیں۔ جہاں قول و فعل آتا تھا یعنے جہاں قوم بھر کے مقدمات فیصل کرتے اور محتاج کو
دیتے لیتے رہتے تھے) تونگروں کے سر برآنے والے سائل کی روزی تھی۔ پھر ہمارے بے
بضاعت لوگ بھی کچھ نہ کچھ فراخ دستی اور فیاضی دکھلاتے تھے۔" پھر اے لوگو! زمانہ نے
خاص کر میری حالت[3] تو بالکل ہی بدل دی۔ مجھے نیند کے عوض بیداری اور اقامت کی جگہ مسافرت
ملی۔ مجھے اپنے حوائج[4] پھینکے پھرتے ہیں۔ اور سارے بیابان[5] مجھے باہمی ایک دوسرے
کے پاس تحفہ بھیجتے رہتے ہیں۔ زمانہ کی گردشوں نے مجھے (اس فارغ البالی سے اسی طرح
اکھیڑ پھینکا۔ جس طرح گوند (درخت سے) اکھیڑ لیا جاتا ہے۔ اب صبح و شام میں ہتھیلی سے
زیادہ صاف اور بچہ کے رخسار سے زیادہ خالی رہتا ہوں (ہتھیلی اور رخسار کو پر بال نہیں
ہوتے یعنے تہیدست ہوگیا ہوں) اب میرا صحن خانہ (سائلوں یا مال و متاع سے) اور میرا
برتن (خوراک سے) خالی ہے۔ اب بجز مسافرانہ پریشان حالی اور سدا سانڈنی کی باگ[6]
تھامے رہنے کے میرے پاس اور کچھ نہیں۔ فقیری (کی تکالیف) جھیلتا ہوں اور چٹیل
بیابان سے نباہ[7] کر رہا ہوں۔ میرا بچھونا ٹھیکریاں[8] ہیں اور سرہانا پتھر۔ کبھی آمد[9] میں کبھی
راس عین[10] میں اور کبھی کبھی میافارقین[11] میں۔ کسی رات میرا پالان شام میں کبھی اہواز[12] میں اور

---

[1] نرعی و نتغی از رعاء و ثغاء یعنی البلانا اونٹ کا اور ممیاتا بکری کا [2] وفینا مقامات نخریہ شعر زہیر بن ابی سلمے
کے ہیں مقامات مجلس مراد اہل مجلس جس طرح قریہ سے اہل قریہ فی قولہ تعالیٰ واسئل القریۃ التی کنا فیہا
[3] ظہر المجن۔ ڈھال کی پشت ظاہر ہے کہ ڈھال کے اندرون بیروں میں بڑا فرق ہے اسی طرح زمانے
نے گویا میری (ڈھال کی پشت) کایا بالکل پلٹ دی [4] المرامی جمع مرماۃ پھینکنے کا آلہ یعنی نیتیں
اور ارادے اور ضرورتیں [5] الموامی جمع مَوماۃ جنگل [6] السفار۔ ایک چمڑا جو دہانہ کی جگہ اونٹ
کے منہ میں ڈالا جاتا ہے اور جس کے ساتھ باگ بندھی ہوتی ہے یعنے ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں ۱۲
[7] اُماقی الخ یعنے بیابان مجھے مار دینا چاہتا ہے اور میں اُس کی خوشامد کرتا رہتا ہوں مماقات مُدارات
[8] المَدَر جمع مَدَرۃ [9] آمد۔ وہی مستحکم شہر جس کو ان دنوں دیار بکر کہتے ہیں [10] راس عین نہر خابور کے منبع
پر حران کے متصل ایک الجزیرہ کا بڑا شہر [11] میافارقین۔ صوبۂ دیار بکر کا ایک پرانا شہر جو نوشیروان
اور خسرو پرویز کا بنایا ہوا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اگر ذوالرمہ کو یہاں اس کی محبوبہ میّہ
بھی مل جائے تو وہ فرط استغناد سے کہے کہ اے میّہ تو مجھ سے جدا ہو جا میّا فارقینی [12] اہواز۔ بصرہ اور
فارس کے درمیان ایک شہر اور اس کا صوبہ بھی جہاں عرب آباد ہیں یہاں کی شکر اور مٹی کا تیل مشہور ہے ۱۲

کسی رات عراق میں ہوتا ہے۔ میرا ارادہ مجھے ہر کہیں پھینکتا رہا۔ تا آنکہ میں نے بلاد الجبل (عراق عجم) کو روندا۔ اور مجھے شہر ہمدان میں فروکش کیا۔ وہاں کے قبائل نے میرا استقبال کیا اور وہاں کے احباب میری طرف ملتفت ہوئے۔ مگر میں نے تو اس کا رُخ کیا۔ جس کا پیالہ سب کے پیالوں سے بڑا تھا (بہت سوں کو اپنے ساتھ شریک طعام کیا کرتا تھا) اور جس میں سب سے کم دوست فراموشی تھی[۱] اُس کی آگ اونچی ٹیلے پر سُلگائی جاتی تھی (تاکہ رات کا کوئی راہ سے بھٹکا ہُوا مسافر اُسے دیکھ کر آرام و خوراک کی امید میں فروکش ہو جائے) ایسے (خشک سالی) کے وقت میں جبکہ اور (فیاضوں) کی آگوں پر سرپوش ڈال دیا جائے (چھپا دی جائیں) اس نے میرے لئے نرم بستر اور خواب گاہ مہیا کی۔ اگر کبھی وہ (میری خدمت میں) سُستی کرتا تو میری خدمت کے لئے (ایک چھوکرا) جونک اُٹھتا جو (بلحاظ پھرتی) یمن کی تلوار یا (بلحاظ حُسن) صاف مطلع کا ماہِ نو تھا۔ اُس نے مجھ پر وہ وہ عنائتیں کیں جن کو میرا مرتبہ نہ سما سکتا تھا (میری حیثیت سے کہیں زیادہ تھیں) اور جن سے میرا سینہ پھیل گیا (باغ باغ ہو گیا) سب سے پہلی عنایت گھر کا فرش تھا اور آخری عنایت ایک ہزار اشرفی تھی۔ انہی پیاپے عنایتوں اور (لگاتار جھڑیوں) نے مجھے اُڑا یا (وہاں سے بھگایا) میں ہمدان سے اُسی طرح نکل کھڑا ہُوا۔ جس طرح کوئی بھگوڑا جانور اور اُس سے میں کچھ ایسا متنفر ہو گیا جیسے کوئی بدکنے والا ڈنگر راستوں کو قطع کرتا اور مہلک بیابانوں کو کھکھولتا پھرا۔ مزید برآں یہ کہ اپنے پیچھے ایک ربتہ البیت (خانہ دار بیوی) اور ایک ننھے بچے کو چھوڑ آیا ہوں[۲] گویا وہ (بلحاظ خوبی و کس مپرسی) ایک چاندی کا گراں بے طلب ملا ہُوا بازو بند ہے جو قبیلہ کی کنواری چھوکریوں کے بازی گاہ میں ٹوٹا پڑا ہے[۳] مجھے احتیاج کی ہوا اور ضرورتمندی کی نسیم تم تک اُڑا لائی ہے خدا تم پر رحم کرے۔ ذرا اس درماندہ اور لاغر شخص پر نظر عنایت ڈالو جس کو ضرورت نے وھا دیا (ناتواں کر دیا ہے) اور فاقہ کشی نے جس کا بُرا حال کر رکھا ہے[۴] جو دائم السفر ہے اور جہاں نوردا اس کو بیابان نے باہمی ایک دوسرے میں پھینکدیا ہے۔ اس لئے وہ پراگندہ مُو اور غبار آلود ہے۔ خدا تمہاری بھلائی کے پہنچانے کے لئے ایک راہنما کھڑا کرے اور برائی کو کبھی خدا تم تک راہ نہ دے[۵] عیسٰے بن ہشام کہتا ہے

---

[۱] خویشہ لکھو لہ قتمان گروہ مگر بہ لفظ بدیں ہیئت مجھے کسی لغت میں نہ ملا [۲] بد ...
للعہ نبلہ[۳] صفت دُملج بے طلب گم شدہ چیز کا مل جانا یا ملی ہوئی۔ یہ بیت ذوالرمہ کا ہے [۴] اگر یہ نہ بتخفیف دال پڑھا جائے تو معنی یہ ہوئے "ضرورت نے تمہاری راہ دکھائی ہے" یعنی تم تک پہنچایا ہے
[۵] افا سفر الخ عمر بن ابی ربیعہ کا شعر ہے [۶] جعل اللہ الخ میرے خیال میں صحیح یوں تھا جعل اللہ الخیر علیکم دلیلا۔ تمہاری نیکی کو تمہاری طرف (لوگوں کو) پہنچانے کے لئے راہنما بنائے ؛

بخدا اُس کے لئے تو ہمارے دل پسیج گئے۔ اور اُس کے رقت آمیز کلام سے ہماری آنکھیں آنسوؤں میں ڈبڈبا آئیں اور ہمیں جو کچھ اُس وقت میسر آیا۔ اُس کو دیا[1]۔ وہ ہم سے منہ موڑ کر ہمارے گُن گاتے ہوئے چلتا بنا۔ میں اُس کے پیچھے ہو لیا معلوم ہوا کہ وہ تو ہمارا گورو گھنٹال ابو الفتح ہے ؎

مقامۂ اصفہانیہ

ہم سے عیسٰے بن ہشام نے ذکر کیا کہ میں اصفہان[2] سے رَے[3] جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ آخر وہاں اسی طرح دعارضی قیام کے لئے اُترا جس طرح پر چھاؤں پہر لمحہ اور ہر صبح کسی آنے یا جانے والے قافلہ[4] منتظر رہا کرتا۔ جب میری آرزو کے پورا ہونے کا وقت[5] آگیا۔ تو نماز کے لئے (مسجد میں) اذان دی گئی جس کو میں نے سُن لیا (اذان سننے والے پر نماز میں شریک ہونا واجب ہے) اس لئے مجھ پر لبیک کہنے (نماز ادا کرنے) کا فرض عائد ہو گیا۔ میں اپنے ہمراہیوں میں سے کھسکا اور نماز پا لینے کو غنیمت سمجھا مگر ادھر قافلہ کے نکل جانے کا دھڑکا لگ گیا۔ مگر میں نے بیابان کی زحمت کے لئے نماز سے اعانت چاہی (یعنے کہ خدا نماز کی برکت سے مجھے قافلہ کے بیابان کی طرف روانہ ہو جانے کی زحمت نہ دکھائے) میں اگلی صف میں پہنچا اور وہیں ٹھہرنے (ٹھہر کر نماز پڑھنے) کے ارادے سے نماز کے لئے کھڑا ہو گیا امام محراب کی طرف بڑھا اور حمزہ[6] کے لہجہ میں الف ممدودہ اور ہمزہ کو خوب ظاہر کرتے ہوئے سورۃ الحمد پڑھی۔ ادھر میرے دل میں بے چین کر دینے والا[7] غم تھا کہ کہیں قافلہ فوت نہ ہو جائے اور میں اُس سے دُور نہ جا پڑوں۔ اُس نے سورۃ الحمد کے بعد سورۃ واقعہ[8] پڑھی (جو خاصی لمبی سورۃ ہے) ادھر میں صبر کی آگ میں جلتا تھا۔ اور اُس کو برداشت[9] کرتا تھا۔ اور غصہ کی چنگاری پر بھُن رہا اور لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ مگر بجز خاموشی اور صبر کے میں اور کیا کر سکتا تھا اور اگر بولتا تو حوالۂ قبر ہوتا۔ کیونکہ میں جانتا تھا۔ کہ یہ لوگ اس موقع پر بہت سختی سے

۹۱

[1] تلتاہ از نوکل بنا اعطیناہ [2] اصفہان۔ شہر سپاہان کا عربی نام یہ شہر طہران کے دار السلطنت بننے سے پہلے تمام ایران کا دار السلطنت مرکز تمدن اور مردم خیز خطہ تھا [3] رَے۔ ملک دیلم کا ایک بڑا شہر جس کی طرف امام فخر الدین رازی منسوب ہیں اسی کے کھنڈرات پر طہران آباد ہوا ہے [4] قافلہ۔ از قفول بمعنے واپسی یعنے خدا کرے کہ کاروان واپس آ جائے یعنے یہ نام بطور فال نیک ہے [5] حتم۔ قرب [6] بقرأۃ الخ حمزہ قرآن حکیم کے سات مسلم قاریوں میں سے ہیں ۔ ۔ ۔ یہاں مراد صرف لہجہ ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سورۃ الحمد میں ہمزہ ہے نہ مد [7] المقیم المقعد سا اٹھنے بٹھانے والا لوٹ پوٹ کر دینے والا مضطرب کن [8] الراقعہ۔ اذا وقعت الواقعۃ لیس لوقعتہا کاذبۃ الخ

پیش آئیں گے۔ اگر سلام سے پیشتر میں نماز توڑ دوں۔ مجبوراً میں اسی اپنی ہیئت کذائی میں رہا تا آنکہ وہ سورۃ ختم ہوئی۔ اور قافلہ کو پالینے سے ناامید ہوگیا۔ پھر اُس نے رکوع کیلئے اپنی کمان (خمیدہ پشت) ایک خاص قسم کی عاجزی و فروتنی کے ساتھ جو اس سے پیشتر میں نے کبھی نہ دیکھی تھی جھکائی۔ پھر رکوع[۱] سے سر اٹھایا اور رفع الیدین کیا (مطابق مذہب امام شافعی) اور کہا سمع اللہ الخ پھر کچھ ایسا کھڑا رہا۔ کہ مجھے اُس کے سو جانے کا اندیشہ ہُوا۔ پھر زمین پر اپنا داہنا ہاتھ ٹیکا اور پیشانی کے بل اوندھا ہوا۔ پھر منہ کے بل جھک گیا۔ میں نے بدیں غرض اپنا سر سجدے سے اٹھایا کہ اگر موقع ملے۔ تو بھاگ نکلوں مگر پچھلی صفوں میں کچھ کشادگی نظر آئی۔ اس لئے پھر سجدے میں گرا رہا۔ تا آنکہ اُس نے اُٹھنے کے لئے تکبیر کی اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا سورۂ فاتحہ پڑھی اور پھر کچھ اس طرح (طول دیکر) سورۃ القارعہ پڑھی۔ کہ قیامت کی (طویل) مدت پوری کرڈالی۔ اور لوگوں کی جانیں نکال لیں۔ جب دونوں رکعتوں سے فارغ ہُوا۔ اپنے دونوں جبڑے[۲] تشہد[۳] پڑھنے کے لئے ہلائے گردن کی دو طرفہ رگوں کو سلام کے لئے جھکایا۔ اور میں نے جی میں کہا کہ خدا نے اب تو نکلنے میں سہولت پیدا کردی اور کشائش نزدیک کردی تو ایک شخص اُٹھ کر کہنے لگا۔ "تم میں جو کوئی جماعت کے ساتھ رہنا چاہتا ہو۔ (حضورؐ نے عام مسلمانوں کی جماعت کیساتھ شریک رہنے کی تاکید کی ہے) وہ گھنٹہ بھر کے لئے مجھے اپنے کان مستعار دے۔" عیسٰے بن ہشام کہتا ہے کہ میں اپنی آبرو بچانے کی خاطر اپنی جگہ جما رہا پھر کہا "مجھے یہی سزاوار ہے کہ بجز حق کے اور کچھ نہ کہوں اور بجز راستی کے اور کسی بات کی شہادت نہ دوں۔ میں تمہارے نبی کا ایک مژدہ لایا ہوں۔ مگر جب تک خدا اس مسجد کو اُن کمینوں سے پاک نہ کرڈالے جو اس کی نبوت سے منکر ہیں۔ ہرگز وہ مژدہ نہ پہنچاؤں گا۔" عیسٰے بن ہشام کہتا ہے کہ مجھے تو اُس نے بیڑیوں میں جکڑ دیا (سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا) اور کالی رسیوں (آہنی زنجیروں) سے کس دیا۔ پھر کہا میں نے

ص ۹۲

---

[۱] تمہ رفع الخ امام اور مقتدی سب شافعی تھے۔ کہ اُس عہد میں یہی عالم اسلامی کا مذہب تھا۔ بجز ماوراء النہر افغانستان اور عراق کے مگر جب مغلوں اور ترکوں کی حکومت کا دور دورہ ہُوا تو چونکہ یہ قومیں ماوراء النہری تھیں۔ مذہب حنفی نے اُس کی جگہ لے لی مالکی مراکش اور اندلس میں اور حنبلی بغداد میں عموماً پائے جاتے تھے رفع الیدین بعد رکوع۔ طول قیام و سجود۔ اور سجدہ کے لئے پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے ٹیکنا۔ شافعیوں کی خصوصیات ہیں۔ ۱۲

[۲] لحی اور لحیی وہ جبڑا جس پر ڈاڑھی اُگتی ہے [۳] تشہد۔ التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات الخ

[۴] فلیعیرنی الخ۔ یہی محاورہ انگریزوں نے اُڑایا ہے۔ پئیر لینڈ می یور ایرس ۱۲

آپ کو اسی طرح خواب میں دیکھا ہے۔ جس طرح گھٹا میں سورج دیکھا جاتا ہے۔ اور شب چہاردھم کو چاند۔ آپ چل رہے تھے اور تارے آپ کے پیچھے پیچھے تھے اور آپ (ناز سے) اپنے دامن کو گھسیٹتے آ رہے تھے۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے مجھے ایک عاہتائی اور ہدایت کی۔ کہ میں آپ کی امت کی سکھلاؤں۔ میں اس کو خلوق[1] مشک زعفران اور غالیہ[2] سے ان کاغذوں پر لکھ لایا ہوں۔ مجھ سے جو کوئی مانگے گا۔ اس کو مفت (دیدوں گا۔ اور اگر کوئی کاغذ کی قیمت ادا کرے گا۔ تو میں لے لونگا (مانگنے کا ڈھنگ ہے یعنی کچھ محنتانہ نہ لونگا)

عیسٰے بن ہشام کہتا ہے۔ کہ اس پر اس قدر فرانک اُمڈ آئے۔ کہ ہکا بکا رہ گیا۔ وہ چل پڑا اور میں بھی اس بات سے تعجب کرتے ہوئے کہ وہ شکار پر بھالا[3] پھینکنے اور روزی کو فریب سے حاصل کرنے میں کیسا مشاق ہے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے اُس کی مزاج پرسی کرنی چاہی مگر پھر رک گیا۔ اور اُس سے بات چیت کرنی چاہی۔ مگر خاموش رہا۔ میں اُس کی بیحیائی کے ساتھ خوش زبانی حسن[4] طلب اس کے لوگوں کو اپنے فریب میں جکڑ لینے اور اپنے طریقہ سے مال حاصل کرنے پر خوب غور کرتا رہا۔ پھر جو دیکھا تو وہ اسکندری نکلا۔ میں نے کہا تجھے یہ چال کیسے سوجھی؟ تو مسکرا کر بولا۔ لوگ گدھے ہیں تو ان کو ایک ایک کر کے ہنکائے جا (لوٹے جا) اُن میں نمایاں بن اور اُن سے نمبر لے جا حتی کہ جب تو اُن سے اپنی دلی مراد حاصل کرلے تو پھر مرجا (کہ حسرت لیکر نہ مرے گا)

---

[1] خلوق۔ ایک مرکب خوشبو جس میں زعفران اور کافور بھی پڑتا ہے ۱۲

[2] سك المسك۔ ایک طرح کی سیاہ مرکب خوشبو کی گولی جس میں علاوہ اور چیزوں کے مشک بھی پڑتی ہے

[3] زرزق۔ مزراق یعنے بھالا مارنا۔ شیخ محمد عبدہ یہی کہتے ہیں مگر مجھے یہ فارسی زرق بمعنے حیلہ و فریب معلوم ہوتا ہے [4] استماعہ بخشش مانگنا۔ [5] تجوز۔ تجویز اونٹوں کو ایک ایک کر کے گزارنا از جواز بمعنے مرور ۱۲

من کتاب الملل والنحل

ص۹

آراء العرب فی الجاہلیۃ

ہم اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ اہل عرب و ہند قریب قریب ایک ہی مذہب پر ہیں اور وہیں اس مسئلہ میں مختصر قول لکھ آئے ہیں۔ اس لئے دونوں فریقوں کی نزدیکی اور دونوں قوموں کی قربت خواص اشیاء کے اعتبار اور احکام ماہیات کے مطابق حکم کرنے میں محدود ہے۔ اور ان پر فطرت اور طبیعت غالب ہے۔ اور یہ بیان کر آئے ہیں، کہ روم و عجم بھی قریب قریب ایک ہی مذہب پر ہیں۔ اس لئے کہ انکی مقاربت خواص اشیاء کے اعتبار اور طبائع کے احکام کے مطابق حکم کرنے پر موقوف ہے۔ اور اُن پر اکتساب اور جدّ و جہد غالب ہے۔ اب ہم ان باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کے عرب زمانہ جاہلیت میں قائل تھے۔ اس کے بعد اہل ہند کے اقوال بیان کریں گے۔ اور قبل اس کے کہ ہم ان کے مذاہب کے حالات شروع کریں۔ یہ چاہتے ہیں۔ کہ بیت[1] عتیق کا حکم خدا نے پاک و پاکیزہ رکھے، اور دنیا بھر میں بنے ہوئے گھروں پر اس کی فضیلت ذکر کریں اس لئے انہیں گھروں میں سے وہ گھر ہے۔ جو دینِ حق پر آدمیوں کے لئے قبلہ بنایا گیا اور انہیں میں سے وہ ہے۔ جو دین باطل پر آدمیوں کے لئے فتنہ بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں وارد ہؤا ہے۔ کہ پہلا وہ گھر جو آدمیوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ ہے جو مکہ میں ہے وہ عالمین کے لئے مبارک اور سبب ہدایت ہے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ پہلے پہل اس کو کس نے بنایا۔ بعض کا قول ہے کہ جب حضرت آدم زمین پر اتارے گئے۔ تو سرزمین ہند کے جزیرہ سراندیپ میں اُترے۔ اس وقت وہ اپنی زوجہ کی جدائی اور تلاش قبول توبہ میں

ص۱۰

حیران تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حوّا کو عرفات[2] کے جبل رحمت[3] پر پایا۔ اور اُن کو

---

[1] کعبہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ پہلا گھر ہے جو زمین میں وضع کیا گیا ہے اور غرق سے یا جباروں سے یا جنت سے آزاد کیا گیا ہے یا اس لئے کہ اس کا کوئی مالک نہیں آزاد ہے ۱۲ منتہی الارب [2] ۹ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے ۱۲ کوس پر حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ۱۲ منتہی الارب [3] مقام مذکورہ میں ایک کوہ ہے ۱۲

تھوڑی دیر کے بعد پہنچا[1] سرزمین مکہ میں جاکر دعا اور خدا کے سامنے گریہ زاری کی تاکہ وہ
ان کو ایک ایسا گھر بنانے کی اجازت دے۔ جو ان کی نماز کے لئے قبلہ اور ان کی عبادت
کے لئے طواف گاہ ہو۔ جیسا کہ اس نے آسمان پر بیت المعمور[2] کو معین کیا ہے جو ملائکہ کی
طواف گاہ اور روحانیین کی زیارت گاہ ہے۔ تب خداوند عالم نے ان کے پاس اس گھر کی
شبیہ بھیجی۔ جو سراپردہ نور کی شکل پر تھی۔ حضرت آدمؑ نے اس کو کعبہ کی جگہ پر (جہاں اب
کعبہ ہے) رکھا۔ اور جا جا کر طواف کرنے لگے، جب حضرت آدم کی وفات ہوئی۔ تو ان کے وصی
جناب شیثؑ مٹی اور پتھر سے شکل مذکور کے بالکل مطابق[3] خانہ کعبہ کے بنانے کے ذمہ دار ہوئے
پھر یہ (شیث کا قائم کردہ گھر) طوفان نوحؑ سے خراب و برباد ہو گیا، زمانہ گذرتا رہا۔ یہاں
تک کہ پانی تسکباد یا گیا۔ (امت نوحؑ اور نوحؑ کا) معاملہ طے کر دیا گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی
نوبت آئی۔ آپ حضرت ہاجرہ[4] کو مقام مبارک (مکہ) میں لیکر آئے۔ یہیں حضرت اسمٰعیلؑ کی
ولادت ہوئی تھی۔ یہیں آپ کا نشو و نما اور تربیت ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ اس مقام پر لوٹ کر آئے
حضرت اسمٰعیل کے ساتھ بناء کعبہ میں شرکت کی اس واقعہ کا پتہ خداوند عالم کے اس قول میں ہے
"اور جبکہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل مستونہائے بیت اللہ کو بلند کرنے لگے" پس ان دونوں نے
اشارہ وحی کے مطابق تمام ان مناسبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اس گھر (شیثؑ کے قائم
کئے ہوئے) میں اور بیت معمور میں تھیں۔ بیت اللہ کے ستونوں کو بلند کیا۔ اور ان مناسک[5]
ومشاعر کو بجا لانا شروع کیا۔ جن میں وہ تمام مناسبات محفوظ تھیں۔ جو ان میں اور شرح اخیر میں
تھیں، خداوند عالم نے ان کے اس عمل کو قبول فرمایا اور (بیت اللہ کا) اس وقت تک بلکہ تا
قیامت شرف و احترام حسن قبول کا ثبوت بن کر رہا۔ اہل عرب کے خیالات اس میں مختلف ہیں
اور پہلا وہ شخص جسنے کعبۃ اللہ میں بت رکھے۔ عمرو بن لحی ہے (اس نے اس وقت ایسا کیا)

[1] عرف (کس) دیر میں پہنچا تنا (ضس) پہچان ۱۲ منتہی الارب [2] ایک گھر ہے جو چھٹے آسمان پر کعبہ کے
مقابل ۱۲ منتہی الارب [3] حذو دو چیزوں کو باہم برابر کرنا۔ حذوت النعل بالنعل یعنی میں نے جوتی کو
جوتی سے برابر کیا، حذوہ تیر کا پر۔ محاورہ مذکور کے لفظی معنے یہ ہوئے۔ کہ ایک تیر کے پر کو دوسرے تیر
کے پر سے اور ایک جوتی کو دوسری جوتی سے برابر کرنا (از صراح و منتہی) اس سے مقصد مطابقت تامہ ہے یعنی
کسی شے کا دوسری شے سے پورے طور پر [4] ہاجر (فسف) نام مادر حضرت اسمٰعیل آپ کو آجرہ بھی کہتے
ہیں از منتہی ہاجرہ جو مشہور ہے لغت میں اس کا پتہ نہیں غلط العام ہے [5] مناسک اعمال افعال حج
چنانچہ طواف و رمی جمرات و سعی و وقوف عرفات و قربانی و بستن احرام مناسک جمع منسک و مشاعر
مرادف آں ۱۲ از غیاث و منتہی

جبکہ وہ اپنی قوم کا سردار اور انتظام بیت اللہ کا ذمہ دار ہوا۔ پھر وہ شہر بلقاء کی طرف گیا جو کہ
شام میں ہے۔ (وہاں) اس نے ایک قوم والوں کو دیکھا کہ بُت پرستی کرتے ہیں۔ ان لوگوں
سے بتوں کے متعلق کچھ پوچھا وہ کہنے لگے کہ یہ ہمارے معبود ہیں جنہیں ہم نے بڑی بڑی
مورتوں[۱] اور انسانی جسموں کی صورت پر بنا لیا ہے۔ ہم ان سے مدد چاہتے ہیں تو مدد کئے
جاتے ہیں اور بارش چاہتے ہیں۔ تو بارش ہوتی ہے۔ اس کو اس سے تعجب ہوا اور ان
کے بتوں میں سے ایک بت ان سے مانگا۔ تو انہوں نے اس کو ہبل نامی بت دیدیا وہ اسے
لیکر مکہ میں آیا۔ اُس کو کعبہ کے اندر رکھ دیا۔ اس کے ساتھ (دو بت) اساف و نائلہ بھی
تھے جو شوہر و زوجہ کی صورت پر تھے اس لئے لوگوں کو ان کے احترام اور ان کی طرف تقرب
حاصل کرنے اور انہیں خداوند عالم تک پہنچنے کا وسیلہ بنانے کی طرف دعوت دی یہ حالت
(صنم پرستی) شاہ شاپور ذی الاکتاف کے ابتدائی عہد سے اس وقت تک رہی جبکہ خداوند
عالم نے اسلام کو ظاہر فرمایا اور تب اصنام کے گھر سے نکالے گئے اور باطل قرار دیدئے
گئے۔ اسی سے ہمیں اس شخص کا کذب معلوم ہوتا ہے۔ جس نے یہ کہا ہے کہ خدا کا محترم
گھر بیت زحل ہے۔ اور جس کو اس کے بانی اوّل نے برجوں کے حالات معلوم کرکے اور
ستاروں میں غور و فکر کرکے بنایا اور اس کا نام بیت زحل رکھا (ان لوگوں کے خیال کے
مطابق) اسی لئے ہمیشہ کی بقا اور تعظیم اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس وجہ سے کہ
ستارہ زحل بقا اور طول عمر پر تمام ستاروں سے زائد دلالت کرتا ہے اور (وہ ہم کہتے ہیں کہ)
یہ غلطی ہے۔ اس لئے کہ بناء اول بذریعہ وحی حاملان وحی کے ہاتھوں ہوئی۔ پھر یہ
معلوم ہونا چاہئے۔ کہ گھروں کی دو قسمیں ہیں۔ بیوت اصنام اور بیوت نیران (بتخانے
اور آتش کدے) ہم نے ان مقامات کا جہاں آتشکدے تھے مقالات مجوس میں ذکر کیا ہے
رہے وہ صنم خانے جو عرب و ہند کے تھے وہ سات ہیں جو مشہور تھے اور سیارات[۲]
ہفتگانہ پر (بحیثیت اسماء) بنائے گئے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے تھے۔ جن میں (پہلے)
بُت تھے (مگر) پھر آتش خانے بنا دئے گئے۔ اور بعض ایسے تھے جو آتش خانے
نہیں بنائے گئے۔ بُت پرستوں اور آتش پرستوں میں بڑی مخالفتیں تھیں اور حکومتیں
درمیانی نزاعوں کا فیصلہ کیا کرتی تھیں جو شخص غالب اور زبردست ہو جاتا تھا وہ خانہ کعبہ
میں اپنے مذہب و دین کے ارکان و اعمال کے مطابق تغیر کر لیا کرتا تھا۔ ان بت خانوں

صہ ۱۰۲

---

۱ جمع ہیکل۔ دلدار اور سخت ہر ایک چیز۔ کالبد۔ مورت ۱۲ منتہی الارب

۲ قمر۔ عطارد۔ زہرہ۔ شمس۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل ۱۲ غیاث

میں سے (پہلا بُت خانہ) اصفہان کے پہاڑ کی چوٹی کے اوپر (اصفہان سے) تین فرسخ کے فاصلہ پر بیت فارس ہے۔ اس میں بہت سے بت رہے۔ یہاں تک کہ گشتاسف بادشاہ نے جب وہ مجوسی[1] ہو گیا۔ تو انہیں نکال باہر کیا اور اس کا آتشکدہ بنا دیا۔ اور انہی بتخانوں (میں سے دوسرا بتکدہ) وہ بُت خانہ ہے جو ہندوستان کے شہر ملتان میں ہے اس میں بہت سے بُت ہیں۔ جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اور (ان میں سے تیسرا بُت خانہ جو ہندوستان ہی کے شہر سدوسان میں ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے عجیب غریب بُت ہیں۔ اور اہل ہند ان دونوں بُت خانوں کی طرف ہر سال میں کئی دفعہ خاص طریقہ پر قصد کر کے آتے ہیں۔ اور ان میں سے (چوتھا صنم خانہ) نوبہار ہے۔ جس کو منوچہر نے شہر بلخ میں چاند کے نام پر بنایا تھا۔ جب اسلام ظاہر ہوا تو اہل بلخ نے اسے برباد کر دیا۔ اور انہی (بتخانوں) میں سے پانچواں بتخانہ بیت غمدان ہے جو شہر صنعا یمن میں ہے۔ اس کو ضحاک نے زہرہ کے نام پر بنایا۔ اور عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ نے اس کو ویران کر دیا۔ اور ان بتخانوں میں سے (چھٹا بُت خانہ) بیت کاؤوسان ہے۔ جس کو کاؤس بادشاہ نے آفتاب کے نام پر شہر فرغانہ میں عجیب عنوان پر بنایا اور معتصم نے اس کو ویران کر دیا۔

جاننا چاہیئے۔ کہ اہل عرب کی مختلف قسمیں ہیں ان میں سے معطلہ اور محصلہ ہیں۔

مُعطّلۃ العرب

اس فرقہ کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو پیدا کرنے والے کے اور حشر و نشر کے منکر ہیں۔ یہ وہ ہیں۔ جن کے متعلق قرآن مجید نے خبر دی ہے ان لوگوں نے کہا۔ کہ یہ ہماری زندگانی دنیا میں تو ہے۔ جس سے ہم مرتے جیتے ہیں (ان کے اس قول میں) ان طبائع محسوسہ کی طرف اشارہ ہے جو عالم سفلی میں ہیں اور زندگی کو محض ان کے اجتماع پر اور موت کو محض ان کے انتشار پر موقوف کر دیا ہے۔ پس (ان کے نزدیک ان طبائع کو) جمع کرنے والی طبیعت ہے اور فنا و ہلاک (منتشر) کرنے والا زمانہ ہے (لہٰذا طبیعت محیی ہوئی اور زمانہ مفنی ہوا) (پھر انکا قول ہے جس کی قرآن حکایت کرتا ہے) اور ہمیں تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے (خداوند عالم کا ارشاد ہے) ان کو اس کا کچھ علم نہیں وہ محض گمان سے کام لیتے ہیں۔ خداوند عالم نے فکری امور سے اور فطری نشانیوں سے ان پر کثیر آیتوں اور سورتوں میں استدلال کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے "کیا انہوں نے یہ نہ سوچا کہ ان کے صاحب کو جنون نہیں ہے وہ تو کھلا ڈرانے والا ہے۔ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کی

---

[1] تمجس مصدر جعلی مجوسی ہو جانا ۱۲ منتہی الارب

سلطنت میں اور جو جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں۔ ان میں غور نہیں کیا۔" اور فرماتا ہے۔
"اے رسول تم یہ کہدو۔ کہ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا"
اور ارشاد ہوتا ہے۔ اے بندو! تم اپنے اس پروردگار کی عبادت کیا کرو جس نے تم کو خلق
فرمایا۔ (ان آیات میں)۔ اقدس الٰہی نے آفرینش کے ذریعہ سے خالق پر اور اس امر پر استدلال
قائم کیا ہے۔ کہ وہ ابتدائے آفرینش پر بھی اور (مار ڈالنے کے بعد) لوٹانے (پھر زندہ کرنے)
پر بھی قدرت کاملہ رکھتا ہے (ابداء و اعادہ کمال کے ساتھ کر سکتا ہے)۔

اور معطلہ (کی قسموں (میں سے ایک قسم (میں) وہ (لوگ) ہیں۔ جنہوں نے خالق کا اور
ابتداء خلقت و ایجاد کا اعتراف کیا ہے۔ اور حشر و نشر کا انکار کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن
کی بابت قرآن نے (ان الفاظ میں) خبر دی ہے کہ" انسان ہمارے لئے مثالیں گڑھنے لگا۔
اور اپنی خلقت کو بھول گیا (کہ کس طرح بغیر اس کے کہ پہلے سے کوئی وجود ہو ہوئی تھی) اور
کہنے لگا۔ کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ پس جب انہوں نے آفرینش اولیٰ کا
اعتراف کر لیا تو اقدس الٰہی نے ان پر اس خلقت اولیہ کے ذریعہ سے استدلال کیا۔ کہ اے رسول
ان سے کہدو۔ کہ جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ وہی (بوسیدگی و افتراق اجزا کے بعد)
زندہ کرے گا اور فرمایا۔ کہ کیا ہم پہلی دفعہ کے پیدا کرنے سے تھک گئے ہیں۔ یہ اور بات ہے
کہ وہ پہلی سی پیدائش کے بارے میں شک و شبہ (تامل) میں ہیں۔ اور ان میں سے ایک
فرقے والے ایسے ہیں۔ جنہوں نے خالق کا اور ابتدائے خلقت کا اور ایک قسم کے اعادہ کا
اقرار کیا ہے۔ مگر انبیاء و رسل کا انکار کیا۔ بتوں کی پرستش کی۔ یہ گمان کیا کہ وہ بت آخرت میں
خدا کے سامنے ان کے سفارشی ہوں گے۔ ان کے پاس بطور حج آئے۔ ان کے لئے ہدیے
ذبح کئے۔ قربانیاں کیں۔ اعمال و افعال مخصوصہ بجا لا کر ان کا تقرب چاہا، حرام کو حلال اور
حلال کو حرام کیا۔ عرب میں ایسے بہت سے آدمی[1] ہیں۔ مگر ان میں سے جماعت قلیل (ایسی نہیں ہے)
جن کا ہم ذکر کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن مجید نے اس طرح خبر دی ہے۔ ان
لوگوں نے کہا کہ اس رسول کو کیا ہو گیا ہے یہ تو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے"
اس جملہ تک[2] "تم تو ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو" پس خداوند عالم نے ان پر استدلال

---

[1] دھما بہت عدد ۱۲ منتہی الارب [2] شرذمہ (کسلف) تھوڑے سے آدمی۔ ہر چیز کا ٹکڑا ۱۲ منتہی الارب
[3] باقی آیت یوں ہے لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ
يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ الآیۃ یعنے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیج دیا کہ وہ اس کے ساتھ
ڈرانے والا ہوتا یا اس پر خزانہ کیوں نہ ڈال دیا گیا یا اس کا کوئی باغ کیوں نہ ہوا کہ یہ اس میں سے کھاتا اور نافرمان کہتے ہیں کہ تا آخر

قائم کیا۔ کہ انبیاء و مرسلین سب اسی طرح تھے۔ چنانچہ فرماتا ہے "اور ہم نے جو تم سے پہلے رسول بھیجے تھے وہ کھانا بھی کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں بھی چلا پھرا کرتے تھے"۔

اہل عرب کے شبہات انہیں دو شبہوں میں محدود تھے ایک مع جسموں کے زندہ ہونے کا انکار دوسرے بعثت انبیاء کا انکار پہلے شبہ کی بنا پر وہ کہتے تھے کہ "جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے، آیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی" (مرنے کے بعد زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے، اسی طرح کی دوسری آیات ایں بھی ان کے اقوال کی حکایت ہے) ان لوگوں نے ان عقائد کو اپنے اشعار میں بھی ادا کیا ہے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

صـ ۱۰۵

زندگی۔ پھر موت پھر دوبارہ زندہ ہونا اے ام عمر یہ سب لغو باتیں ہیں ؛

کوئی اور شخص شعراء عرب میں سے اہل بیت مشرکین کے مرثیہ میں (جنگ بدر کے متعلق کہتا ہے۔ چاہ بدر[1] میں (جس کے اندر مقتولین بدر ڈال دئے گئے ہیں) آبنوس کے پیالے[2] ہیں ہیں جو کوہان شتر[3] کے گوشت سے بھر دئے جائیں۔ رسول ہمیں اس امر کی خبر دیتے ہیں کہ ہم (مرنے کے بعد) زندہ کئے جائینگے (سمجھ میں نہیں آتا کہ) بھیجوں[4] کی اور سروں کی زندگی (بعد موت) کیسے ہو سکتی ہے (بھیجوں اور سروں سے مراد انسان ہیں ؛

بعض عرب تناسخ کے معتقد ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے تو دماغ کا خون اور اس کے اجزاء جمع ہوتے ہیں۔ اور اُن کا اُلو پرند بن جاتا ہے جو ہر صدی میں قبر کے سرہانے آتا ہے۔ رسول خدا صلعم نے ان سب باتوں کا انکار کیا اور فرمایا کہ نہ کوئی اُلو ہے نہ لپٹ[5] جانے والی بیماری۔ کوئی شے ہے نہ آدمی[6] کے پیٹ میں کوئی سانپ ہے (یہ سب عرب متوہمانہ عقائد تھے) اور دوسرا شبہ (اس کے متعلق یہ ہے کہ) وہ رسول کے بشر کی صورت میں مبعوث ہونے پر انکار شدید اور اصرار ہیبج کرتے تھے قرآن پاک ان کے اس اعتقاد کی اس طرح خبر دیتا ہے "۔ اور آدمیوں کو جبکہ ان کے پاس ہدایت آ چکی تو ایمان لانے سے روکا کس چیز نے ؟ پس انہوں نے یہ کہدیا کہ کیا خداوند عالم نے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر

صـ ۱۰۶

---

[1] قلیب (ککس) (۱) کنواں یا گول (۲) نہ بنایا ہوا کنواں یا پرانا کنواں شیزد (کس) آبنوس کی لکڑی یا شیشم کی لکڑی یا اخروٹ کی یا ایک کالی لکڑی جس کے برتن بناتے ہیں الکلکل (فقتفض) گھیر لینا احاطہ کرنا؛ سنام کوہان ۱۲ منتہی الارب [2] جمع صدی (ذ) مغز سر بھیجا ھام (فس) جمع ہامہ (فسف) سر ۱۲ منتہی الارب [3] عدوی (خسف) بیماری جو ایک سے دوسرے کو لگ جائے ۱۲ منتہی الارب [4] صفر (فف) آدمی کے پیٹ میں ایک سانپ ہے جو پہلوؤں کی ہڈیوں میں چمٹتا ہے اور ان کو کاٹتا ہے - ۱۲ منتہی الارب

بھیجا ہے؟ (ان میں سے) جو لوگ ملائکہ کے معترف تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ دکار رسالت انجام دینے کے لئے) آسمان سے کوئی فرشتہ آئے اور (جو لوگ ان کے قائل نہ تھے وہ کہتے تھے کہ خدا کی جناب میں ہمارے سفارشی اور تقرب کا ذریعہ نصب کئے ہوئے بُت ہیں۔ رہا۔ ہمارے لئے احکام اور شریعت خدا کا وجود" یہ کچھ نہیں (نا قابل تسلیم ہے)۔ بنا بریں وہ ان بتوں کی عبادت کرتے تھے جو (ان کے نزدیک خدا کی درگاہ میں تقرب کے) وسیلے تھے (ان کے نام) وَد۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق اور نسر تھے۔ وَد مقام دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ سواع بنی ہذیل کا بُت یہ تھا اس کا حج کرنے آتے تھے اور اس پر قربانیاں کرتے تھے۔ یغوث قبیلہ مذحج اور چند قبائل یمن کا بت تھا۔ نسر سرزمین حمیر میں ذی الکلاع کا بت تھا۔ یعوق ہمدان کا لات طائف میں بنی ثقیف کا عزیٰ قریش، تمام بنی کنانہ اور قوم بنی سلیم کا اور منات۔ اوس۔ خزرج اور غسان کا بت تھا۔ ہبل ان کے نزدیک ان کے تمام بتوں سے بڑا اور پشت خانہ کعبہ پر نصب تھا اور اساف ونائلہ کوہ صفا ومروا پر نصب تھے۔ ان کو عمرو بن لحی نے دوہاں) رکھا تھا۔ اور یہ ان پر کعبہ کے سامنے قربانیاں کیا کرتا تھا۔ وہ لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ دونوں قبیلہ جرہم کے (دو آدمی) تھے۔ اساف عمرو کا بیٹا اور نائلہ سہل کی بیٹی ان دونوں نے کعبہ کے اندر بدعملی کی تو خداوند عالم نے دونوں کو پتھروں کی صورت پر مسخ کر دیا۔ بعض کا قول ہے کہ ایسا نہیں بلکہ یہ یہ دونوں بُت تھے۔ جن کو عمرو بن لحی نے لاکر صفا پر رکھا اور بنی ملکان بن کنانہ کا ایک بت تھا۔ جس کو سعد کہتے تھے یہ وہی بُت ہے جس کے متعلق کہنے والا کہتا ہے ؎

(۱) ہم سعد کے پاس اس لئے آئے۔ کہ وہ ہماری پریشانیوں[1] کو رفع کرے۔ مگر اس نے ہمیں اور پریشان کر دیا۔ لہٰذا اب ہمیں سعد سے کوئی مطلب نہیں۔

(۲) سعد تو محض میدان[2] میں رکھا ہوا ایک پتھر ہے جو کسی کو نہ ہدایت کی طرف بلا سکتا ہے نہ ضلالت کی طرف"

اور عرب جب لبیک کہتے تھے یا کلمہ پڑھتے تھے تو اس طرح کہا کرتے تھے

[3]"لبّيك اللّهمّ لبّيك، لبّيك، لا شريك لك، الا شريك هو لك۔ تملكه وما ملك"

صـ۱۰۰

---

[1] شمل (س) متفرق وپریشان کام تشتر بتشر تشتیت پریشان ومتفرق کرنا ۱۲ منتہی الادب
[2] تنوفۃ (تفصف) بیابان، زمین فراخ بعید اللطرف دشت بے آب آتش اگرچہ گیاہ ناک ہو تنائف جمع ۱۲ منتہی الادب [3] میں حاضر ہوں۔ اے میرے اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر ایک شریک ہے۔ تو اس کا بھی مالک ہے اور وہ اس کا مالک نہیں۔

بعض عرب یہودیت کی طرف مائل تھے۔ بعض نصرانیت کی طرف مائل تھے۔ اور بعض فرقہ صابئہ[1] پر فریفتہ تھے۔ اور انواء[2] پر اسی طرح اعتقاد رکھتے تھے۔ جیسے کہ نجومی سیارات کے متعلق رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ (ان کے خیال کے مطابق) انواء میں سے کسی نوء کے اثر کے بغیر نہ کوئی حرکت کر سکتا ہے نہ سکونت پذیر ہو سکتا ہے نہ سفر کر سکتا ہے۔ اور نہ قیام کر سکتا ہے۔ عرب بطور محاورہ کے کہتے ہیں مطرنا بنوء کذا یعنی ہمارے لئے اس نوء کی وجہ سے پانی برسایا گیا۔ اور بعض عرب فرشتوں پر فریفتہ تھے۔ اور ان کو پوجتے تھے۔ بلکہ وہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے متعلق اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں ۰

المحصلہ من العرب

ص۱۰۱ جاننا چاہیئے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں عرب تین قسم کے علوم سے واقف تھے۔ ایک علم انساب و تواریخ و ادیان اس کو وہ شریف قسم سمجھتے ہیں۔ خصوصًا انساب اجداد نبی صلعم کے علم کو اور اس نور کے حالات (پر اطلاع کو جو صاحب ابراہیم سے اسمٰعیل میں آیا تھا۔ اور آپ کی ذریت میں اس کے تسلسل و تواصل پر اطلاع کو یہاں تک کہ وہ نور کسی قدر رواد[3] ی کے سردار اعلےٰ بزرگی والے حضرت عبدالمطلب کے روئے روشن[4] میں ظاہر ہوا۔ اور فیل[5] اعظم نے اس کو سجدہ کیا۔ اس پر قصہ اصحاب فیل گواہ ہے۔ اسی نور کی برکت سے باری تعالےٰ نے ابرہہ کے شر کو دفع کیا اور گروہ ابرہہ پر ابابیل پرند کو بھیجا۔ اسی نور کی برکت سے عبدالمطلب نے مقام زمزم کی پہچان اور (ان ہرنوں[6] اور تلواروں کے پالینے کے متعلق خواب دیکھا تھا۔ جنہیں جرہم نے (چاہ زمزم میں) دفن کر دیا تھا۔ اسی نور کی برکت سے آپ کو اس نذر کا الہام کیا گیا

---

[1] صابئہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے ۱۲ مختار الصحاح [2] انواء واحد نوء معنے میں ہیں۔ بخفنتر کتنے ہیں۔ ...
... نوء (فس) ستارہ جو غروب کو مائل ہو یا ستارہ طالع یہ چاند کی ایک منزل ہے۔ اس کی اٹھائیس منزلوں میں سے انواء۔ نوء ان جمع یا وہ مغرب میں ایک غروب کی منزل ہے فجر کے وقت اور اسی وقت مشرق میں وقت طلوع اس کے مقابل میں شب کو تیرہ روز تک ایسا ہے ہر ایک ستارہ سے گذر جانے تک سوائے بدر کے اسلئے کہ اس کے چودہ دن ہیں اور عرب مینوں اور بناؤں اور حرارت و برودت کو اس میں سے اس کے ساقط کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اصمعی کہتا ہے کہ طالع کی طرف اکثر عرب بولتے ہیں مطرنا بنوء کذا بس جسے نوء سے وقت مراد رکھی ہے تو وہ جائز ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے مینہ کی اس میں عادت جاری کی اور جس نے کہ اسی سے مینہ کی امید رکھی سوائے اللہ تعالےٰ کے تو وہ کافر ہے ۱۲ منتہی [3] سید [4] اوی حضرت عبدالمطلب سے مراد ہے۔
۱۲ [5] اسار یر (تقشکس) چہرہ کی خوبی دونوں رخسار کی خوبی ۱۲ (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھو)

تھا۔آپ نے اپنے دسویں بیٹے کے ذبح کرنے کے متعلق کی تھی اور اسی واقعہ کی وجہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۰۔ ۵؎ ابرہہ وہ بادشاہ تھا جس نے کعبہ کی بربادی کا قصد کیا تھا۔ لیکن خداوندعالم نے اسے بھیجے ہوئے ابابیل پرندوں سے ہلاک کرادیا اس کے پاس ایک بہتر بڑا سفید ہاتھی تھا جس کے دونوں دانتوں پر ہر قسم کے جواہر جڑے تھے وہ اس ہاتھی کے سبب تمام بادشاہوں پر فخر کرتا تھا۔ واقعہ فیل کے زمانہ میں جب حضرت عبدالمطلب کی ابرہہ سے ملاقات ہوئی۔ تو اس وقت اس نے فیلبان کو حکم دیا کہ وہ ہاتھی لائے اس ہاتھی کو ہر طرح کی زینت اور رنگ برنگ کے لباس زیور سے آراستہ کرکے لائے۔ اس نے آپ کے قریب پہنچتے ہی آپ کو سجدہ کیا اپنے بادشاہ کو اس نے کبھی سجدہ نہ کیا تھا۔ اس نے بزبان عربی فصیح آپ کو سلام بھی کیا اس ہاتھی کا نام محمود تھا ۱۲ ۶؎ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کعبہ میں سونے کے دو ہرن اور پانچ تلواریں تھیں۔ جب قبیلۂ خزاعہ قبیلۂ جرہم پر غالب آئے اور چاہا۔ کہ حرم کو ان سے چھین لیں۔ جرہم نے وہ تلواریں اور دونوں ہرن جو سونے کے تھے۔ چاہ زمزم میں ڈال کر اس چاہ کو خاک سنگ سے اس طرح بھر دیا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ ان چیزوں کو نکال نہ سکے۔ جب قصی جو عبدالمطلب خزاعہ پر غالب آئے۔ اور پھر ان سے مکہ چھین لیا۔ زمزم کا مقام ان کو معلوم نہ ہوا اور آگاہ نہ تھے کہ کہاں ہے یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کو مکہ معظمہ کی ریاست ملی۔ ان کے لئے کعبہ کے سامنے ایک مسند بچھاتے تھے اور ان کے سوا دوسرے کے واسطے نہ بچھاتے تھے ایک رات کعبہ کے پاس سوتے تھے ناگاہ خواب میں دیکھا۔ کہ کوئی شخص ان سے کہہ رہا ہے کہ برّہ کو کھدو۔ جب بیدار ہوئے سمجھ نہ سکے کہ برّہ کیا ہے دوسری رات پھر اسی جگہ سوئے اور اسی شخص کو خواب میں دیکھا۔ اور ان سے کہا طیبہ کو کھدو۔ پھر تیسری رات خواب میں دیکھا کہ مضنوعہ کو کھدو۔ پھر چوتھی رات وہی شخص خواب میں آیا۔ اور کہا زمزم کو کھودو جس کا پانی کبھی تمام نہ ہوگا اور حاجی اس کو پئینگے اور اس کو اس جگہ کھودو جہاں سفید پر کا کوا چیونٹیوں کے سوراخ کے پاس بیٹھا ہے۔ چاہ زمزم کے پاس ایک سوراخ تھا اور اس سے چیونٹیاں باہر نکلتی تھیں اور ایک کوّا جس کے پر سفید تھے ہر روز وہاں آکر چیونٹیوں کو کھایا کرتا تھا۔ عبدالمطلب نے جب یہ خواب دیکھا اس وقت اپنے سب خوابوں کی تعبیر سمجھے اور موضع زمزم سے آگاہ ہوئے بعد اس کے قریش کے پاس آکر کہا چار رات متواتر خواب میں چاہ زمزم کھودنے کا مجھے حکم ہوا ہے اور وہ ہماری فخر و عزت کا سبب ہے پس آؤ اس کو کھودیں ان لوگوں نے قبول نہ کیا عبدالمطلب خود زمزم کے کھودنے میں مصروف ہوئے۔ ان کا ایک فرزند جس کا حارث نام تھا۔ زمزم کے کھودنے میں ہی انکی مدد کرتا تھا جب زمین کا کھودنا دشوار ہوا سو وہ ان کعبہ کے پاس آکر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور تضرع و زاری کے بعد یہ نذر کی کہ اگر حقتعالے انکو دس فرزند عطا کرے۔ ان میں سے ایک کو جو سب سے زیادہ محبوب ہو قربانی کریں بعد اسکے پھر کھودنا شروع کیا اور یہاں تک کھودا کہ حضرت اسمٰعیل کی عمارت اس کنوئیں میں ظاہر ہوگئی۔ اُسوقت جانا کہ پانی تک پہنچے اور اللہ اکبر کہا قریش نے بھی اللہ اکبر کہا اور کہا اے حارث یہ ہمارا فخر و کرامت ہے اس میں ہمارا بھی حصہ ہے ہم تم کو سب دینگے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا تم نے اس کے کھودنے میں میری مدد نہ کی اسلئے یہ میرے اور میرے فرزندوں کے لئے قیامت تک مخصوص ہے ۱۲

آنحضرت صلعم نے یہ کہکر فخر فرمایا ہے "انا ابن الذبیحین" میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔ ذبیح اول[۱] سے (آپ کے جد اعلیٰ) حضرت اسمٰعیل مراد ہیں۔ جو سب سے پہلے وہ بزرگ تھے۔ جن کی طرف یہ نور آیا اور پوشیدہ ہو گیا۔ اور ذبیح ثانی سے (آپ کے پدر بزرگوار) جناب عبداللہ مراد ہیں جو سب سے آخری وہ بزرگ تھے۔ جن کی طرف یہ نور آیا اور پورے طور پر ظاہر ہو گیا۔ اسی نور کی برکت سے حضرت عبدالمطلب اپنی اولاد کو ظلم و بغاوت چھوڑ دینے کا حکم دیتے تھے' انہیں پسندیدہ اخلاق کی ترغیب دیتے تھے اور حرکات رذیلہ سے روکتے تھے۔ اسی نور کی برکت سے عرب کی حکومتوں کا انتظام[۲] کرنا اور جھگڑا کرنے والوں کے نزاعات میں فیصلہ دینا آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ کے لئے عدالت گاہ میں تکیہ لگا دیا جاتا تھا۔ آپ (اس پر) کمر لگا کر کعبہ کی طرف (رخ کر کے) بیٹھتے تھے۔ اور قوم کے معاملات کا فیصلہ فرماتے تھے۔ اسی نور کی برکت سے آپ نے ابرہہ سے کہا تھا۔ کہ اس گھر کا ایک مالک ہے جو خود اس سے (دشمنوں کو) دفع کریگا۔ اور اس کی حفاظت کریگا۔ اسی کے متعلق آپنے کوہ بوقبیس پر چڑھکر فرمایا ؎

(۱) بار الہا[۳] ہر شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے۔ لہذا تو بھی اپنے مال و متاع (خانہ کعبہ) کی حفاظت فرما۔

(۲) ان کی طاقت اور قوت[۴] مکر تیرے قوت انتقام پر ہرگز غالب نہیں آ سکتا۔

(۳) اگر تو نے ان کو (بغیر انتقام) اور کعبہ کو (بغیر حفاظت) چھوڑ دیا تو یہ تیری مشیت ہے (اس میں کسی کو کیا دخل) اسی نور کی برکت سے حضرت عبدالمطلب اپنی وصیتوں میں فرمایا کرتے تھے کہ ظالم دنیا سے نہیں جا سکتا۔ جب تک خداوند عالم اس سے انتقام نہ لے اور اس کو سزا نہ مل جائے۔ (اتفاقاً) ایک ظالم شخص اپنی موت[۵] مر گیا۔ جس کو سزا نہ ملی تھی۔ جناب عبدالمطلب سے یہ کہا گیا۔ تو آپ نے غور کیا اور کہا کہ بخدا اس (ظالم کے) گھر کے قریب کوئی ایسا گھر ہے۔ جس میں نیکی کرنے والوں کو اس کی نیکی کی جزا دی جاتی ہے۔ اور برائی کرنے والے کو

---

[۱] انحدار۔ نشیب میں اتر آنا ۱۲ منتہی الارب [۲] نظر (دفف) لوگوں کے درمیان حکم کرنا ۱۲ منتہی الارب [۳] لاھم (فضتف) بمعنی اللّٰھم ۱۲ منتہی الارب [۴] محال (کفس) قوت۔ عذاب۔ انتقام ۱۲ منتہی الارب [۵] "حتف انف" بچھونے کی موت بدون قتل و ضرب و غرق و حرق اس کا استعمال ہر جاندار میں ہے اسی معنے میں حتف انفہ و حتف فیہ بھی مستعمل ہے اور لفظ انف یعنی ناک کی اس لئے خصوصیت ہے کہ ایسے شخص کی روح سانس لیتے لیتے ناک کے رستے نکل جاتی ہے اسلئے کہ عرب کے گمان میں یہ تھا کہ مریض کی روح ناک کے راستے نکل جاتی ہے اور زخمی کی روح زخم کے راستے ۱۲ منتہی الارب

اس کی برائی کی سزا دی جاتی ہے (اس کے جوار کی برکت کی وجہ سے یہ بھی محفوظ رہا) ۔

اور جو واقعات آپ کے مبدء و معاد (یعنی خدا ہی نے سب کو اولاً پیدا کیا اور وہی مرجانے کے بعد زندہ کرکے میدان حشر میں لوٹائیگا) کو ثابت کرنے پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے یہ واقعہ ہے۔ کہ آپ اپنے فرزند گرامی حضرت عبداللہ سے قمار کے تیر کی مثال بیان کیا کرتے تھے (جو جیسا تیر پھینکا گیا ویسا ہی حصہ پائیگا) اور فرمایا کرتے تھے ”بار الہا تو ایسا بادشاہ ہے جس کی سب حمد کرتے ہیں۔ اور تو میرا پروردگار (بحیثیت خلقت[۱] ولیۃ) پیدا کرنے والا اور مرنے کے بعد زندہ کرکے میدان حشر میں) لوٹانے والا ہے اور نیا مال اور موروثی (پرانا مال) سب تیری ہی طرف سے ہے ۔

اور ان واقعات میں سے جو ان کے حامل رسالت اور شرف نبوت کے جاننے پر دلالت کرتے ہیں یہ واقعہ ہے۔ کہ جب اہل مکہ پر اس قحط عظیم کی مصیبت پڑی اور دو سال تک ابر اکا برسنا رکا رہا۔ تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابوطالب کو حکم دیا۔ کہ وہ محمد مصطفےٰ کو لائیں۔ اس وقت آپ شیرخوار اور قماط[۱] میں لپٹے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے آپ کو ہاتھوں پر رکھا اور کعبہ کی طرف رخ کرکے آسمان کی طرف پھینک کر فرمایا۔ کہ خداوندا اس لڑکے کا واسطہ اور دوسری و تیسری مرتبہ پھینکا اور یہ کہتے جاتے تھے کہ خداوندا اس لڑکے کا واسطہ تو ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر جو[۲] شدت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ متصل برسنے والی ہو۔ پس کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ابر نے روئے آسمان کو گھیر[۳] لیا اور اس قدر برسا کہ لوگوں نے مسجد الحرام کے گرجانے کا خوف کیا۔ اور حضرت ابوطالب نے قافیہ لام کے وہ شعر شروع کئے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

(۱) یہ بچہ پاک ناموس[۴] ہے۔ اس کے چہرہ کی برکت سے بادلوں سے بارش چاہی جاتی ہے یہ یتیموں کے لئے پناہ اور بیواؤں اور محتاجوں[۵] کا نگہبان اور پرسان حال ہے۔

(۲) اس کے پاس آل ہاشم کے قریب بہ ہلاکت آدمی آجاتے ہیں تو اسکے پاس نعمت اور اعلےٰ احسان میں رہتے ہیں ۔

---

[۱] قماط (کفس) گہوارہ میں بچہ کا دست بند و پاۓ بند۔ یہ عرب کی عورتوں کا دستور تھا ۱۲ منتہی الارب

[۲] غیث (نس) بینہ بیطل برابر برسنے والا مینہ ۱۲ منتہی الارب [۳] تطبیق ساری چیز کو گھیر لینا اور اس کو شامل ہونا۔ ڈھانک لینا ۱۲ منتہی الارب [۴] ابیض پاک ناموس منتہے ” ثمام جمع ثمامۃ اور ثمال بالکسر بمعنی پناہ“ ارامل جمع ارملہ زن بے شوہر و محتاج درویش ۱۲ صراح [۵] اطاف بہ ازباب افعال کسی پر آنا اور نزدیک ہونا اور احاطہ کرنا جیسے اطاف بہ“ فواضل جمع فاضلہ فضیلت و احسان میں قدر و منزلت کی بلندی ۱۲ منتہی الارب

(سوہم) خانہ کعبہ کی قسم تم نے یہ جھوٹ بولا ہے۔ کہ محمد مغلوب[1] کردئے جائیں گے۔
اور ہم ان کی طرف سے نیزہ بازی اور تیر اندازی نہ کریں گے اور ان کو چھوڑ دینگے یہاں
تک کہ ان کے گرد پچھاڑ دئے جائیں گے (ہلاک کردئے جائیں گے) اور اپنی اولاد اور عورتوں
سے غافل ہو جائیں گے۔

اور ان علوم کی دوسری قسم (جن کو عرب لوگ جانتے تھے) علم خواب ہے حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت کے تعبیر خواب دینے والوں میں سے تھے اور صحیح تعبیر دیتے
تھے۔ لوگ ان کے پاس آتے تھے اور (خوابوں کی تعبیریں) پوچھا کرتے تھے۔ اور تیسری
قسم علم انوار[2] ہے۔ اور یہ وہ علم ہے جسے فال گو اور نشان قدم کے پہچاننے والوں نے اُن
سے لیا تھا۔ اسی کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ۵ طرنا بنوء کذا کہے اس نے
ان امور و احکام کا انکار کیا۔ جو محمدؐ پر نازل ہوئے ہیں۔ بعض عرب ایسے تھے جو خدا اور قیامت
پر ایمان رکھتے تھے اور نبوت کا انتظار کرتے تھے۔ ان لوگوں کی کچھ سنتیں اور شریعتیں تھیں۔
جن کا ہم ذکر کر چکے اس لئے کہ یہ محصلہ ہونے کی ایک قسم ہے۔ پس ان لوگوں میں سے کہ جو
ظاہر ہونے والے نور کو اور نسب پاکیزہ کو جانتے تھے۔ دین حنیفی[3] کا اعتقاد رکھتے تھے اور
جناب رسالتمآب کے ظہور کا انتظار کرتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل تھا یہ اپنی کمر کو خانہ کعبہ سے
لگا کر کہا کرتا تھا۔ کہ لوگو! میری طرف آؤ۔ اس لئے کہ دین حضرت ابراہیمؑ پر میرے سوا
کوئی باقی نہیں۔ امیہ بن ابی الصلت نے ایک دن ان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ ہر
مذہب سوائے مذہب حنیفی کے قیامت کے دن خدا کے نزدیک کفر و شرک[5] قرار پائیگا۔
امیہ نے کہا۔ کہ تم سچ کہتے ہو زید ہی کا یہ بھی قول ہے ؎ قیامت کے دن جب سب
لوگ جمع کئے جائیں گے۔ تو مجھے تجھ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا ۞

اور جو شخص توحید کا معتقد اور روز حساب کا قائل تھا وہ قس بن ساعدہ ایادی تھا وہ
اپنے نصائح میں کہتا ہے۔ کعبہ کے مالک کی قسم وہ ہر اس چیز کو ضرور لوٹائیگا جو ہلاک ہو گئی
اگر وہ جاتی رہتی ہے تو وہ اسے حتماً کسی دن لوٹائیگا۔ اور یہ بھی اسی کا قول ہے۔ کہ کوئی

[1] بزی بقالی بزا علیہ بیزر دے تطاول۔ بازی باز براہ جمع بزوں بفتحتین بر جستن و ابزی فلاں بفلان اذا قہرہ
و غلبہ مناضلہ آپس میں تیر اندازی کرلی۔ ذہول غافل ہونا۔ حلائل جمع حلیلہ جورو ۱۲ منتہی و صراح
[2] شرح پیچھے دیکھئے [3] کہنہ جمع کاہن فال گو از کہانت فال گوئی اور قافہ جمع قائف پے شناس۔ کھوج پہچاننے
والا ۱۲ منتہی و صراح [4] اسلام خالص جو حضرت ابراہیم کا مذہب تھا ۱۲ [5] زور (مس) جھوٹ۔
کفر۔ شرک ۱۲ منتہی الارب

معبود نہیں بلکہ صرف خدا ہی معبود ہے وہ کسی سے پیدا نہیں ہؤا۔ اور نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ اسی نے اول اول (سب کو) پیدا کیا۔ اور وہی (مرنے کے بعد زندہ کر کے سب کو) لوٹائے گا فردائے قیامت اسی کی جانب بازگشت ہو گی۔ اعادہ کے معنے میں کہتا ہے ؎

(۱) اے (لوگوں کی) موت پر رونے والے حالانکہ مرے قبروں[1] میں ہیں۔ اور ان پرانکے (عمدہ عمدہ) کپڑوں میں سے چند چیتھڑے باقی ہیں ؀

(۲) تو ان کو چھوڑ دے۔ اس لئے کہ ان کے لئے ایک ایسا دن آنے والا ہے۔ جس میں ان پر چیخ[2] لگائی جائے گی (اور ہوشیار کئے جائیں گے) جیسے سخت آواز سُن کر بیہوش ہو جانیوالا بیہوشی سے ہوش میں لایا جاتا ہے ؀

(۳) (چیخ لگائی جائیگی) یہاں تک کہ وہ اپنے (گذشتہ زندگی کے) حال کے ماسوا دوسرے حال میں آئینگے۔ ایک خلقت تو ان کی گذر چکی۔ پھر اس کے بعد (یہ مرنے کے بعد دوسری مرتبہ) پیدا کئے جائیں گے ؀

(۴) ان میں سے بعض تو برہنہ ہوں گے۔ اور بعض اپنے کپڑوں میں ان کپڑوں میں سے بعض نئے ہوں گے۔ اور بعض میلے[3] اور پرانے۔"

اور ان میں سے عامر بن ظرب عدوانی تھا۔ یہ عرب کے حکیموں اور خطیبوں میں سے تھا۔ اس کی ایک بڑی طولانی وصیت ہے۔ جس کے آخر میں کہتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی شئے ایسی نہیں دیکھی جو خود بخود پیدا ہو گئی ہو۔ اور میں نے کوئی شئے موجود نہیں دیکھی۔ مگر مصنوع (کسی بنانے والے کی بنائی ہوئی) اور نہ کوئی آنے والا دیکھا۔ مگر جانے والا اور اگر انسان کو مرض ہی مار ڈالا کرتا تو دوا یقیناً زندہ کر دیا کرتی (مگر ایسا نہیں ہے لہذا ان سب باتوں سے کسی اور ہی کا پتہ ملتا ہے) پھر اس نے کہا کہ میں امور شتی (مختلف و پراگندہ) اور حتی کو دیکھتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ حتی کیا اس نے کہا کہ حتی یرجع الخ یعنی یہاں تک کہ مردہ زندہ ہو کر لوٹے اور لاشی شئے ہو کر لوٹے اور زمین و آسمان اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں (اس کے کلام کا اشارہ معاد کی جانب ہے جو دیگر اہل عرب کے عقائد کے خلاف تھی۔ چنانچہ جب انہوں نے اس سے یہ بات سنی تو) وہ سب پشت پھیر کر چل دئے۔ اس نے کہا کہ افسوس یہ تو ایک نصیحت تھی۔ کاش اس کو ماننے والا کوئی ہوتا۔ اس نے شراب کو حرام قرار دینے والوں کے ساتھ اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔

---

[1] جدث (فف) قبر۔ بز (فت) جامہ۔ گھر کی پونجی کپڑے وغیرہ۔ خرق جمع خرقہ (کسف) پھٹے پرانے کٹے ہوئے کپڑے کا ٹکڑا ۱۲ منتہی الارب [2] صعق (رنکاب) جو سخت آواز سن کر بیہوش ہو گیا ہو ۱۲ منتہی الارب

[3] اورق من الورقہ (صنف) خاکستری گونی۔ خلق (نہنہ) پرانا ۱۲ منتہی الارب

اس کے متعلق شعر کہتا ہے ؎

(۱) اگر میں نے شراب پی تو اس کی لذت کی وجہ سے اور اگر اس کو چھوڑ دوں گا۔ تو اس لئے کہ میں اس سے دشمنی رکھنے والا[1] اور اسے نہایت ناپسند کرنے والا ہوں۔

(۲) اگر (شراب میں) جوانوں کے لئے لذت نہ ہوتی تو میں اسے نہ دیکھتا اور وہ مجھے نہ دیکھتی مگر گراں فروش کی دوڑ[2] کی رجسی متننیانہ وبے نیازانہ نظر سے

(۳) وہ جوان کے لئے اس شے کی خواہش[3] کرتی ہے جو اس کے پاس نہیں اور دانوں کی عقل و مال کو لے اڑنے والی ہے۔

(۴) میں نے شراب پلانے اور پینے پر خدا کی قسم کھالی ہے (کہ نہ پلاؤں گا اور نہ پیئوں گا) یہاں تک کہ خاک قبر میرے جوڑ جوڑ[4] کو علیحدہ کر دے گی

اور ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا۔ قیس بن عاصم تمیمی، صفوان بن امیہ بن محرث کنانی، اور عفیف بن معدی کرب کندی ہیں۔ ان لوگوں نے اس کے متعلق بہت سے شعر کہے اسلوم یامی نے شعر کہے ہیں۔ درانحالیکہ اس نے زنا اور شراب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ؎

(۱) میں نے بڑی مدت کی رنجیدگی[5] کے بعد اپنی قوم سے صلح کر لی۔ اور معاملات میں صلح ہی زیادہ پائدار اور عمدہ چیز ہے۔

(۲) میں نے مے نوشی چھوڑ دی حالانکہ شراب ایک محبوب شے ہے۔ اور فاجرہ عورتوں[6] کو چھوڑ دیا۔ اور ان چیزوں کا چھوڑنا بڑی شرافت کی بات ہے۔

(۳) اے آمیمہ میں نے ان سب چیزوں کو اپنی متانت و بزرگی کی وجہ سے چھوڑا ہے اور صاحب عقل[7] و پرہیزگار[8] آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

ص ۱۱۳

اور ان لوگوں میں سے کہ جو پیدا کرنے والے پر اور خلقت حضرت آدم علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ طابخہ بن ثعلب بن وبرہ قضاعی کا غلام تھا۔ اس نے اس باب میں کہا ہے ؎

(۱) خدایا میں تجھ سے اس چیز کی دعا کرتا ہوں جس کا تو اہل ہے۔ اس ڈوبنے والے کی

---

[1] مقۃ (فس) کسی کو دشمن بنانا۔ قلا (کف) قلاء (فسم) کسی کو دشمن رکھنا نہایت ناپسند کرنا پھر چھوڑ دینا ۱۲ منتہی الارب [2] مدی، درازی نظر ۱۲ منتہی وصراح [3] مسئلۃ من السوال ۱۲ [4] اتک جمع وصل، ہڈیوں کے عین کی جگہ ۱۲ منتہی الارب [5] مضاضہ (فسف) مصیبت سے رنجیدہ ہونا اور جلنا ۱۲ منتہی الارب [6] جمع مومسہ (فسکف) فاجرہ عورت ۱۲ منتہی الارب [7] حجی (کف) عقل و دانش احجاء جمع [8] معف ، تعفف حرام سے رکنا ۱۲ منتہی الارب

سی دعا کہ جو بچنے کی کوشش[1] کر رہا ہو۔

(۲) اس لئے کہ تو تمام ثناء خیر کا مالک اور احسان[2] کرنے والا ہے۔ تو غضب[3] غصہ اور ملامت کرنے میں جلدی نہیں کرتا ؏

(۳) تیرے مثل کو زمانہ پیدا نہیں کر سکتا۔ (مگر افسوس پھر بھی یہ حال ہے کہ) اگر وہ صالح و جم میں تیرا کوئی حقیقی بندہ نہیں پایا جاتا ؏

(۴) تو قدیم سب سے پہلا بزرگ اور وہ ہے کہ تو نے ہی زمانہ قدیم میں انسانوں کی خلقت کی ابتدا فرمائی ؏ انہیں میں سے زبیر بن ابی سلمی ہے۔ جب یہ درخت[4] طاق کے پاس ہو کر گذرتا تھا۔ در انحالیکہ وہ خشک ہو جانے کے بعد برگ آور ہو گیا ہو۔ تو کہتا تھا کہ اگر مجھے عرب گلیاں نہ دیتے۔ تو میں اس بات کا یقین کر لیتا۔ کہ جس نے تجھے خشک ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا ہے۔ وہ ہڈیوں کو بھی بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ ایمان لے آیا۔ اور اپنے اس قصیدہ میں جس کا مطلع امن امّ اوفی دمنہ لخ ہے کہا ؎

(تمہارا خدا سے دل کی باتیں چھپانے کا ارادہ کرنا ایسا قبیح عمل ہے کہ) وہ مؤخر کر دیا جائے گا۔ اس میں دیر کی جائے گی) اور نامۂ عمل میں درج کر کے روز قیامت کے لئے ذخیرہ کر دیا جائیگا یا اس میں تعجیل کی جائے گی تو (دنیا ہی میں) اس کی سزا مل جائے گی۔ اور ان میں سے علاق بن شہاب تمیمی ہے۔ خدا پر اور قیامت پر ایمان لے آیا تھا۔ اسی کی بابت یہ کہتا ہے ؎

(۱) میں جنگ رفاعہ میں دشمن کے مقابل آیا اور اس سے[5] جنگ کی ؏

(۲) اور یہ جان لیا کہ خداوند عالم بندہ کو اس کے اچھے عملوں کی جزا دیگا ؏

بعض عرب جب موت آتی تھی تو اپنی اولاد سے کہا کرتے تھے۔ کہ میرے ساتھ میری سواری کے اونٹ کو بھی دفن کر دینا تا کہ اس پر سوار ہو کر محشور ہوں۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو میں پیدل محشور ہوں گا۔ زمانہ جاہلیت میں حریبہ بن اشیم اسدی نے موت کے وقت اپنے بیٹے سعد سے وصیت کرتے ہوئے کہا ؎

(۱) اے سعد اگر میں مر جاؤں تو تجھے وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے وصیت کا اہل سب سے زیادہ

---

[1] تشبثت۔ کسی چیز میں درآویختہ ہو۔ چنگل مارنا ۱۲ منتہی الارب [2] طول (قس) احسان کرنا [3] سخط (قس) غصہ کرنا۔ لم تلم از الالم۔ ملامت کردن۔ منتہی وصراح [4] غضاة (قفس) ایک درخت ہے جس کو طاق کہتے ہیں ۱۲ منتہی الارب [5] خُطّۃ بضم کار وحال یقال جاء وفی راسہ خطۃ اے حاجۃ وخطۃ نائیۃ اے مقصد بعید ویقال خ خطۃ الانصاف اے انتصف (انصاف کن) صراح والمقتال بمعنی اتصال فمعنی اخذت منہ الخ اے قاتلتہ ۱۲

قریبی قریبی رشتہ دار ہوتا ہے ؎

(۲) نصیحت ہے کہ تو اپنے باپ کو ایسی حالت میں نہ چھوڑ دینا کہ وہ حشر میں پیدل ہو کر گرتا پڑتا۔ ہاتھوں کے بل پچھاڑیں کھاتا ہوا اور لنگڑاتا ہوا آئے ؎

(۳) اور اپنے باپ کو (حشر میں) مطیع اونٹ پر سوار (کرنے کی تدبیر) کرنا (یعنی اونٹ کو میرے ساتھ ساتھ دفن کر دینا) اور غلط کاری سے بچنا۔ اس لئے کہ یہ (غلطی سے بچنا) بہت اچھا اور درست ہے ؎

(۴) (اب وہ اپنے نفس سے خطاب کرتا ہے) شاید میرے ترکہ میں سے مجھے کوئی سواری مل جائے جس پر میں قبر میں اس وقت سوار ہوں جب (حشر میں بلانے کے لئے داور محشر کی طرف سے) کہا جائے کہ "سوار ہو جاؤ"

اور عمرو بن زید بن متمنی نے مرتے وقت اپنے بیٹے سے وصیت کرتے ہوئے یہ شعر کہے ؎

(۱-۲) اے میرے بیٹے جب تو مجھ سے جدا ہو تو زندہ ہو کر اٹھنے کے لئے قبر میں ایک اونٹ مع اس پر ایک ٹھیک آنے والے (رخت) پالان کے قبر میں میرے ساتھ کر دینا تاکہ جب کہا جائے کہ سب ایکدم اونٹوں کو جمع کر کے محشر میں پہنچنے کے لئے روانہ ہو جاؤ" تو میں اس پر سوار ہو جاؤں"

(۳) وہ کون ہے جو حشر میں نہ آئے۔ اگرچہ گرتا پڑتا ہی سہی (مگر آئیگا ضرور) اس لئے کہ وہاں ہر طرح کے لوگ آئیں گے۔ تیز چلتے ہوئے بھی اور گرتے پڑتے بھی عرب ناقہ کو اس کا سر اس کے آخری حصہ کی طرف کمر یا سینہ اور شکم کے قریب الٹ کر (اس کے مالک کی قبر پر) باندھ دیتے تھے۔ اور ایک نمدہ لیکر اس کی کمر میں باندھ دیتے تھے اور (باقی حصہ) ناقہ کی گردن میں ڈال دیتے تھے۔ اور اس کو اسی طرح چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ قبر پر ہی مر جاتی تھی وہ اس ناقہ کو بلیۃ کہتے تھے۔ کسی عرب نے ان لوگوں کو جو بلا میں مبتلا ہوں تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ان اونٹنیوں کی طرح ہیں جن کی گردنوں میں نمدے پڑے ہوئے ہوں ؎

۱۱۵

لہ عثر۔ عثار۔ عثیر (فس۔ کفس۔ نکس) سر کے بل گرنا۔ منہ کے بل گرنا۔ ٹھوکر کھا کر گرنا۔ صرعۃ (کسف) پچھاڑ کھا کر گرنا "کب (نف) اونٹ کی لنگڑاہٹ ۱۲ منتہی الارب سہ استیساق۔ اونٹوں کو جمع کرنا "منتہی" "مدتلمص" رفتن و کوچ کردن ۱۲ صراح سہ تدفیع دفع کرنا دھکیلنا یعنی اپنی تیز روی اور داور حشر کے پاس جلدی پہنچنے کی وجہ دوسروں کو دھکیلتے ہوئے اور عاثر یعنی گرتے پڑتے چلنے والے یعنی سست رفتار تیز چلنے والوں کے دھکیلنے کی وجہ سے گر گر پڑنے والے حشر میں تیز روی و سست روی اعمال کے حسن و قبح کے مطابق ہو گی ۱۲ کلکل (فسف) سینہ یا میانہ سینہ کا اندرون یا دونوں جن پر گردن کا بائیں گھوڑے کے تنگ باندھنے کی جگہ ۱۲ منتہی الارب ۵ ولیہ پشما گند ۱۲ منتہی الارب

محمدؒ بن سائب کلبی نے کہا ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں اکثر ان اشیاء کو حرام جانتے تھے۔ جن کو قرآن نے نازل ہو کر (بھی) حرام (ہی) قرار دیا۔ (مثلاً یہ کہ) وہ اپنی ماؤں، بیٹیوں خالاؤں اور بہنوں سے نکاح نہ کرتے تھے اور ان کا بدترین اعمال یہ عمل تھا کہ کوئی شخص دو بہنوں کو (ایک ساتھ زوجیت میں) جمع کرلے یا اپنے باپ کی زوجہ پر (شوہر بن کر) اپنے باپ کا قائمقام وہ لوگ اس عمل سے ضیزن کہلاتے تھے۔ پہلا وہ شخص جس نے اجتماع اختین کیا ابو اجیحہ سعید بن العاص قریشی تھا۔ کہ اس نے ہند اور صفیہ مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی دو بیٹیوں کو جمع کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب عرب کا کوئی آدمی عورت کو چھوڑ کر مر جاتا تھا یا اس کو طلاق دیتا تھا تو اس کا بڑا بیٹا کھڑا ہوتا تھا۔ اگر اس کو اس عورت کی خواہش ہوتی تھی تو اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا تھا اور اگر پسند نہ ہوتی تھی۔ تو اس کو اس کا کوئی اور بھائی نیا مہر باندھ کر بیاہ لیتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ عورت کا پیام[1] اس کے باپ یا اس کے بھائی یا اس کے چچا یا کسی چچازاد بھائی کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ اور ہر شخص اپنے ہمسر کو پیام دیتا تھا۔ پس اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک نسب میں دوسرے سے بہتر ہوتا تھا تو وہ (دوسرا) اس کو مال کی طرف ترغیب دیا کرتا تھا اور اگر کوئی ادنیٰ طبقہ[2] کا ہوتا تھا۔ تو وہ کسی ادنیٰ طبقہ والے شخص کے پاس پیام بھیجا کرتا تھا وہ کسی ادنیٰ طبقہ والی عورت سے ہی اس کی شادی کرا دیتا تھا اور پیام دینے والا جب ان کے پاس آتا تھا۔ تو کہتا تھا انعموا[3] صباحا (خدا تمہاری صبح کو اچھا اور آسودہ کرے) پھر کہتا تھا کہ ہم تمہارے ہمسر اور برابر کے ہیں۔ پس اگر تم ہماری شادی کر دو گے تو ہم بھی مراد پائیں گے اور تم بھی اور ہم تمہارے مدح کرنے والے ہوں گے اور اگر تم نے ہمیں کسی ایسے سبب سے لوٹا دیا۔ جسے ہم معلوم کرلیں۔ تو پھر مجبوراً لوٹ جائیں گے۔ پس اگر (پیام دینے والا) اس کی قوم کا قریبی رشتہ دار ہو یا ہوتا (جس کے پاس پیام لے جا رہا ہے) تو عورت کا باپ یا بھائی اس سے اس وقت تھا۔ جب کہ وہ اس کے گھر لے جائی جاتی تھی کہتا تھا۔ کہ تو آسانی[4] سے بچے جنے اور بیٹا جنے اور بیٹی نہ جنے خدا تجھے کثرت اولاد عزت اور بقا و ہمیشگی قرار دے (دعائیہ فقرے ہیں) تو اپنے اخلاق کو اچھا بنا، اپنے

---

[1] خطب (فس) عورت سے منگنی کرنی، و کک خطبہ (کسف) ۱۲ منتہی الارب

[2] ھجین (فکس) کمینہ و فرومایہ جس کا باپ آزاد اور ماں لونڈی ہو یا جس کا باپ حسب میں ماں سے بہتر ہو ۱۲ منتہی الارب

[3] انعموا من النعومۃ نرم و نازک شدن منزل ینعمہ وہ مکان جو انہیں آسودگی سے رکھتا ہے۔ کلمہ تحیہ ۱۲ منتہی و صراح

[4] "ایسار" عورت کا آسانی سے جننا۔ "اذکار" بیٹا جننا "اناث" بیٹی جننا ۱۲ منتہی

شوہر کا اکرام کر۔ اور چاہیئے کہ پانی تیری[۱] خوشبو ہو۔ اور جب وہ کہیں دور بیاہی جاتی تھی تو وہ (یا باپ یا بھائی) اس سے کہتا تھا۔ کہ تو آسانی سے بچہ نہ جنے۔ اس لئے کہ تو دُور کے لوگوں سے قریب ہو جائیگی (غیروں کی رشتہ دار ہو جائے گی) اور دشمن جنے گی۔ تو اپنے اخلاق کو اچھا بنا اور اپنے سسرالیوں[۲] سے اظہار محبت کر۔ اس لئے کہ ان کی آنکھ تیری نگراں رہے گی۔ اور کان (تیری ہربات کو) سنتا رہیگا۔ اور چاہیئے کہ پانی تیری خوشبو ہو اور وہ لوگ (کچھ مدت کے) فرق کے ساتھ تین طلاق دیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ پہلا وہ شخص جس نے ہر طلاق میں تین مرتبہ طلاق کہہ کر تین مرتبہ طلاق دیا۔ اسمٰعیل بن ابراہیم ہے۔ اس نے تین مرتبہ طلاق دیا۔ عرب ایسا کہا کرتے تھے۔ پس مرد اپنی زوجہ کو ایک مرتبہ طلاق دیتا تھا اور اسوقت تک وہ ہی (رجوع کرنے میں) اس کا سب سے زائد حقدار ہوتا تھا یہاں تک کہ جب تینوں طلاق پورے ہو جاتے تھے تو پھر اس سے (بالکل) قطع تعلق ہو جاتا تھا۔ اعشٰی کا قول اسی سے متعلق ہے جب کہ اس نے ایک عورت سے شادی کی تھی۔ اس کے پاس عورت کے قوم کے آدمی آئے اور مارنے کی دھمکیاں دیں مگر یہ کہ وہ اسے طلاق دیدے۔ اس کا قول یہ ہے ؎

(۱) اے میری[۳] بی بی تو مجھ سے جدا ہو جا۔ اس لئے کہ تجھ کو طلاق ہو چکی ہے۔ لوگوں کے معاملات اسی طرح صبح[۴] و شام طے ہوتے رہتے ہیں ؎

ان لوگوں نے کہا کہ دوسرا شعر کہہ اس نے کہا ؎

تو جدا ہو جا اس لئے کہ جدائی لکڑی (کی نوبت آنے یا ریپٹ) سے بہتر ہے اور اگر تو جدا نہ ہو گی تو (لکڑی) تیرے سر پر (بجلی کی طرح) چمکتی رہے گی ؎

اُنہوں نے کہا کہ تیسرا شعر کہہ اس نے کہا[۵]۔

[۱] یعنی چاہیئے کہ پانی تیری خوشبو ہوتا بالفاظ دیگر پانی کو اس قدر استعمال کرنا کہ وہ تیری کمال لطافت و طہارت کا سبب ہو جائے۔ اور اس قدر صفائی اور پاکیزگی کی پابندی کرنا کہ ہر وقت رہے۔ رخصت کے وقت اور ہدایات کے ساتھ لڑکی کو یہ بھی ہدایت کی جاتی تھی۔ اور اس سے مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ شوہر کی نظر میں پسندیدہ اور قابل توجہ و رغبت رہے ۱۲

[۲] جمع حمو سسرال کے آدمی رشتہ دار حمو الرجل مرد کی جورو کا باپ بھائی چچا اسی طرح حمو المرأۃ یعنی شوہر کے بھی اقارب ۱۲ منتہی [۳] جارہ بمعنی جواد۔ پڑوسن سوتن ۱۲ منتہی الارب

[۴] غدو (فس) غدو (ضفت) غدوہ (فسف) کسی کے پاس صبح کو آنا طرق (فس) کسی کے پاس رات کو آنا ۱۲ منتہی الارب [۵] یہی سمجھ میں آتا ہے کہ تیسرا شعر سمط الدرر میں نہیں ۱۲ شارح

کہتے ہیں۔ کہ عورتوں کے نکاح کے متعلق زمانہ جاہلیت کا عمل چار طرح پر تھا (ایک یہ کہ) کوئی شخص پیام دیتا تھا اور شادی کر لیتا تھا (دوسرے یہ کہ) عورت کا کوئی آشنا ہوتا تھا جو اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ پس اگر اس کے کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ یہ فلاں شخص (اسی آشنا) کا ہے۔ اس کے بعد وہ اس سے شادی کر لیتا تھا (تیسرے یہ کہ) عورت[1] جھنڈے والی .... ہوتی تھی کہ اس کے پاس لوگ آیا جایا کرتے تھے۔ پس اگر اس کے کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو ان میں سے کسی ایک کے سر تھوپ دیا جاتا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ خانہ کعبہ کا حج اور عمرہ بجا لاتے تھے احرام باندھتے تھے۔ زبیر نے کہا ہے ع

کوہ قنان میں بہت سے میرا خون حلال سمجھنے والے اور (بہت سے) حرام سمجھنے والے ہیں

راوی کہتا ہے کہ وہ سات دن تک کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ حجر اسود پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ اور ما بین صفا و مروہ سعی کیا کرتے تھے ابو طالب کا قول ہے ۔

اور کوہ صفا و مروہ کے درمیان کوہ صفا تک بہت سے قدم[3] ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان آدمیوں کی صورتیں اور اجسام نہیں ہیں۔ اور وہ لبیک اللھم الخ کہا کرتے تھے لیکن بعض لوگ لبیک کہتے ہیں۔ اپنے اس قول کے اندر خدا کا شریک قرار دیا کرتے تھے " الا شریک ھو لک تملکه وما ملک یعنی بار الہا تیرا ایک ایسا شریک ہے کہ تو اس کا اور ان تمام چیزوں کا مالک ہے۔ جس کا وہ مالک ہے اور تمام موافقف[4] میں کھڑے ہوتے تھے۔ عدوی کہتا ہے ۔

میں اس گھر کی جس کا قریش حج کرتے ہیں اور ان حاجیوں[5] کے کوہ الِّ پر کھڑے ہونے کی قسم کھاتا ہوں۔ اور وہ (قربانی کے لئے) بدنے (شتر و گوسفند) پیش کیا کرتے تھے رمی جمار[6] کرتے تھے اور محترم مہینوں کو (جن میں جنگ خونریزی حرام تھی) محترم سمجھا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ان میں جدال و قتال نہیں کرتے تھے۔ مگر قبیلہ طے و خثعم اور بعض بنی حرث بن کعب کہ یہ نہ حج کرتے نہ عمرہ نہ محترم مہینوں کو محترم سمجھتے تھے اور نہ بلد حرام[7] کو قریش نے۔ لڑائی

---

[1] دیکھو حاشیہ متن ۱۲ شارح [2] عورت اپنے گھر پر سرخ یا کسی اور رنگ کا علم نصب کر دیتی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ صاحب حاجت ہے ۱۔

[3] جمع شوط بمعنے قدم ۱۲ منتہی [4] جمع موقف (مناسک) جائے استادن حاجیاں وال مزدلفہ بنا عدد ہفت کردہ از مکہ حاجیاں دراں شب باش شدہ، از صبح تا آخر ظہر استادہ باشند و آنرا عرفات نیز گویند ۱۲ غیاث

[5] حجیج جمع حاج ۱۲ [6] حج میں کنکریاں پھینکنے کا ایک عمل ہے ۱۔

[7] مکہ مراد ہے ۱۲

صفہ ۱۱۸

کا نام کہ جوان میں اور ان کے غیروں میں ہوتی تھی۔ عام الفجار رکھا تھا۔ اس لئے کہ وہ محترم مہینوں میں واقع ہوئی تھی۔ جب اُنہوں نے ان مہینوں میں جنگ کی۔ تو کہا کہ ہم [illegible] اسی اس کا نام عام فجار رکھ دیا وہ حرم کعبہ میں ظلم کو برا سمجھتے تھے۔ ان میں کی ایک عورت اپنے بیٹے کو ظلم سے روکتے ہوئے کہتی ہے ؎

بیٹا! مکہ میں نہ کسی بچہ پر ظلم کر نہ مُسن پر۔ بیٹا جو شخص مکہ میں ظلم کریگا وہ بڑی برائیوں سے ملے گا۔ (یعنی بہت بُرا اجر پائے گا)۔

عرب میں بعض لوگ (سال بھر کے) مہینوں میں زیادتی[1] کر دیا کرتے تھے اور ہر دو سال میں ایک مہینہ اور ہر تین سال میں ایک مہینہ بڑھا دیتے تھے۔ وہ لوگ جب بُتوں پر قربانیاں کرتے تھے۔ تو بتوں کو ان کے خون میں لتھیڑ دیتے تھے۔ اور اس سے اپنے مالوں میں زیادتی کی امید رکھتے تھے۔ قصی بن کلاب خدا کے سوا بُتوں کی عبادت سے منع کرتا تھا کہتا ہے ؎

(۱) کیا میں ایک خدا کی پوجا کروں۔ یا ہزار خدا کی۔ امُور (عبادت و بندگی) جب بانٹ دئے گئے۔ تو کیا یہ کوئی دین و مذہب ہوگا (یعنی کوئی نہیں)۔

(۲) میں نے لات و عزّیٰ سب کو چھوڑ دیا اور مرد دانشمند ایسا ہی کرتا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یہ شعر زید بن عمرو بن نفیل کے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ قلمّس بن امیہ کنانی کے" اس نے صحن کعبہ میں عربوں سے کہا۔ کہ تم میری اطاعت کرو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔ انہوں نے کہا یہ کیونکر؟ کہا کہ تم جا بجا متعدد خدا مانتے ہو اور میں یقین کے ساتھ اس عمل کو جانتا ہوں۔ جس سے خدا خوش ہے بتحقیق کہ وہ اللہ ان تمام خداؤں کا رب ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تنہا اسی کی عبادت کی جائے۔ راوی کہتا ہے کہ جب اسے یہ کہا تو تمام عرب اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ایک گروہ نے اس سے جدا ہو کر یہ گمان کیا کہ وہ بنو تمیم کے مذاہب پر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ غسل جنابت کرتے تھے اور اپنے مردوں کو بھی غسل دیتے تھے۔ افوہ اودی کہتا ہے ؎

وہ لوگ ٹھنڈا پانی لیکر مجھے غسل دینے لگے۔ ایسے غسل پر تعجب ہے جس کے بعد فوراً ہی پھر خاک سے واسطہ ہو۔

راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ (جاہل عرب) اپنے مُردوں کو کفن دیتے تھے ان پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی نماز یہ تھی۔ کہ جب کوئی شخص مرجاتا اور جنازہ میں رکھا جاتا تھا۔ تو اس کا ولی کھڑا ہو کر اس کی تمام خوبیاں بیان کرتا اور اس کی تعریف کرتا تھا پھر اس کو دفن کر دیتا تھا اور

صـ ۱۱۹

[1] نسئی۔ تاخیر ۱۲ منتہی الارب

کہتا تھا۔ کہ تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ بنی کلب کے ایک شخص نے اپنے پوتے سے کہا ؎

(۱) اے عمرو اگر تو مر گیا اور میں زندہ رہا تو میں تیرے لئے بڑی نمازیں پڑھوں گا ۞

(۲) اور اپنی زندگی بھر کے لئے اگر زندہ رہا اور مرنے کے بعد کے لئے اپنا نصف مال مرثیئے [1] کے واسطے (تیرے واسطے یعنی تجھے ثواب پہنچانے کی نیت سے صرف کرنے کے لئے) قرار دے دوں گا

راوی کہتا ہے۔ کہ وہ لوگ طہارات فطرۃ ۔۔۔۔ کی برابر پابندی کرتے تھے جن میں حضرت ابراہیمؑ مبتلا کئے گئے تھے۔ اور وہ دس [2] باتیں تھیں ۔۔۔۔ حضرت ابراہیمؑ نے (ان میں سے) پانچ کو سر میں پورا کیا تھا اور پانچ (باقی) جسم میں جب اسلام آیا تو ان کو سنتوں میں سے ایک سنت قرار دیا۔ اور جب چور چوری کرتا تھا تو وہ اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ اور لوگ یمن وغیرہ کا جب کوئی شخص رہزنی کرتا تھا تو اسے سولی دیدیتے تھے اور وہ لوگ عہدوں کو پورا کرتے تھے۔ اور ہمسایہ و مہمان کی عزت کرتے تھے

---

[1] سام بمعنی موت "از منتہی" اس طرح کی کتب عرب میں متعارف ہے ۱۲ شارح

[2] ارسال لحیہ تخفیف شوارب حلق راس، ختنہ تقلیم اظفار وغیرہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲

کتاب ارشاد الاریب

اسمٰعیل بن عبّاد بن العباس بن عبّاد الوزیر

صاحب کافی الکفاہ لقب، ابو القاسم کنیت طالقان کا رہنے والا تھا۔ یہ (طالقان) قزوین اور ابہر کے درمیان ایک صوبہ اور چند گاؤں ہیں جن پر اس نام کا اطلاق ہوتا ہے اس کے علاوہ خراسان میں طالقان نام کا ایک شہر ہے۔ جس سے اہل علم کی ایک جماعت نکلی ہے۔ محدثین نے صاحب کا نسب (اسی طرح جیسا کہ پیشانی پر مرقوم ہے) بیان کیا ہے۔ اس کے شاعر رستمی کا قول ہے ؎

ابو عباد بن عباس بن عبد اللہ ایسی نعمت کو گوارا[1] کرتا ہے (قبول کرتا ہے۔

اس کو ایسی نعمت ملتی ہے) جو کرامت و بزرگی سے متصل و قریب ہوتی ہے۔

الو حیان نے کتاب اخلاق الوزیرین میں بیان کیا ہے کہ عباد کا لقب امین تھا۔ وہ بڑا دیندار، متجر اور فن کتابت میں پیشہ ور تھا وہ کہتا ہے کہ امین رکن الدولہ کے لئے کتابت کرتا تھا۔ جیسے کہ عمید صاحب خراسان کیلئے کتابت کرتا تھا۔ اور امین از روئے دینداری و طلب تقرب خداوند عالم مذہب اشنائی کی امداد کرتا تھا۔ اور عمید طلبی کے لئے ایسا کرتا تھا۔ امین طالقان دیلم کے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں معلوم تھا بعض کا قول ہے کہ عمید کا باپ قم کے بازار گندم میں خرما فروش تھا اور الصاحب علوم میں مشہور تھا اور علوم کے ہر فن میں سے پورا پورا حصہ اور زائد نمایاں شان لئے ہوئے تھا۔ اس کو فصاحت (بھی کافی) ملی تھی۔ اور حسن انتظام و فتحمندی کی توفیق دیا گیا تھا ساتھ ساتھ وہ تعریف سے مستغنی اور اظہار حال و اہتمام بیان اوصاف سے بے نیاز تھا۔ اس کی ولادت ذی قعدہ سنہ ۳۲۶ھ میں ہوئی۔ اور مؤید الدولہ ابو منصور بویہ بن رکن الدولہ ابو علی حسن بن بویہ اور اس کے بھائی فخر الدولہ کی اٹھارہ سال ایک ماہ وزارت کی بنا بر بیان ابو نعیم حافظ ۲۴ صفر سنہ ۳۸۵ھ کو مر گیا۔

---

[1] ہن گوارا شد ن طعام و شراب بقال هنئت لطعام اے تهنات به ومنه قوله تعالی فکلوه هنیئا مریئا تعنی بالضم والقصر بمعنی نعمة روف" بالکسر یعنی سوار شنیده و هرچه در پیش جزے ملازم باشد ۱۲ صراح ۵۲ وصف سنگ برهم نهادن در بنا ۱۲ صراح

اس کے باپ عباد کی کنیت ابوالحسن تھی۔ وہ بھی اہل علم و فضل میں سے تھا۔ اس نے ابو حنیفہ فضل بن خباب اور اس کے علاوہ اہل بغداد و اصفہان و رے سے احادیث سنیں اور احکام قرآن میں ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں مذہب معتزلہ کی نہایت خوبی کے ساتھ امداد کی۔ اس سے اس کے بیٹے وزیر ابوالقاسم بن عباد اور ابن مردویہ اصفہانی نے روائتیں بیان کیں۔ عباد اسی سنہ میں مرگیا۔ جس سنہ میں اس کے بیٹے نے انتقال کیا یعنی ۳۸۵ھ جو کچھ ہم نے عباد ابوالوزیر کے حالات بیان کئے وہ کتاب منتظم در فن تاریخ مصنفہ ابوالفرج بن جوزی سے منقول ہیں۔ عباد اور حسن بن عبدالرحمٰن ابن حماد قاضی کے درمیان بہت سے خطوط و مراسلات آئے گئے جو مذکور و مرتب ہیں *

الصاحب اپنے ابتدائی زمانہ میں چھوٹے کاتبوں میں سے تھا۔ ابوالفضل بن عمید کی خاص طور پر خدمت کرتا تھا۔ پس اس کے حالات نے اس قدر ترقی کی کہ عضدالدولہ بن رکن الدولہ دیلمی کے بھائی مؤیدالدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ کے لئے کتابت کرنے لگا اس وقت مؤیدالدولہ امیر تھا الصاحب نے اس کی خوب خدمت کی اور دیرینگی خدمت کی وجہ سے الصاحب کا اس پر ایک قسم کا اثر ہوگیا۔ اور اس کی کارگزاری اور ہوشیاری کی وجہ سے مؤیدالدولہ اس سے محبت کرنے لگا۔ اور اس کو الصاحب کافی الکفاۃ کا لقب دیا۔ جب اس کا باپ رکن الدولہ مرگیا۔ اور مؤیدالدولہ رے اور اصفہان اور ان اطراف میں اس کے شہروں کا والی ہوا۔ تو اپنے باپ کے وزیر ابوالفتح بن عمید کو وزارت کی خلعتیں دیدیں۔ اور اس کو ویسے ہی قائم رکھا۔ جیسا کہ اس کے باپ کے زمانہ میں تھا یہاں تک کہ وہ قتل کردیا گیا۔ جیسا کہ ہم نے اس کے حالات میں بیان کیا ہے اور مؤیدالدولہ نے الصاحب کو وزیر بنایا۔ اپنے معاملات کا والی قرار دیا۔ اور اپنے اموال کا حاکم کیا۔ اور وہ اسی حال پر برابر رہا۔ یہاں تک کہ مؤیدالدولہ نے وفات پائی۔ مؤیدالدولہ کا بھائی فخرالدولہ نے اپنے بھائی عضدالدولہ کے پاس سے بھاگ گیا تھا اور وہ اور قابوس ابن وشمگیر ایسے حالات میں جن کی وسعت ہماری کتاب میں نہیں۔ خراسان میں آکر دولت سامانیہ کے پاس پناہ گزین ہوئے تھے الصاحب نے اس

صفحہ ۱۲۸

۱؎ قدم بالکسر و الفتح دیرینہ شدن و بفتحتین بمعنی اثر یقال لفلان قدم صدق لے اثرہ حسنۃ وکذلک القدمہ بالضم ۱۲ صراح ۲؎ کفایۃ کارگزاری و شہامت تیز خاطر و چالاک شدن ۱۲ صراح ۳؎ خلع خلعت دادن صلعۃ بعلی و خلع بکسر و فتح جمع خلعۃ ۱۲ صراح و منتہی

پاس[1] خط بھیج کر اس کو بلایا اور شہروں کا بادشاہ بنایا۔ تو اس نے الصاحب کو اس کے کام پر برقرار رکھا الصاحب نے اس کی آزمائش کا قصد کیا کہ دیکھا اس کے دل میں ان باتوں میں کوئی بات ہے یا نہیں جو مؤیدالدولہ کے زمانہ میں اٹھی تھیں۔ جو فخرالدولہ کے بھاگ جانے کا باعث ہوئی تھیں۔ اور ملازمت و وزارت سے استعفاء دیدیا۔ تو فخرالدولہ نے اس سے کہا۔ کہ تیرے لئے اس سلطنت میں میراث وزارت اسی طرح ہے۔ جیسے ہمارے لئے میراث حکومت پس ہم میں سے ہر ایک کا یہ طریقہ ہونا چاہئے۔ کہ اپنے فرض کی نگہداشت کرے۔ اور اس کو اس کے کام سے برخاست[2] نہ کیا۔ اور برابر ابنی (اسی) رائے پر اس کے ساتھ قائم رہا۔ یہاں تک کہ الصاحب مر گیا، حالانکہ تمام احکام اسی کے حکم سے صادر ہوتے تھے۔ اور ملک کا انتظام اسی کی رائے سے ہوتا تھا۔ جب فخرالدولہ کچھ کہتا تھا اور الصاحب کچھ تو الصاحب کی بات مانی جاتی تھی اور فخرالدولہ کی بات چھوڑ دی جاتی تھی۔

۱۲۵

الصاحب کے اخلاق حسنہ کے متعلق باوجود اس کوتاہ[3] عقل کے جو اس میں تھی۔ بہت سے حالات و واقعات ہیں الصاحب کتاب الامتاع نے اس کے اوصاف اس طرح بیان کئے ہیں الصاحب کو بہت سی چیزیں (منجملہ اشعار و امثال۔ اخبار و واقعات وغیرہ) یاد تھیں، حاضر جواب اور خوش تقریر تھا، اس نے ادب کے ہر حصہ سے کچھ نہ کچھ[4] لیا۔ اور ہر فن سے تھوڑا بہت حاصل کیا تھا متکلمین معتزلہ کا کلام اس پر غالب تھا۔ اسکی بحث و فکر انہی کے مذاہب سے ملوث ہے اور اسکی تحریریں کاتبوں کی عبارت کی آمیزش سے پہلی بحث لوگوں میں سے بہت سخت تعصب کرتا تھا جو اجزاء حکمت مثلاً ہندسہ، طب، اختر شناسی، موسیقی، منطق اور عدد [illegible] میں ہاتھ ڈالے تھے۔ فن الہیات میں اسکی کوئی چیز از قسم اقوال و تصنیفات ہم نہیں پائی جاتی۔ اور اس فن میں نہ اسکی کوئی مستقل[5] [illegible] شے ہے۔ نہ کوئی نشانی و علامت وہ علم عروض و قوافی کا بڑا واقفکار تھا۔ شعر کہتا تھا اور اس میں کسی سے ممتاز تھا۔ اس کی آمد بہت زیادہ تھی۔ البتہ اور[6] سست و ضعیف تھی، وہ مذہب ابو حنیفہ اور مقالہ زیدیہ کی پیروی کرتا تھا۔ خدا پرستی، نرم دلی، مہربانی اور رحمت کی طرف مائل نہ ہوتا تھا

---

[1] نفاذ۔ نفوذ گذشتن نیز از جائے کہ رسد در رفتن نامہ و فرمان انفاذ تنفیذ منفذ یان منہ ۱۲ صراح

[2] انفاذ (کسفہم) عاقبت بخشش ۱۲ منتہی [3] رقاعۃ (ققعہ) حماقت ۱۲ منتہی الارب

[4] نتف (دغس) بال اکھاڑنا ۱۲ منتہی الارب [5] عین ذات سستی واثر علامت و نشان ذات

یعنی علم الہیات میں نہ اس کی کوئی مستقل تصنیف ہے اور نہ دوسری تصانیف ایسے مضامین پر مشتمل ہیں۔ جن کے اندر مسائل الہیہ ضمناً اور جزءً بیان کئے ہوں۔ جو اس کی استعداد الہیات کا پتہ دے سکیں۔ [6] خورہ ضعف آوردن مرد خوردن اشتہین سستی ۱۲

اس کی جرأت، قوت، اقتدار اور سخت گیری کی وجہ سے سب لوگ اس سے نچکتے[1] تھے۔ وہ سخت سزا دینے والا کم اجر[2] دینے والا دیر تک عتاب کرنے والا اور بدزبان تھا۔ بہت سے سائلوں کو تھوڑا مال دیتا تھا جو انہیں بالکل ناکافی ہوتا تھا۔ سرگی گرمی (غصہ) سے مغلوب تھا جلدی سے غضبناک ہو جاتا تھا دیر میں (غیظ و غضب سے مزاج) بحال ہوتا تھا۔ فوراً جھینپ[4] جاتا تھا۔ بڑا حاسد، سخت کینہ پرور تھا۔ اس کا حسد اہل فضل کے لئے وقف اور اس کا کینہ کارکن طبقہ کی طرف جاری تھا۔ کتاب اور عمال اس کی قوت سے اور مبتلا شیان[5] روزگار اس کی جفا سے ڈرتے تھے۔ اس نے خلق کثیر کو قتل کیا، بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اور ایک جماعت کو ازراہ نخوت، بغاوت، ظلم اور تکبر نکال دیا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے ایک بچہ اس کو بھکا لیتا تھا اور ایک غبی آدمی اسے فریب دیدیتا تھا۔ اس لئے کہ اس تک رسائی کا راستہ وسیع اور اس کے پاس آنے کی راہ آسان گذار تھی۔ اس طرح کہ اس کے سامنے ازراہ تملق و خوشامد یوں کہا جاتا تھا۔ کہ مولانا! اس امر میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ کہ آپ کے کلام اور رسائل منظومہ و منثورہ میں سے مجھے کچھ دیا جائے۔ میں شہر فرغانہ، مصر اور تفلیس سے اسی لئے قطع منازل کر کے آیا ہوں کہ آپ کے کلام سے فائدہ اٹھاؤں۔ اس کے ذریعہ سے فصیح بن جاؤں۔ اس سے بلاغت حاصل کروں۔ مولانا کے رسائل تو بالکل قرآن کی سورتیں ہیں۔ آپ کے فقروں میں قرآن کی آئتیں ہیں۔ اور ان کے ضمن میں آپ کا استدلال دلیل روشن ہے وہ خدا قابل تسبیح ہے جس نے تمام عالم کے کمالات کو ایک شخص میں جمع اور اپنی تمام قدرت کو ایک شخص میں ظاہر کر دیا ہے (یہ سنکر) وہ نرم ہو جاتا تھا پگھل جاتا تھا اپنے ہر ضروری کام سے غافل ہو جاتا تھا۔ اپنے ہر فریضہ کو فراموش کر دیتا تھا اور خزانچی کے پاس آتا تھا۔ کہ وہ اس کے تمام رسائل ایک ایک ورق کر کے اس کو نکال کر دیدے۔ اور وہ (اس کے بعد سے ایسا کہنے والے کو) آسانی سے اپنے پاس آنے کی اپنے پاس پہنچنے کی اور اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دیدیتا تھا۔ یہ باتیں تو تھیں ہی وہ اکثر اوقات مثلاً عید اور فصل (زمانہ شعر گوئی اور موسم مشاعرہ) میں شعر بنا کر ابو عیسے بن منجم کے پاس بھیجا کرتا تھا اور اس سے کہتا تھا۔ کہ میں نے یہ قصیدہ تجھ کو دیدیا[6]۔ تو اس کے سبب تمام شعراء میں

---

[1] احجام (کسفس) رک جانا ٹھہر جانا۔ ڈر کے مارے پیچھے ہٹنا ۱۲ منتہی الارب [2] طفیف (کلکس) تھوڑا ناقص ناتمام ۱۲ منتہی الارب [3] طیرہ (رفسق) سبکی خفت ۱۲ منتہی الارب [4] انتجاع (کسکفس) اب و علف و منفعت و نکوئی کی طلب میں جانا ۱۲ منتہی الارب [6] نحل (ضس) کسی کو عطیہ دینا۔ کسی کو مال دینا۔ کسی پر بات گڑھنی کہ اس نے نہ کہی ہو ۱۲ منتہی الارب

میری مدح کرنا اور شعر خوانوں میں سے تیسرے نمبر پر پڑھنا۔ پس ابو عیسٰے یہی کرتا تھا وہ (ابو عیسٰے)
بغداد کا رہنے والا معتمد علیہ[1] اور مرجع خلق تھا وہ کے بازیاں کرتے کرتے بڈّھا اور گھاگ[2]
ہوگیا تھا۔ (الصاحب کے) اشعار پڑھتا تھا۔ تو صاحب اس سے وہ شعر سنتے ہوئے جو حقیقت
اس کے (صاحب کے) ہی ہوتے تھے اور اپنی زبان سے اس کی تعریف و توصیف وراز راہ تصنع اس
کی مرصّع[3] بیانی پر اس کی مدح و ثنا کرتے ہوئے اس سے کہتا تھا۔ کہ اے ابو عیسٰے ذرا مکرر ارشاد ہو
بخدا تم تو خوب ہی کہتے ہو تم تو نازہ فخر کرو۔ تمہارا ذہن روشن، طبیعت رواں اور اشعار صاف
و پاکیزہ ہیں، پہلے تو تمہارا (شعر گوئی میں) یہ رنگ نہ تھا۔ جب تم نے گذشتہ عید کو ہمیں شعر
سنائے تھے۔ ہمارے جلسے (مشاعرے اور ادبی محفلیں) بڑے مردم خیز ہیں۔ اُن کو (مردم اور
شرکاء جلسہ کو) ذکاوت و ذہانت بخشتے ہیں۔ ان کی فہم و فراست کو زیادہ کرتے ہیں۔ کاہل اور
احمق انسان کو عمدہ اور بخیل و کمینہ[4] کو سخی بنا دیتے ہیں۔ پھر وہ اس کو اپنی محفل سے عمدہ انعام
اور پسندیدہ عطیے[5] بغیر نہ لوٹاتا تھا۔ اس نے شعرا اور دیگر طبقہ کے لوگوں کو برہم کر رکھا تھا
اس لئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ ابو عیسٰے ایک مصرعہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ ایک بیت بھی موزوں نہیں
کر سکتا۔ اور عروض سے بالکل واقف نہیں۔ ایک دن اس نے کہا کہ گھر میں کون ہے جواب
دیا گیا۔ کہ ابو القاسم کاتب اور ابن ثابت اس نے فوراً دو شعر بنائے اور ایک شخص سے
جو اس کے سامنے تھا۔ کہا کہ جب میں ان دونوں کو آنے کی اجازت دوں تو تو بھی ان کے
ایک گھنٹہ بعد آ جانا اور کہنا کہ میں نے دو شعر کہے ہیں۔ اگر تم مجھے ان کے پڑھنے کا حکم دو
تو میں پڑھوں اور یہ کہنا کہ میں نے دونوں شعر فی البدیہہ کہے ہیں، میں تجھے جھڑکیاں دوں
تو گھبرانا نہیں۔ اور تجھ پر اپنی بڑائی ظاہر کروں تو مضطرب نہ ہونا (یہ کہا) اور دونوں شعر
اُسے دیئے۔ اس کو صحن خانہ میں چلے جانے کا حکم دیا اور دونوں آدمیوں کو آنے کا حکم دیا یہاں

[1] محکک (ضفتف) لکڑی جو اونٹوں کی جگہ میں رکھ دے تا کہ اس پر کھجلی کھجائے یقال انا جذ یلہا المحکک عذ یقہا المرجب[1] اراد انہ یستشفی برائہ وتدبیرہ ۱۲ منتہی صراح [2] حنک (فس) ایک چیز کو سمجھنا اور اس کو مضبوط کرنا تجربوں کا مرد کو بوڑھا اور پختہ کار کر دینا (فس) آزمائش و تجربہ (ضض) مرد دانا تجربہ میں پکا حنکہ (ضسف) آزمانا و تجربہ دانا عورت ۱۲ صراح و منتہی [3] تجبیر (فکس) اچھا اور درست کرنا، سنوارنا، خوشخط لکھنا، کلام اور شعر وغیرہ کو سنوارنا ۱۲ منتہی الارب [4] مجید (فکس) اچھے شعر کہنے والا از اجادۃ ۱۲ منتہی الارب [5] محمر بخیل کمینہ ۱۲
[6] تقریض شعر کہنا ۱۲ منتہی الارب [7] رسم (فس) کام کیلئے حکم دینا ۱۲ منتہی الارب [8] زعم (فس) زعامۃ (فقف) ضامن اور ذمہ دار ہونا سزاوار ہونا، گمان کرنا، جاننا۔ کہنا ۱۲ منتہی الارب
[9] تافف اُف کہنا ۱۲ منتہی الارب

تک کہ وہ اس کے پاس آئے۔ جب وہ آرام[1] سے بیٹھیں گے تو (وہ) دوسرا شخص بھی اُن کے پیچھے آکر مؤدب کھڑا ہو گیا۔ اور زبان و دہن کو چٹلانا[2] شروع کر دیا۔ وہ یہ جتلا رہا تھا کہ شعر کہہ رہا ہے۔ پھر کہا کہ مولانا! اس وقت میرے ذہن میں دو شعر آئے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھوں۔ الصاحب نے کہا۔ کہ تم ایک بیوقوف[3] اور کم عقل آدمی ہو ایسا شعر نہیں کہہ سکتے۔ جس میں کوئی خوبی ہو۔ مجھے اپنے شعر سے معاف رکھو۔ اُس نے کہا۔ کہ مولانا یہ میری فی البدیہہ محنت ہے۔ اگر آپ نے میری دل شکنی کی تو مجھ پر ظلم کیا۔ بہرحال آپ سنئے تو اگر اعلیٰ درجہ کے ہوں تو خیر ورنہ جو چاہئے کیجئے۔ اس نے کہا۔ کہ تم تو بڑے پٹھو ہو اچھا پڑھو اس نے یہ شعر پڑھے ٥

(١-٢) اے الصاحب بلندی کے تاج تو مجھے ایسے ملحد[4] کی وجہ سے جس کی کنیت ابو القاسم ہے اور اس مذہب جبر کے پیرو کی وجہ سے جو (بحیثیت نبوة) ثابت کی طرف منسوب ہے۔ دشمن کے غم سے خوش ہونے والے کی طرح دور نہ کر۔

الصاحب نے کہا۔ کہ خدا مجھے مار ڈالے (اس وقت تو) تو نے خوب کہا ہے۔ حالانکہ برا کہنے والا ہے۔ ابو القاسم کا بیان ہے کہ میں غصہ سے اندھا[5] ہوا جاتا تھا۔ اس لئے کہ میں جانتا تھا۔ کہ یہ (حرکت) اسی کی الصاحب کی) مشہور حرکتوں میں سے ہے اور یہ جاہل تو (جس نے اس کے اغوا سے ان شعروں کی بابت اپنی بدیہہ گوئی کا دعویٰ کیا تھا) ایک شعر بھی نہیں کہہ سکتا۔ پھر مجھ سے خادم نے سارا واقعہ[6] بیان کیا۔

وہ امر جسے الصاحب کو اس کی ذات کے متعلق مغالطہ میں ڈال دیا تھا۔ اور اس کو اپنے فضل کی بابت غرور اور خود آرائی پر آمادہ کر دیا تھا یہ تھا کہ (اس کی) خطا اس کے سامنے مطلق ظاہر نہ کی گئی تھی اور (اس کا) عیب اس کے سامنے نہ لایا گیا تھا۔ اس لئے کہ اس کا یہ سُن کر نشو و نما ہوا تھا۔ کہ ہمارے سردار نے صحیح ارشاد فرمایا۔ مولانا نے سچ فرمایا۔ آپ نے کیا خوب کہا ہے، ہم نے آپ کا مثل نہیں دیکھا

---

[1] انس (فس) کسی کے ساتھ آرام کرنا ۱۲ منتہی الارب [2] تلمظ (تفتقص) کھانے کے بعد منہ کے اندر زبان پھرانی ہونٹ چاٹنا۔ کھانا منہ میں پھرانا۔ سانپ کا زبان نکالنا ۱۲ منتہی الارب [3] اخرق۔ بیوقوف احمق، نادان سخیف کم عقل ۱۲ منتہی الارب

[4] ملحد من الالحاد بمعنی شرک مذہب جبر وہ مذہب جس میں بندہ کو مجبور سمجھا جاتا ہے، عزی (فس) کسی کو ایک چیز کی طرف بلانا، شماتت (فسف) دشمن کے غم سے خوش ہونا نزھ (ضسف) ناخوشی کے سبب دوری ۱۲ منتہی الارب

[5] تفقؤ، اندھا ہو جانا ۱۲ منتہی الارب

[6] قض (وفت) کنکریوں بھری جگہ مکان کو قض بولتے ہیں اسی سے ہے جاءُ ابقضہم یعنی وہ سب کے سب چھوٹے بڑے آئے ۱۲ منتہی الارب

(۵) اس کے عیوب کم معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ زیادہ ہوتے ہیں اس لئے کہ مالداری عیوب کو چھپا لیتی ہے ؛

اس نے کہا۔ کہ ان صفات کے ہوتے ہوئے اس کے امور کیسے تمام ہونے تھے۔ تو میں نے کہا۔ کہ بخدا اگر بیوقوف بڑھیا اور احمق[۱] لونڈی اس کی قائمقام کر دی جائے۔ تو امور اس طریقہ[۲] پر رہیں گے، اس لئے کہ وہ اس امر سے بیخوف تھا کہ اس سے یوں کیا جائے۔ کہ تو نے کیوں کیا اور کیوں نہیں کیا؟ اور یہ ایسا امر ہے۔ جس کا بادشاہوں کے خادموں میں سے کسی کو اتفاق نہیں ہوا۔ مگر ایک مناسب حد تک اس کے دوست ہروی نے اس کو قابل دائگی اموال اور ایسے امور کی بابت نصیحت کی۔ جس میں اس نے غور و فکر نہیں کیا تھا (اس طریقہ سے) کہ اس کے پاس ایک رقعہ پھینکدیا[۳]۔ اس نے اس امر کو معلوم کیا۔ جو اس میں درج تھا اور معاملہ[۴] اٹھانے والے کو گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔ صاحب مذہب وعیدیہ کا پابند تھا۔

ص ۱۳۶

اس کے اصحاب میں سے ایک شخص معتبر نے مجھ سے کہا کہ بسا اوقات اس نے کسی امر میں غلط حکم لگانا شروع کیا۔ تو اس کی قسمت[۵] نے اس امر کو صحیح پلٹ دیا۔ یہاں تک کہ یہ حکم بذریعہ وحی معلوم ہوتا تھا۔ خداوند عالم کے بھید اس کی مخلوق کی ترقی و تنزل کے وقت پوشیدہ ہوتے ہیں اور اگر امور عالم (بندوں کی) رائے اور عقل کی مقتضی کی بنا پر جاری ہوتے۔ تو خداوند عالم سرا ہ چبوترہ[۶] پر معلم بن کر بیٹھتا تب ساری دنیا اس سے خوش رہ سکتی تھی (اس لئے کہ معلم انسان کو تعلیم و تدریس میں کلام وسیع و واضح کر کے، پسندیدہ تقریر کر کے (متعلم کو) حقیر سمجھ کر اپنے بڑا سمجھ کر

---

[۱] بلہا، مؤنث ابلہ درہ (ففف) احمق ہونا۔ کام بیٹھ ستادی اور ناڈی پن کرنا ۱۲ منتہی الارب [۲] سیاج دیوار اور ہر وہ چیز جس سے کسی کو احاطہ کریں ۱۲ منتہی الارب [۳] قذف (فس) پتھر پھینکنا ۱۲ منتہی الارب [۴] رافع والی کے پاس قصہ اٹھا لے جانے والا، خنق گلا گھونٹنا ۱۲ منتہی الارب [۵] جد (فت) بخت و نصیب ۱۲ منتہی الارب

[۶] مصطبہ (کسفف) چبوترا ۱۲ منتہی الارب [۷] تخریج "علم و ادب میں کسی کو راہ پر لے آنا اور اس کو بنا لینا تفہق (تفسق) سخن میں فراخی کرنی۔ ذہن کو سخن سے پُر کرنا۔ تشدق بہ تکلف خوش تقریری کرنی۔ منتہی الارب۔ اس تقریر کا مطلب صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ الصاحب کافی الکفاۃ کا کینہ طبیعت درشت مزاج۔ خود پسند متکبر اور صاحب اخلاق ذمیمہ عادات ہونا اور پھر زمانہ کا اس سے اس درجہ موافقت کرنا اور اس قدر اس کی ترقی ہو جانا یہ سب اسرار خدا اور مقدرات مخفیہ ہیں۔ ورنہ اس کی غلط رائے خود بخود صحت کی طرف کیوں پلٹ جایا کرتی۔ کما فی اول الجملہ

کلام کو لوٹا لوٹا کر اور اول سے شروع کر کر کے (ہر طرح) سمجھا سکتا ہے۔ اور یہ ایسی صورتیں ہیں کہ جو بچوں کو پسند بھی آتی ہیں وہ متعلمین سے متنفر نہیں ہونے پاتے۔ اور اس طرزِ عمل کی وجہ سے ان کی فرحت و شادمانی پڑھنے، یاد کرنے اور روایت و درس ان کی پابندی اور حرص کا سبب ہوتی ہے۔

یہ قول الصاحب کے متعلق صاحب امتاع کا ہے۔ اور جو کچھ الصاحب کے اخلاق حمیدہ کے متعلق میں نے بعض کتب میں پایا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اس نے ایک روز گنے کا رس منگایا۔ تو اس کے پاس ایک رس کا پیالہ لایا گیا۔ جب اس نے اس کے پینے کا قصد کیا۔ تو اس کے بعض خواص نے کہا کہ تم نہ پیو۔ اس لئے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے الصاحب نے اُن کو کہا۔ کہ تمہارے قول کی صحت کی کیا دلیل ہے۔ کہا کہ تم اس کا اس شخص پر تجربہ کرو کہ جس نے وہ تمہیں دی ہے (ساقی مراد ہے) الصاحب نے کہا کہ میں اس کو جائز و حلال نہیں سمجھتا۔ پھر اُن خواص نے کہا۔ کہ (مرغی پر اسکو آزماؤ الصاحب نے) کہا کہ حیوان سے تمثیل لینا جائز نہیں، اور پیالہ میں جو تھا اُسے گرا دینے کا حکم دیا۔ غلام (ساقی) سے کہا۔ کہ میرے پاس سے چلا جا۔ پھر میرے گھر نہ آنا اس کا کھانا مقرر کیا اور کہا۔ کہ شک سے یقین کو نہ توڑا کرو اور کھانا بند کرنے کی سزا دینی کمینہ پن[1] ہے راوی کہتا ہے۔ کہ ایک شخص الصاحب کے پاس آیا جس کو وہ پہچانتا نہ تھا الصاحب نے اس سے کہا کہ (تو) کس کا باپ ہے۔ اس شخص نے یہ شعر پڑھا ؎

نام لفظوں میں اور کنیتوں میں تو متفق ہو جاتے ہیں لیکن عادتیں اور طبیعتیں نہیں مل جل سکتیں ۔

الصاحب نے اس سے کہا کہ ابو القاسم! بیٹھ جاؤ الصاحب کی کنیت بھی ابو القاسم تھی اُسی کی طرف شاعر کے قول کا اشارہ ہے (وہ اپنے ہم نشینوں سے کہا کرتا تھا۔ کہ ہم دن میں بادشاہ ہیں اور رات کو بھائی، ابو الحسن نحوی نے بیان کیا ہے کہ ایک ایک ملکہ کا رہنے والا جو گم شدہ[2] شے کا پتہ لگانے میں ماہر تھا۔ صاحب کا پرانا ساتھی اور خدمتی تھا۔ اس نے بارہا الصاحب کے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا۔ اور الصاحب اس سے درگذر کر جاتا تھا۔ جب اس نے بہت زیادہ ایسا کیا۔ تو الصاحب نے اس کے قید کر دینے کا حکم دیا۔ اس کو قید خانہ میں قید کر دیا گیا یہ قید خانہ الصاحب کے قریب ہی تھا۔ اتفاقاً الصاحب ایک روز اپنے گھر کے کوٹھے پر چڑھا

---

[1] نذالة (خفسف) نذ ولة (خفسف) فرومایہ اور کمینہ ہونا ۱۲ منتہی الارب

[2] انشاد، گم شدہ کے نشانات بیان کرنے یا دریافت کرنے لغات اضداد سے ہے ۱۲ منتہی الارب

قاضی ابو الحسن ہمدانی قریہ اسد آباد سے صاحب کے قریب آیا۔ صاحب نے کہا کہ اے قاضی جب میں تم سے جدا ہوا تھا تو مجھے تم سے ملنے کا شوق نہ تھا اور نہ جب تم مجھ سے جدا ہوئے تھے تو نہیں مجھ پر شیفتگی[1] و فریفتگی تھی۔ البتہ تمہارے بعد مجھے ایسی مجلسیں ملیں جو تمہیں چاہتی تھیں اور تمہیں پسند کرتی تھیں۔ اگر ان مجلسوں والوں میں سے میرے پاس موجود ہوتے۔ حالانکہ میں اپنے اظہار کمال[2] زبان۔ جلت پھرت اور دلیل کی وجہ سے ان پر سر بلند ہو گیا تھا۔ تو تم حسان بن ثابت کے اشعار پڑھتے جو انہوں نے ابن عباس کی شان میں کہے ہیں وہ یہ ہیں ؎

(۱) جب ابن عباس تمہارے سامنے آئیں گے۔ تو تم ان کے لئے ہر مجمع میں فضل دیکھو گے۔

(۲) جب وہ کچھ کہتے ہیں تو ایسے (مسلسل و مربوط) چیدہ فقرات[3] کی وجہ سے جن میں تم بے ربطی نہ دیکھو گے کسی کہنے والے کے لئے کوئی بات نہیں چھوڑتے (سب کچھ کہہ جاتے ہیں۔ گویا انہوں نے کچھ بھی نہیں چھوڑا)

(۳) وہ کافی ہو گئے اور اس مرض کو جو لوگوں کے نفوس میں تھا شفا دی اور کسی اہل عقل[4] یا صاحب کلام کے لئے کلام میں متبین و غیر متبین پہلو کو نہیں چھوڑا۔

(۴) اے ابن عباس! تم بغیر مشقت بلندی پر چڑھ گئے اور ایسے حال میں کہ نہ ضعیف تھے اور نہ سست و کمینہ بلندی کی چوٹی تک پہنچ گئے۔

اور اے قاضی! اگر وہاں ہوتے تو ہم ایک دوسرے شاعر کا قول بھی یاد کرتے اور اسے پڑھتے کہ جس نے اس شخص کی بابت کہا ہے۔ جو میرے کھڑے ہونے کے مقام میں کھڑا ہوا میری طرح اس نے اشتمال[5] کیا میری طرح اس نے تصرف کیا۔ میری طرح وہ پلٹا اور میری طرح ہی اس نے چلو میں[6] پانی لیا یعنی میرا ہمسر اور ہم مرتبہ تھا وہ کہتا ہے کہ ؎

(۱) جب وہ کچھ کہتا ہے۔ تو کسی کہنے والے کیلئے کوئی قول نہیں چھوڑتا۔ (سب کچھ کہہ دیتا ہے) اور اس قدر قادر الکلام ہے کہ، عاجزی کی وجہ سے کہیں نہیں رکتا اور ہذیان[7] سرائی میں زبان کو نہیں چلاتا

(۲) وہ جب[8] چاہتا ہے بولنے میں زبان کو گردش دیتا ہے۔ اور شکاری جانور[9] کی طرح اپنے

---

[1] شیفتگی ۱۲ منتہی الارب [2] اخفاء مصدر کسی کو دوسرے پر زیادتی دینی ۱۲ منتہی الارب [3] تبیان ظاہر آشکار کرنا ۱۲ منتہی الارب [4] انتقاط دانہ چیدن و سخن چیدن صراح و منتہی "پس مراد از ملتقطات کہ جمع مونث سالم ملتقطہ ست فقرات جملات چیدہ اے ملفوظ و پسندیدہ باشد [5] اربۃ رکسف، عقلمندی حاجت ۱۲ [6] تصرف رفس، اہل و عیال کیلئے کسب کرنا ۱۲ منتہی الارب [7] اغتراف چلو میں پانی لینا ۱۲ منتہی الارب [8] ھجر رضس، بری اور بیہودہ بات ۱۲ منتہی الارب [9] انتحاء قصد کرنا میل کرنا، صقر، باز، شاہین، شکرا شکاری جانور ۱۲ منتہی الارب

صفحہ ۹

پہلوؤں میں نظر کرتا ہے (اس کی بیدار مغزی اور ہوشیاری کی مدح ہے) ۱۲

اور (اے قاضی) میں نے عضد الدولہ کے سینہ میں وہ چیز ودیعت رکھ دی ہے جو میری جانب اس کی توجہ کو دراز کر دیگی۔ اور میری جدائی کے افسوس کو بڑھا دیگی۔ مجھ سے اس نے وہ بات دیکھی۔ کہ اس کی مثل اس نے قبل نہ دیکھی تھی اور نہ بعد میں اس کو اس کی شکل نظر آئے گی۔ وہ خدا قابل ستائش ہے۔ جس نے مجھے اس کے پاس اس چیز کی بنا پر بھیجا جو دوستوں کے لئے خوش کن تھی۔ اور اس چیز کی بنا پر اس سے جدا کیا۔ جو دشمنوں کے لئے رنجدہ تھی (دونوں جگہ فضائل و کمالات مراد ہیں) کہو قاضی دل کا کیا حال ہے مجلس اور درس کی کیا کیفیت ہے (تمہارے سامنے لوگوں کی) عرض معروض کی اور (تمہارے) حشم و خدم کی کیا حالت ہے (تمہاری طرف لوگوں کا رجوع کیا ہے اور تمہاری شان و شوکت کیسی ہے) القصہ صاحب اپنے جوش و ہیجان، سخت غیظ[۱] و غضب، شدت جنون اور آپے سے باہر ہو جانے کی وجہ سے اس ہذیان سرائی کو نہیں چھوڑتا تھا۔ اور قاضی ہمدانی ایسے تھا جیسے چوہا بلی کے سامنے وہ (قاضی) زار و نزار[۲] حقیر و ذلیل ہو رہا تھا۔ اور ذلت و حقارت کے سبب سے اس کی کوئی سانس بغیر گھٹن اور کھنچن کے اوپر نہ آتی تھی۔ یہ سب کچھ صاحب کے تکبر کے سبب سے تھا۔ پھر القصہ صاحب نے زعفرانی رئیس اہل الرائے کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے شیخ تمہاری بقا نے مجھے مسرور کیا۔ اور تمہارے رنج و الم نے مجھے رنجیدہ کیا۔ مجھے تمہاری دشمنی اور اس خیال کی کیفیت معلوم ہوئی۔ جو تمہارے غرہ[۳] نے تمہارے دل میں پیدا کر دیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں زندہ نہ رہوں گا۔ یہاں تک کہ تمہاری سرکشی تمہیں پر لوٹا دی جائے گی۔ میں یہ نہ سمجھتا تھا۔ کہ تم اس امر پر پیشقدمی کر بیٹھو گے جس پر تم نے پیشقدمی کی۔ اور ارباب عدل و توحید سے اپنی عداوت کو یہاں تک پہنچاؤ گے جہاں تک پہنچائی۔ میرے لئے تمہارے ساتھ انشاء اللہ ایک دن آئیگا۔ جس کے لئے رات

۱؎ احتدام غصہ کی وجہ سے دانت پیسنے، خیال (دفنس) دیوانہ ہو جانا غلواء (ضغفسم) سرکشی حد سے گذر جانا ۱۲ منتہی الارب

۲؎ تضاؤل نزار و حقیر ہونا۔ قماءد (فس) قماۃ (ضسف) قماہ (نفسف) قماء (ضس) ذلیل و خوار و حقیر ہونا انتزع (فس) ایک چیز کو اس کی جگہ سے کھینچ لینا اور اکھاڑ لینا یقال ھو فی النزع یعنی وہ حالت جان کنی میں ہے و نزع یدہٗ یعنی اس نے اپنا ہاتھ جیب سے نکالا ۱۲ منتہی الارب

۳؎ غُیَلاءُ (ضغفسم) تکبر و غرور ۱۲ منتہی الارب

ہوگی۔ اور رات آئیگی۔ جس کے لئے اور رات ہوگی اور (تمہارے لئے) ہلاکی[1] ہوگی۔ جس سے وادی جہنم متصل ہوگا۔ اور بارش[2] ہوگی۔ جس کے ساتھ سیلاب ہوگا۔ اور کافر عنقریب جان لیں گے کہ عاقبت کا گھر (جنّت) کس کے لئے ہے۔ زعفرانی نے اس سے کہا کہ خدا ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

پھر اس نے ابو طاہر حنفی کو دیکھا اور کہا کہ ایہا الشیخ میں نہیں سمجھتا کہ تم سے (تمہاری) شکایت کروں یا تم سے (زمانہ) کی شکایت کروں۔ مجھے تم سے تمہاری شکایت تو یہ ہے کہ تم نے میرے پاس ایک حرف بھی لکھ کر نہ بھیجا۔ گویا کہ ہماری آنکھ کبھی ملی ہی نہ تھی کبھی ہم میں محبت تھی ہی نہیں۔ اور ہم کبھی ہم پیالہ ہوئے ہی نہ تھے۔ اور تم سے زمانہ کی شکایت یہ ہے۔ کہ میں نے آدمیوں کی تمہارے بعد ملامت[3] کی۔ ان سے تمہارے عہد محبت کا ذکر کیا۔ تمہاری محبت کو ان میں بیان کیا تمہارے چقماق سے ان کے سامنے آگ نکالی (تمہارے کمالات ظاہر کئے) اور تمہاری عجیب غریب حالات ان سے بیان کئے۔ پس میرے شوق دلانے سے وہ تمہارے مشتاق ہوئے۔ تمہارے صدق و صفا پر میرے روشنی[4] ڈالنے کی وجہ سے انہوں نے تم کو دوست باصفا خیال کیا" میرے (تمہاری ذات کو) آراستہ و پیراستہ اور مزین کرکے بیان کرنے کی وجہ سے انہوں نے تمہاری مدح و ثنا کی۔ اور احباب کا طرز عمل یہی ہوتا ہے۔ جبکہ سواریاں ان کو دور[5] کردیں۔ (ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں) ان کے چوپایوں (سواریوں) کی تیز رفتاری سست ہوجائیں (مدت تک ملاقات نہ ہو) اور ان کے سینوں میں آتش اشتیاق بھڑکنے لگے (زمانہ کی شکایت اس وقت یہ ہے کہ جب ان احباب کے تمہارے کمالات و اوصاف بیان ہوئے۔ اور وہ تمہارے مشتاق و متمنی ہوئے تو تم نہ تھے

صـ ۱۴

[1] ثبور (ضصنس) ہلاکی۔ عذاب۔ زیان" "ویل (فس) جہنم میں ایک وادی کا نام ہے" یا ایک کنواں ہے یا ایک دروازہ (اللّٰہم نعوذ بک منہا) منتہی الارب [2] قطر (فس) مینہ و جمع قطرہ معروف ضمن التوجمتین (اوّلی آدولی ۱۲ [3] ذمّ (فت) ملامت کرنی" قدح (فس) آتش زنہ سے آگ نکالنی آتش زنہ پر چقماق مارنی تا کہ آگ نکلے "زند" (فس) چقماق کا لوہا ۱۲ منتہی الارب [4] ترویق۔ ایک چیز کو گھس کر صاف کرنا شراب وغیرہ کو صاف و روشن کرنا۔ استصفاء کسی کو دوست خالص اور برگزیدہ سمجھنا تنمیق۔ کتابت میں خوبی پیدا کرنا سنوارنا ایک چیز کو منقش کرنا۔ توریق۔ درخت کا برگ آور ہونا۔ یہاں فضائل و کمالات کی آرائش و زینت مراد ہے ۱۲ منتہی الارب۔ [5] نامی (فس) دور ہونا فنا لیاء تعدیۃ اضطرام۔ آگ کا بھڑکا ہوا ہونا ۱۲ منتہی الارب

یہ گردش روزگار ہے) پس تمام تر ستائش اللہ (خدا) کے لئے ہے۔ جس نے پھر تناخوں[1] کو مجتمع پراگندگی کو بہم۔ دلوں کو باآرام اور خواہشوں کو فراہم کر دیا۔ ایسی ستائش جو زیادتی نعمت سے متصل ہو جیسے کہ سرداروں کی قریب و بعید کے غلاموں کے ساتھ (نعمت زیادہ کرنے کی) عادت ہوتی ہے۔

پھر الصاحب ابن قطان قزوینی حنفی کی طرف ملتفت ہوا اور یہ دانا و ہوشیار علماء میں سے تھا۔ صاحب یونہی جھونٹ کہنے لگا کہ اے شیخ میں (حالت خواب تو درکنار) حالت بیداری میں بھی تمہارا خواب[2] دیکھتا ہوں۔ اور میں تمہارا نگران رہتا ہوں نہ کہ نگہبان و پاسبان (رعایت یادآوری اور نہایت اعزاز کی طرف اشارہ ہے یعنی میں ہر وقت تمہیں یاد کرتا ہوں اور تمہارا میرے نزدیک یہ مرتبہ ہے کہ میں ہی نگہبانی و پاسبانی کا کام کرتا ہوں نہ کہ خادم) اس لئے کہ تم میرے انتہائی مرتبہ اور نصیبہ کے مالک ہو۔ بخدا میں نے تمہارے بعد لعاب دہن نہیں نگلا[3] مگر غم اور گھٹن کے ساتھ میں تمہارے بغیر کوئی راستہ نہیں چلا۔ مگر تکلیف و الم کے ساتھ اور میں نے خوش طبع اور عقلمند لوگوں کا کوئی بازار (مجمع) نہیں دیکھا مگر عارضی طور پر۔

اور الصاحب نے قاضی عیسا باذی سے کہا کہ اے قاضی کیا تمہیں یہ امر خوش کرتا ہے کہ میں تمہارا مشتاق رہوں اور تم میری جانب سے مطمئن اور تسلی میں رہو میں تم سے سوال کروں اور تم مجھ سے علیحدہ[4] رہو میں تم سے خط و کتابت کروں۔ اور تم تغافل کرو۔ میں تم سے (اپنے خط کا جواب طلب کروں اور تم کاہلی کرو۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا میں صاحب خراسان کی طرف سے بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور اس جیسی امید مجھ سے شاہ بنی سامان بھی نہ کریگا میں کب ہاتھ کے رومال کی طرح (ذلیل و حقیر) ہو سکتا ہوں۔ اور کب کسی کے لئے اس ذلیل و ہتک آمیز) درپر آسکتا ہوں۔ اگر عذر کر کے تم (اپنے خیالات عادت پیروی سے) اچھی طرح پلٹ گئے۔ آئندہ کے لئے گزشتہ تقصیرات کی معافی چاہی اور آئندہ کے لئے عہد و پیمان مروت (طاعت کیا) تو خیر ورنہ ملامت کرنے میں تم پر خوب برسوں گا پھر تم کو کسی حالت میں بھاگنا ممکن ہوگا۔

---

[1] شعب (ضف) جمع شعبہ (صف) شاخ، رواح (ف ک) تن آسانی وارسیدہ ۱۲ (منتہی الارب) [2] علم (س) خواب دیکھنا کسی کو خواب میں دیکھنا۔ اشتمال اپنے پر لپیٹنا کپڑے کو اشتمل علی سیفہ کپڑے کے نیچے کر لیا اس کو ۱۲ منتہی الارب [3] اساغۃ، شراب کو ہضم کرنا جرض "تھوک" انارمنہ کا تھوک، غم میں تھوک نگل جانا گلے میں کھانا اٹک جانا ایسے کہ مرنے کے قریب ہو جائے۔ مضض "رخف" مصیبت کی سوزش جراحت کا درد و الم۔ طرف (ضض) عقلمند دانا جمع ظریف عرب میں عکاظ اور مشاعرہ کے لئے بازار ہوتے تھے کما ھو المشہور ۱۲ [4] انسلال "ایک چیز میں سے پوشیدہ باہر نکلنا آہستہ آہستہ نکلنا ۱۲ منتہی الارب [5] اندا (اندود) سے روکا آنا

اور مجھ سے سرکشی و استکبار نہ کر سکو گے۔ مگر وبال اور تباہی[1] میں رہ گئے

پھر ابو طالب علوی نمودار ہوا۔ الصاحب نے کہا۔ کہ اے شریف تم نے اپنی نیکیوں کو میرے نزدیک ہذیان بنا دیا۔ پھر ان میں واہیات باتوں کا اضافہ کر دیا۔ اور گذشتہ و آئندہ پر غور نہ کیا تم نے عہد و پیمان کو رائگاں کر دیا اور وعدہ خلافی کی، تم نے منحوس کو حق اور سعد کو باطل ثابت کیا بعد اس کے کہ تم پیاسے[2] کے لئے پانی تھے (تلاش آب میں، حیران و متردد کے لئے) دھوکا ہو گئے۔ تم نے یہ سمجھ لیا کہ تم مجھ سے بسر ہو گئے (اب مجھ سے کوئی کام نہیں رہا سب[3] ادا ہو چکے اور میرے بدلے دوسرے شخص کو اختیار کر لیا۔ افسوس کوئی مجھ جیسا کہاں ہو سکتا ہے یا میرا دامن تھام کر کوئی لغزش کر سکتا ہے یا کس کے لئے میرے دن کی مثل دن یا میری رات کی مثل رات ہو سکتی ہے ع آیا کوئی میرا عوض دیا جا سکتا ہے (میرا قائمقام ہو سکتا ہے) اگرچہ عوض بزرگ و جلیل ہو۔ میں اس زمانہ میں یکتا ہوں اور تم جو کچھ سن رہے ہو اسے جانتے ہی ہو۔ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں خدا قابل تسبیح ہے کہاں ہے وہ حق جسے ہم نے اس زمانہ میں مضبوط کیا تھا جبکہ (ہمارا) آفتاب (راحت و آرام) ڈھلنے والا زمانہ حملہ کر رہا تھا۔ کچھ میں نے کہا تھا اور کچھ تم نے کہا تھا۔ حال ہمارے درمیان میں بدل رہا تھا۔ خدا تیرے (ہم کو) رخصت اور وداع کرنے کی رات کو سیراب کرے۔ تو اپنی حالت میں ایسا تغیر کرتا ہے۔ کہ جو دوستوں کو رنج دے (یعنی ان سے اجنبیت و بے مروتی بعد عہد و پیمان محبت) اور میں ایسی تدبیر اور فکر کرتا ہوں جو دشمنوں کو رنج پہنچائے۔ اور ہم اس جاہل و ذلیل[4] کے خوف سے دارین کی طرف رخ کر رہے ہیں۔ جاہل ذلیل سے وہ ذوالکفایتین مراد لیتا ہے۔ جب کہ اس نے الصاحب کو بعد دس کے کہ الصاحب نے۔ اس کے خلاف حاسدوں[5] کو بھڑکا دیا تھا۔ اور قریب تھا کہ اپنے نفس پر کوئی بلا لائے۔ رے سے نکال دیا تھا اور یہ ایک وسیع[6] واقعہ ہے۔ جس کے ہم اس طرح درپے نہیں ہوتے جو اس کی بعینہ روایت کرنے سے مانع ہو اور شاید وہ اس کے بعد آئے گا۔

پھر الصاحب نے ابو محمد کاتب شروط کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ اے شیخ قابل تعریف ہے

---

[1] خبال (نفس) تباہی نقصان، رنج، ہلاکی ۱۲ منتہی الارب [2] حران (نفس) پیاسا مرد سراب (نفس) نمائشی آب معروف ۱۲ منتہی الارب [3] مہین (نفس) ذلیل خود رست۔ کم عقل۔ کم تمیز ۱۲ منتہی الارب [4] تالیب تحریض کردن حسود ۱۲ صراح [5] فرش یقال فرشه امره اے اوسعه ایاه، صراح

وہ خدا جس نے ہمیں تیرے شر سے بچایا۔ تیری بدی[1] اور ضرر سے محفوظ رکھا۔ اور تیری لوٹ[2] مار اور گرمی سے ہم کو دور رکھا۔ تو نے ہماری طرف نقصان و مضرت کو چلایا۔ اور ہم پر چنگاری ڈال دی (فیح و حر کی ترتیب ہو گئی) حالانکہ ہم تیرے لئے حیس[3] کھانا بنانے میں (ہمدردی و محبت کی طرف اشارہ ہے) عقلمندی اور ہوشیاری کے ساتھ تیرا وصف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی مثل ہرگز کوئی نہیں اور تو اس کے درمیان میں بدسلوکی[4] اور طفلانہ ٹھلاوے کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے . . . .

اور اس نے ابن ابی خراسان فقیہ شافعی سے کہا کہ اے شیخ تو نے ہمارا ذکر اپنی زبان سے ہٹا کر اپنے نسیان پر جاری کیا۔ تو اپنے دوستوں[5] اور بھائیوں پر نامہربان ہے اگر میں ہمیشہ سے اس چیز کی نگہداشت نہ کرتا جسے تو نے ضائع کر دیا۔ اور وہ چیز اپنی رعایت سے تجھ کو نہ دیتا۔ جس کو تو نے روک دیا۔ تو میرے تیرے درمیان (پہلے ہی) کوئی نئی بات پیدا ہو جاتی (خواہ وہ) اچھی ہوتی یا بری۔ میں نے تجھ کو اموال ناس کی نگرانی کرتے ہوئے چھوڑا تھا ان کے اموال سے روزی حاصل کرتے اور جمع کرتے ہوئے پایا۔ اچھی بات کا حکم کرتے ہوئے چھوڑا تھا اور میرے پاس آیا۔ تو اس حال میں کہ تو خود عمل کا مرتکب ہے۔ رائے خطا[6] کر گئی۔ گمان باطل ہو گئی۔ اور امید چھوٹی ہو گئی۔ (یعنی تیرے متعلق جو کچھ میرا خیال اور گمان گزشتہ حالات کے دیکھتے ہوئے تھا۔ وہ سب غلط ہو گیا) کسی پہلے شخص نے کہا ہے ؎

آگاہ ہو جاؤ۔ کہ اکثر وہ شخص جن کو تم کھوٹا[7] اور خیانت دار سمجھتے ہو۔ تمہارے لئے ناصح ہوتے ہیں اور وہ کہ جو تمہارے نزدیک اپنی عدم موجودگی میں قابل اعتماد معلوم ہوتے ہیں، تہمت[8] زدہ ہوتے ہیں ✤

پھر الصاحب نے شادیاشی کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے ابو علی اب کیسا ہے اور پہلے کیسا تھا

---

[1] عر (فت) عرۃ (فتف) کسی کو بدی پہنچانی ۱۲ منتہی الارب [2] فیح بحر یفیح (فیاح) لے واسع و کذلک انہ جواد فیاح لے نیاض و فاحت لغارۃ لے تسعتا فیاح بکسر الحاء اسم للغارۃ وانا ہ یوفیہ اناء لے آخرہ ۱۲ صراح [3] حیس، حیس کھانا بنانا اور حیس ایک قسم کا کھانا ہے جو اس طرح بنتا ہے کہ خرما کو روغن اور پنیر میں ملا کر گھوستے ہیں اور خرما کی گٹھلیاں اس میں سے دور کر دیتے ہیں اور کبھی اس میں پنیر کے بدلے ستو ڈال لیتے ہیں۔ لبابۃ (فسف) عقلمند ہونا۔ کیس (فس) عقل۔ طیبی۔ جواں مردی۔ ہوشیاری خلاف حمق ۱۲ منتہی الارب [4] و یح "یرزدی کے نزدیک ویل کی طرح کلمہ عذاب ہے اور "ویس" ایک کلمہ ہے جو لڑکوں کی راحت و اصلاح کے وقت مستعمل ہوتا ہے ۱۲ منتہی الارب و صراح [5] خدن (کس) یار اور دوست ۱۲ منتہی الارب [6] تفئیل کسی کی رائے کا ضعیف ہو جانا خطا کر جانا۔ تخییب باطل میں پڑنا ۱۲ منتہی الارب [7] اغتشاش ایک چیز میں کھوٹ اور خیانت کا گمان کرنا [8] ظنین (کس) تہمت زدہ ۱۲

کہا۔ کہ مولانا سے

نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میں کیسے تھا۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ میں کیسے نہ تھا

الصاحب نے کہا۔ کہ اے کمینہ[1] پاجی دُور ہو یہ (شعر) تیرا نہیں ہے۔ اور نہ یہ تیرے پاس نظم ہؤا ہے۔ یہ تو محمد بن عبداللہ بن طاہر کا ہے۔ اور اس کا پہلا شعر یہ ہے

(۱) تو نے (مجھے خط) لکھا ہے (جس میں) مجھے پوچھتا ہے کہ میں کیسے تھا۔ حالانکہ میں نے تیرے بعد کسی رنج و غم سے ملاقات نہیں کی۔

(۲) نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میں کیسے تھا۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ میں کیسے نہ تھا

الصاحب یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ اور اپنی گردن کو موڑتا جاتا تھا۔ اپنی آنکھ کے ڈھیلے کو باہر[2] نکالے دیتا تھا۔ اپنے دونوں شانوں کی اطراف کو کودا رہا تھا۔ لوگوں پر حملہ کر رہا تھا (اس طرح بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہا تھا۔ اور اس طرح اُن پر آیا پڑتا تھا۔ کہ جیسے حملہ کرتے ہیں) اور مڑا جاتا تھا (سب اس کے وحشیانہ جوش و خروش کی طرف اشارے ہیں) گویا وہ ایسا شخص تھا جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا رکھا ہو۔ یہ (الصاحب کے واقعہ) استقبال کا آخر کلام ہے

ابوحیان نے کہا ہے۔ کہ فیرزان مجوسی ایک دن اُس امر کے متعلق جس کی بابت الصاحب نے اس سے بالمواجہ گفتگو کی تھی۔ دارالامان میں آیا تو الصاحب نے اس سے کہا کہ تو بڑا دلاور[3] پرکار، درشت آواز اور دلیر ہے (کبھی ہشاش بشاش نہیں ہوتا۔ اور دشادمانی و خرمی سے) حصہ نہیں لیتا۔ فیرزان نے کہا۔ کہ اے الصاحب میں جہنم سے بری نہ ہوں۔ اگر یہ سمجھتا ہوں۔ کہ تم کیا کہتے ہو۔ اگر تمہاری رائے یہ ہو۔ کہ مجھے گالیاں دو تو بعد اس کے کہ (مجھے یہ) معلوم ہو جائے (کہ تم کیا کہتے ہو) جو چاہو کہو۔ اس لئے کہ عزت و جان تم پر فدا ہیں نہ ہم اہل زنگ میں سے ہیں نہ اہل بربر میں سے۔ تم ہم سے اس عادت کے موافق کلام کرو۔ جس پر عمل ہے۔ واللہ یہ تمہارے فارسی آباء کی زبان ہے اور نہ تمہارے ہم مذہب اہل سواد کی۔ ہم آدمیوں میں بہت رہے ہے۔ اور اس طرز بیان کو اس نے

---

[1] غروب (ضفس) دور ہونا۔ ساقط، کمینہ ھابط من الھبوط بمعنی سقوط اوپر سے نیچے اترنا ۱۲ منتہی الارب

[2] مجوظ۔ آنکھ کا بڑا ہونا اور باہر کو نکل پڑنا۔ نزو برجستن۔ تشاول نیزے وغیرہ کے ساتھ حملہ کرنا۔ تخبط دیوانہ پن میں رکھنا کسی کو آسیب کا۔ منتہی الارب فیہ استنباط من القرآن الکریم

[3] مجش (نفکت) دلاور پرکار مجش اجش مرد درشت آواز سحاب اجش الرعد و فرس اجش الصوت رجل مخش دلیر در شب صش و بش معروف امتشاش بہرہ یافتن از چیزے ۱۲ منتہی وصراح

نہیں سُنا۔ (یہ سُنکر الصاحب غصہ میں کھڑا ہو گیا۔ ابو حیان نے کہا ہے۔ کہ ابن عباد کے پاس جب کوئی شخص صاحب علم آتا تھا۔ تو وہ اس سے کہتا تھا یا اخی بات کرو۔ آرام کو کھل کر بیٹھ جاؤ۔ کشادہ رو ہو جاؤ، خوف نہ کرو اور مجھ کو ایسے مقام کے اندر سمجھو۔ جہاں چوہے بہت ہوں۔ تم کو یہ حشم و خدم۔ آنے جانے والے اور نوکر چاکر، یہ مرتبہ اور چبوترہ یہ طاق ایوان یہ محفلیں اور فروش خوف زدہ نہ کریں۔ اس لئے کہ بادشاہ علم بادشاہ حکومت سے برتر ہے۔ لہذا اب تمہارا ڈر نکل جانا چاہئے۔ اور تمہارا دل خوش ہو جانا چاہئے، جو چاہو کہو اور جو چاہو دیکھو تم ہمارے پاس انصاف، حاجت روائی، تحفہ دہی، نئی چیز کی بخشش، عطا و بخشش مقاربت و موانست اور فائدہ رسانی ہی پاؤ گے (المختصر) کون ان باتوں کو یاد رکھ سکتا ہے۔ جو صاحب اس موقع پر بکواس کرتا تھا۔ اور جو کچھ اس میدان میں لمبی چوڑی تقریر کرتا تھا یہاں تک کہ جب یہ انسان اپنے تمام مزخرفات اور حیلے ختم کر دیتا تھا۔ اور وہ شخص اس کے ہمراہ معتبر آدمیوں کی طرح اندرون خانہ میں چلا جاتا تھا۔ تو الصاحب اس سے جھگڑا کرنے لگتا تھا۔ اسے تنگ کرتا تھا اس کا مقابلہ کرتا تھا۔ اُس سے جدا اور بیگانہ ہو جاتا تھا۔ اس کے ساتھ بد زندگی پیش آتا تھا اور تیوری بدل کر خادم سے کہتا تھا۔ کہ اے غلام اس کتے کا کان پکڑ کر جیل خانے لے جا۔ اور اس کے کاندھے اور پیشانی پر پانسو کوڑے اور لکڑیاں مار کر داخل محبس کر دے۔ اس لئے کہ یہ دشمن و مخالف ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ یہ تسمہ سے باندھ دیا جائے۔ یہ پست دکمینہ اور ذلیل ہے۔ یہ جیا کُتا ہے۔ اس کو میرے صبر و بردباری نے تعجب و غرور میں ڈال دیا۔ اس نے میری گمان کو خلاف کر دیا میں اسے مہذب و متین سمجھتا تھا۔ مگر یہ تو بڑا چھچھورا اور گستاخ نکلا) اور مجھے اپنے نفس کو ملامت کرنا پڑی۔ اور دیکھو نکر نہ ہو آخر) خداوند عالم نے لکڑی کو بیکار پیدا نہیں کیا (ایسے نامہذب اور گستاخوں کے پیٹنے کے لئے ہی ہے) پس وہ مصیبت رسیدہ اسی حالت سے اُٹھایا جاتا تھا اور سنی ہوئی بات بچشم دیدہ واقعہ کی طرح نہیں ہو سکتی۔ جو اس محفل میں نہیں آیا۔ اس نے مرتبہ

لہ مربعہ (نسخہ) جہاں چوہے بہت ہوں منتہی الارب معمولی وغیر ممتاز مقام مراد ہے ۱۲ شہ غاشیہ (نسخہ) چاہنے والے جو تمہارے پاس آئیں۔ دوست آنے والے ملاقات کرنے والے (حاشیہ نسخہ) نوکر چاکر ۱۲ منتہی الارب ؎ رواق دکفس اگر خیمہ کی مانند یا سائبان ۱۲ منتہی الارب ؎ طنفسہ ایک فرش ہے بفتح طاء وسکون نون ۱۲ منتہی الارب ؎ فسا خوف کا نکل جانا اور آرام و قرار آنا ۱۲ منتہی الارب ؎ اطراف کسی کسی کو بالکل نئی چیز دینی، تبس فائدہ دینا ۱۲ منتہی وصراح ؎ مجاجہ جھگڑا کرنا ۱۲ ؎ قد دکت (تسمہ ۱۲ منتہی وصراح ؎ وقاحت بے شرم، گناہ پر جری ۱۲ منتہی الارب

بلند اور مرد احمق[1] ہی نہیں دیکھا۔ ابوحیان کا بیان ہے۔ کہ ابوالفضل بن عمید جب الصاحب کو دیکھتا تھا تو کہتا تھا۔ کہ میرے خیال میں اس کی آنکھیں پارہ[2] سے مرکب ہیں۔ اور اس کی گردن دہانہ کاریز سے بنائی گئی ہے (آنکھوں اور گردن کے خوب مٹکنے اور لچکنے کے سبب سے ان چیزوں کی طرف منسوب کیا) اور وہ سچ کہتا تھا۔ اس لئے کہ الصاحب فاسقہ و فاجرہ اور بیباک و شوخ[3] عورت کی طرح خوب مٹکنے لچکنے والا بہت زیادہ ناقص العقل اور بل کھانے والا اور بہت زیادہ اکڑ مکڑ والا تھا۔

ابوحیان کہتا ہے۔ کہ مجھ سے ابوبکر جرباذقانی کاتب نے بیان کیا۔ جو الصاحب کے گھر کا کاتب تھا۔ کہ ہمارے الصاحب کی گرمی چشم کے متعلق یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو بات اسے معلوم نہ ہوتی تھی۔ اس میں وہ چپ نہ رہتا تھا۔ اور جس کام کو تمام و کمال طریقہ سے نہ کرسکتا تھا۔ اس سے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھتا تھا۔ اور گمان کرتا تھا۔ کہ اگر وہ خموش رہا۔ تو اس کا نقص سمجھ لیا جائیگا۔ اور اگر کوئی دہوکا اور فریب[4] کیا۔ تو یہ روا ہوگا چھپ جائیگا اور پوشیدہ رہیگا۔ اور وہ یہ نہ جانتا تھا۔ کہ یہ دہوکا دہی (لوگوں کو) حقیقت حال کے جاننے پر حریص[5] بنا دینے کا راستہ ہے۔ کہنے والے نے سچ کہا ہے۔ کہ فریب دینے والا (اس شخص سے جسے فریب دینا چاہتا ہے) یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے اپنے قابو میں کرلے (پھر ل کر دھوکا دیا کرتا ہے) ابوحیان کا بیان ہے کہ (میں نے اس سے (ابوبکر سے) کہا کہ تم کو اس معاملہ تک کس چیز نے پہنچایا۔ تو کہا۔ کہ ابھی ایک دن الصاحب نے مجھ سے کہا۔ کہ اپنا حساب اٹھالے۔ اس لئے کہ تو نے اس میں تاخیر اور کوتاہی کی۔ اور معاملہ ملک میں حکام اور لشکر و رعیت اور شہروں کے انتظام میں اور اس بارے میں جو مجھ پر حکومت کے متعلق ہے اور شہر[6] کی حفاظت میں اور اطراف بعیدہ و قریبہ کے حالات[7] معلوم کرنے میں زبان علم، رائے۔ تدبیر۔ بست و کشاد تجسس اور جانچ[8] پڑتال کے ساتھ میری مشغولیت کو اور

---

[1] رقیع (کعنس) احمق ۱۲ منتہی الارب [2] زئبق پارہ، لولب (خنصف) دہانہ کاریز کہ تنگی کے سبب جریان کے وقت بھرے اور اس کا گرداب تحدیب کوزہ کی مانند ہو جائے ۱۲ منتہی الارب [3] ماجن شوخ و بیباک منتہی الارب [4] تفلک (خفقص) یقال فلان یتفکک جبکہ اس میں سخاوت سے روکا ور با سکہ نہ ہو تفل ناقہ ہو جانا ۱۲ منتہی الارب [5] تمویہ خبر پہنچی ہوئی کے برخلاف خبر دینی تلبیس کرنی ۱۲ منتہی الارب اغراء حریص کر دینا ۱۲ منتہی الارب [6] حدو (فس) جدا (کفسم) حدا الصفسم اونٹوں کو ڈانٹنا اور راگ گا کر ان کو ہانکنا برانگیختہ کرنا منتہی الارب والا فطر قطر ان اک ۱۲ [7] بیضہ وسط شہر ۱۲ منتہی الارب [8] مشارفہ ایک چیز پر مطلع ہونا ۱۲ منتہی الارب [9] تفحص (فس) مکان میں جو کچھ ہے اسے دیکھنا تاکہ پہچان لے ۱۲ منتہی الارب

اس فکر کو جو احوال ظاہرہ و باطنہ کے متعلق میرے قلب پر ہے غنیمت[1] فرصت جانا، میری جان کی قسم یہی دو جوہات تم کو) تاخیر حساب وغیرہ کی (طمع دلانے والی ہیں۔ اور میرا حساب سے رُکا رہنا ہی (تم کو تعویق و تقصیر پر) برانگیختہ[2] کرنے والا اور خرابی و فساد کو اُبھار دینے والا ہے۔ خدا تجھے عافیت بخشے۔ اس طرح تفصیل ابواب کے ساتھ حساب مرتب کرنے میں جلدی کر۔ جس میں میرا خانگی کاروبار اور آمد و خرچ کا حساب واضح طور پر درج ہو ابوحیان کا قول ہے کہ) میں نے ابوبکر سے کہا۔ کہ یہ سب کچھ اس کے اس قول کے سبب سے تھا کہ حساب اس طرح (مرتب کر کے) لاؤ۔ جیسے ہمیں منظور ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ کہ ہاں بخدا واقعات اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ میں نے ان کو مختصر بیان کیا ہے۔ غرض اس کے بعد میں چند روز اس سے جدا رہا۔ اور اس کے قاعدہ و قانون اور ایسے طریقہ پر حساب لکھا جو اس کے اہل میں رائج تھا اور اس کے پاس لے گیا۔ اس نے اس کو میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اور جلدی جلدی بے پوچھے گوچھے اس پر ایک نظر دوڑا کر اسے میری طرف پھینکا اور کہا کیا یہ حساب کتاب ہے۔ کیا یہ تحریر ہے۔ کیا یہ تقریر ہے کیا یہ تفصیل تحصیل ہے۔ واللہ اگر میں نے تجھ کو اپنے گھر میں پرورش نہ کیا ہوتا، تیری تادیب تربیت میں شب و روز مشغول نہ رہا ہوتا۔ تیری حرمت و رعایت (اپنے) بچوں کی جیسی نہ ہوتی اور مجھے تیرے آباؤ اجداد کا خیال لازم نہ ہوتا۔ تو سارا طومار تیرے منہ میں ٹھونس دیتا اور تجھ کو روغن نفط[3] اور قار سے جلا دیتا۔ اور تیرے ذریعہ سے ہر کاتب اور محاسب کو تادیب کرتا (تجھے سزا دیگر اوروں کے لیئے ذریعہ ادب اور باعث نصیحت بناتا اور) اور تجھے ہر حاضر و غائب کے لیئے آلہ عبرت[4] قرار دیتا۔ کیا مجھ جیسے شخص کو فریب دیا جا سکتا اور اس کے مال کی طمع کی جا سکتی ہے۔ حالانکہ میں حساب و کتاب ہی کے لیئے پیدا کیا گیا ہوں۔ بخدا میں رات کو نہ سوؤں گا۔ جب تک کہ عراق کے معاملات اور اطراف مملکت کی آمدنی کو نہ سمجھ لوں گا۔ کیا تجھ کو اس امر نے میری طرف سے دہوکے میں ڈال دیا۔ کہ میں نے تیری رسّی ڈھیلی کر دی۔ تیری برائی کو چھپایا اور

---

[1] انتہاز غنیمت گنتا فرصت پانی ۱۲ منتہی الارب ۔ اطماع حریص کرنا۔ [2] برانگیختہ کرنا ۱۲ منتہی الارب

[3] نفط ایک روغن ہے کہ ولایت شیروان کی بعض زمینوں میں حاصل ہوتا ہے سفید و سیاہ ہوتا ہے۔ قار یعنی قر جو رال سے بنا کر کشتی وغیرہ پر ملتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

[4] مثلہ عقوبت و سزا اور وہ کام جس سے عبرت پکڑی جاسکے۔ مثولات و مثلات جمع ۱۲ منتہی الارب

تیری اچھائی کو ظاہر کیا۔ یہ جو تو لایا ہے (حساب) اسے بدل دے اور جو کچھ تو نے کیا ہے۔ اُسے
اچھی طرح سمجھ لے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تو آخرت سے پھر گیا ہے۔ لہذا اپنی نمازوں اور صدقوں میں
زیادتی کر۔

صہ ۱۴۸ ابو بکر نے کہا۔ کہ بخدا نہ اس کے کلام نے مجھے خوف دلایا۔ اور نہ اس کی بکواس نے میرے
اندر کچھ کام کیا۔ اس لئے کہ میں حساب کتاب میں اس کی جہالت کو اور اس معاملہ میں اس کے
نقص عقل کو جانتا تھا۔ چنانچہ میں گیا۔ حساب کو خراب طور پر تیار کیا۔ اس میں تقدیم و تاخیر کی
اس طرح حساب لکھا۔ کہ میری بات اس سے بالا ہو جائے (اور اسے زیر کروں) اور یہ سب کچھ
عمداً کیا تھا۔ پھر اس کے پاس لوٹا کر لایا۔ تو اس نے اس میں نظر کی۔ میرے مُنہ پر ہنسنے لگا۔
اور کہا۔ کہ بارک اللہ خوب حساب لکھا ہے۔ بالکل ایسا ہی میں چاہتا تھا۔ اگر اوّل اوّل میں
مجھ سے تغافل کرتا۔ تو دوسری مرتبہ میں تو بیدار نہ ہوتا۔ ابو بکر نے ابوحیان سے کہا کہ یہ ہے
جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس سے جتنا چاہو تعجب کرو۔ ابوحیان نے کہا ہے۔ منجملہ اس (ابن عباد) کے
کلام[2] بے حیائی کے جسے میں نے اُسے کہتے سُنا ہے۔ (یہ بھی ہے) ابہری متکلم جس کی کُنیت ابوسعد
ہے۔ کی بات چھڑی۔ تو اس (ابن عباد) نے کہا۔ کہ خدا اس (ابہری) ملعون ضعیف الرائے[3] پر لعنت
کرے۔ میرے پاس (اپنے) تُرش رُو چہرے[4]۔ چپٹی ناک[5]۔ چوڑے چکلے۔ سر اور بدگو زبان کے
ساتھ آیا۔ اور مجھ سے مسئلہ اصلح[6] میں گفتگو کرنے لگا۔ میں نے اُسے کہا۔ دُور ہو! تجھ پر خدا کی ایسی
ایسی (دائمی) لعنت ہو۔ جو کبھی جدا نہ ہو۔ (ابن عباد) نے ایک دن ایک آدمی کو گالی دیتے ہوئے
کہا۔ اس بہت زیادہ بیوقوف[7]، بدخلق، دونوں قدم کے مابین[8] بُعد رکھنے والے پر خدا کی لعنت ہو
جب کھڑا ہوتا ہے۔ تو اُٹھنے کی تکلیف کے باعث اچھلتا ہے۔ اور جب چلتا ہے۔ تو (گیند کی طرح)
لڑھکتا ہے۔ اور جب دوڑتا ہے۔ تو دونوں قدموں[9] میں بُعد رکھتا ہے۔ میرے دوستو! بخدا مجھے بتاؤ
کیا یہ (کسی) حاکم کی عقل ہے۔ یا کاتب کی بلاغت یا (اپنے نفس پر) ضبط رکھنے والے آدمی کا کلام
تم کیوں اس کے دیوانے ہو رہے ہو۔ اور کیوں اس پر گر رہے ہو؟ اور اس کی وجہ سے اہل فضل پر

ل احاکہ تلوار کا کام کر جانا۔ منتہی الارب ۲ وقاحة قلت حیاء۔ بیحیائی ۳ مأفون ضعیف الرائے
۴ مکلح بدچین چہرے والا ترش رو ۵ اَنف مسطح۔ چپٹی ناک۔ مفلطح۔ چوڑا۔ مکلح۔ کالح۔ ای شاتم
وقابح۔ ۶ مسئلہ اصلح۔ فرقہ معتزلہ اس امر کا قائل ہے۔ کہ خدا پر واجب ہے۔ کہ بندوں کے لئے ایسا فعل کرے
جس میں ان کی بھلائی زیادہ ہو۔ مسئلہ اصلح سے مراد یہی عقیدہ ہے ۷ اهوج هوج یهوج هوجاً۔ کان طویلاً
فی حمق وطیش وتسرع ۸ افلج یفلج فلجاً۔ تباعد ما بین قدمیه او یدیه او اسنانه فهو افلج
۹ تفحج دیکھو۔ تفحّج الرجل ای فرّق بین رجلیه ۱۲

غیظ و غضب کرتے ہو۔ یہ (سب کچھ) محض اس بخت کی بدولت ہے۔ جو اس سے زیادہ کمینے کو (بھی) بالا کر دیتا ہے۔ اور جو اس سے زیادہ بالا اُٹھنے والے کو (بھی) گرا دیتا ہے۔ میں نے یہ بات ابو اسلم شاعر کو سُنائی۔ تو اس نے ایک شاعر کے (یہ شعر) مجھے سنائے :

(۱) وہ ذاتِ (خداوندی) پاک ہے۔ جس نے دُنیا کو اس کے منازل (مراتب) پر اُتار (پیدا کیا) ہے۔ اور لوگوں کو دشمن[۱] اور دوست ہونے کی رُو سے (ایک دوسرے سے) ممتاز کیا ہے :

(۲) کئی صاحب فطانت عقلمند (افلاس کے باعث) جن کے وسائل آمدنی مسدود ہیں۔ اور کئی بیوقوف جاہل جن کو صاحب رزق دیکھ رہے ہو :

(۳) گویا وہ (عاقل) سمندر کی خلیج سے چلّو بھر رہا ہے۔ اور (قوت لایموت) کے رزق کا (بھی) مستحق[۲] و سزاوار نہیں :

(۴) یہ وہ بات ہے۔ جس نے عقلوں کو حیران کر چھوڑا ہے۔ اور حاذق[۳] ذی فطانت عالم کو (بھی) بے دین بنا دیا ہے :

(ابو حیان) نے کہا ہے۔ اس (ابن عباد) کی سجع پر شیفتگی[۴] جِدّ و ہزل[۵] کے وقت تحریر و تقریر میں ان تمام لوگوں کی شیفتگی[۶] سے زیادہ ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے ان علاقوں میں دیکھا ہے۔ میں نے ابن مسیبی سے کہا۔ کہ ابن عباد اپنی سجع کے عشق میں کس حد تک جا پہنچتا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ اس حد تک جا پہنچتا ہے۔ اگر وہ کوئی ایسی سجع بھی دیکھ پائے۔ جس کے موقع سے سلطنت کا کڑا کُھل جائے۔ اور حکومت کی رسّی مضطرب ہو جائے۔ اور اس (سجع) کے لئے اُسے بوجھل تاوان، سخت تکلیف (دیگر) امور کے تکلّف کی برداشت اور ہولناک باتوں کو سہنا (بھی) پڑے (لیکن پھر بھی) اس (سجع) کو لا کر وہ استعمال کرتا۔ اور ان تمام انجاموں کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔۔ جن کو میں نے (اوپر) بیان کیا :

اس (ابو حیان) نے کہا ہے۔ میں نے خلیلی کو کہا۔ کیا ابن عمید اس کے کلام کو نہیں سُنا کرتا تھا؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ وہ (ابن عمید) کہا کرتا تھا۔ اس (ابن عباد) کی سجع۔ رندیت اور قلت حیا پر۔ اور اس کی تحریر رعشے[۷] اور تعطیل قویٰ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کا چیختا چلّاتا اس امر پر دال ہے۔ کہ وہ شراب خانہ میں جوا کھیلتے کھیلتے (دھوکے میں آ کر) ہار کھائے

---

[۱] مشنوٌ۔ دشمن۔ شنا الرجل۔ ابغضہ مع عداوۃ۔ موموق۔ دوست۔ الومیق والموموق المحبوب [۲] محقوق۔ مستحق و سزاوار [۳] نحریر۔ حاذق فطین عاقل جمع نحاریر [۴] جدّ و ہزل۔ ہزل۔ مزاح۔ ہذیان۔ جدّ۔ خلاف ہزل [۵] کلف۔ شیفتہ ہونا۔ دلدادہ ہونا [۶] تشلّل۔ رعشہ۔ زمانۃ۔ تعطیل قویٰ۔ عدم بعض الاعضاء۔ الحانۃ شراب فروشی کی دکان۔ القمار۔ جوا کھیلنا :

ہوئے ہے۔ وہ احمق طبیعت (کا آدمی) ہے۔ مگر اچھا خلیلی نے ذکر کیا ہے۔ اس کی ولادت ماہ ذی القعدہ سنہ ۳۲۶ھ میں ماہ شہریر کے روز سروش[1] میں ہوئی۔ میں نے کہا۔ اس کی کہاں ولادت ہوئی۔ اس نے جواب دیا۔ ہمارا خیال تو یہ ہے۔ کہ وہ طالقان میں پیدا ہوا لیکن ایک دن اس نے ہمیں کہا کہ اصطخر میں

ص ۱۵۰

ابو حیان کہتا ہے۔ میں سنہ ۳۵۸ھ میں (مقام) رَے تھا۔ مؤید الدولہ کے ہمراہ ابن عباد بھی وہاں مہمات اور حوائج میں وارد ہوا۔ اور ابن عباس کے لئے ایک مجلس مناظرہ[3] منعقد کی گئی ہم باب شیر میں اس کے پاس اسی کے گھر رات بسر کرتے تھے۔ ضریر ابوالعباس القاضی ابو الجوزاء الرقی ابو عبداللہ نحوی زعفرانی اور مسافروں کا ایک گروہ بھی ہمارے ساتھ وہاں رات بسر کرتے تھے۔ ابن عباد نے ایک رات اپنی مجلس میں اجنبی چہرے والے ایک گدڑی پوش[4] (نوجوان) کو دیکھا۔ اس (ابن عباد) نے چاہا۔ کہ اُس کو اور اس کے سرمایۂ علمی کو معلوم کرے۔ نوجوان (مذکور) اہل سمرقند سے تھا۔ اور ابو واقد کرابیسی (کے نام) سے مشہور تھا۔ ابن عباد نے کہا۔ اے بھائی۔ کشادہ رو ہو۔ اور مانوس ہو۔ اور (ہم سے) بات چیت کرو۔ تمہارے لئے ہماری طرف سے نرم پہلو اور خوش گوار پینا ہے۔ بھلائی کے سوا اور کچھ نہ دیکھو گے

ابن عباد۔ آپ کس نام (سے) پکارتے ہیں؟

(نوجوان) نے کہا۔ دقّاق (کوٹنے والا) سے۔

ابن عباد۔ کس کو کوٹتے ہو۔

نوجوان۔ دشمن کو کوٹتا ہوں۔ جب وہ راہِ راست سے بھٹک جائے۔

(ابن عباد نے) جب یہ سُنا۔ تو بُرا سا چہرہ بنا لیا۔ اور متعجب ہوا۔ کیونکہ وہ نادر اور اجنبیہ چیز کو لانے والا تھا۔

ابن عباد نے (نوجوان) کو کہا۔ اس کو چھوڑ کر کوئی اور کلام کرو۔

(نوجوان) نے کہا۔ کیا سائل کی حیثیت سے کلام کروں۔ خدا کی قسم! کسی سوال کی مجھے حاجت نہیں یا مسئول (جس سے سوال کیا جائے کی حیثیت سے) بخدا میں جواب دینے سے بھی سستی کرتا ہوں یا مقرر (تقریر کرنے والا) کی حیثیت سے کلام کروں۔ بخدا میں مکروہ سمجھتا ہوں۔ کہ موتی کو غیر محل

ص ۱۵۱

میں ظاہر کروں۔ میری مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی پہلے (شاعر) نے کہا ہے۔

(۱) ازمانے والی عورتوں نے مجھے آزمایا ہے۔ سو آزمائش میں نہ میں بے صبر[5] نکلا۔ اور نہ نرم جسم۔

لے روز سروش۔ ہر ماہ شمسی کی سترہویں تاریخ۔ شہریر ایک شمسی مہینے کا نام ہے۔ سے مجلس جدل مجلس مناظرہ سے مرقعہ۔ گدڑی سے نقرف۔ دکھو۔ قرف فلاں نا بکذا ای عابہ او اتہمہ ہے عجم۔ تجربہ۔ آزمانا سے ہلوع۔ وہ شخص جو مصیبت یاد کھ پر جزع و فزع کرے۔ حریص۔ بخیل ۱۲۔

(۲) میں قوموں کے سامنے (مقابلے میں) نکلا۔ اور ان کے عیب[1] کو ظاہر کر دیا۔ لیکن دشمنوں کے لئے میرے نیزے[2] میں کوئی عیب نہیں نکل سکا (یعنی دشمن مجھ میں کوئی عیب نہیں نکال سکے

(ابن عباد) نے اس (نوجوان) کو کہا۔ تیرا مذہب کیا ہے؟

(نوجوان) نے کہا۔ میرا مذہب یہ ہے۔ کہ (ظالم کے) ظلم پر ٹھہرا نہیں رہتا۔ اور ذلت و خواری[3] پر (غفلت کی نیند) سویا نہیں رہتا۔ میں اپنا سکوت[4] اس شخص کو نہیں دیتا۔ جو میرا ولی نعمت نہ ہو۔ اس کی (محافظت) کا رشتہ میری (محافظت) کے رشتے سے نہیں مل سکتا ٭

(ابن عباد) نے کہا۔ یہ مذہب اچھا ہے۔ کون مطیع ہو کر ظلم کو قبول کرتا ہے۔ اور کون شکر ذلت و خواری پر ٹھہرا رہتا ہے؟ لیکن تمہارا مذہب[5] کیا ہے۔ جس کے تم ناصر ہو ٭

(نوجوان) نے کہا۔ میرا مذہب میرے سینے میں محفوظ ہے۔ اس مذہب سے نہ تو میں کسی شخص کا تقرب حاصل کرتا ہوں۔ اور نہ ہی بازار میں اس کی منادی کرتا ہوں۔ نہ کسی شک کنندہ پر اسے پیش کرتا ہوں۔ اور نہ مومن سے اس کے بارہ میں بحث مباحثہ کرتا ہوں ٭

(ابن عباد) نے کہا۔ تم قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

(نوجوان) نے کہا۔ میں رب العالمین کی کلام (قرآن) میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ (جس کی شان یہ ہے) کہ لوگ جب اس کے غیر مرئی (امور) پر اطلاع پانا چاہتے ہیں۔ اور اس کے پوشیدہ اسرار و عجائبات حکمت کی کرید کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی عاجز ہو کر رہ جاتے ہیں تو کیا کیفیت ہوگی۔ جبکہ یہ ارادہ ہو۔ کہ اس (قرآن) کی نظیر سے اس کا مقابلہ کریں۔ حالانکہ یقینی نظیر سے قطع نظر اس کی کوئی ظنی نظیر بھی نہیں ٭

ابن عباد نے اس نوجوان کو کہا (یہ) تو نے درست کہا۔ لیکن (یہ تو بتاؤ کہ قرآن) مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

(نوجوان) نے کہا۔ اگر مخلوق ہو۔ جیسا آپ کے مدمقابل کا خیال ہے۔ تو اس میں آپ کا کیا حرج؟

(ابن عباد) نے کہا۔ کیا ایسی ایسی باتوں سے تو دین اللہ میں مناظرہ اور عبادۃ اللہ پر قیام کرتا ہے؟

(نوجوان) نے کہا۔ اگر وہ (قرآن) اللہ کی کلام ہے۔ تو اس پر میرا ایمان لے آنا اور اس کے محکمات[6] پر عمل کرنا اور اس کے متشابہات کو تسلیم کرنا مجھے نفع دیگا۔ اور اگر وہ غیر اللہ کی کلام ہے

---

[1] وصم۔ عیب۔ عار۔ لکڑی کی گرہ۔ جمع وصوم [2] القناۃ نیزہ جمع قناۃ و قنی و قنوات و قنیات [3] ھُوْن۔ بضم الھاء۔ ذلت خواری۔ [4] صمت۔ سکوت [5] نحلہ۔ بکسر النون المذھب الدیانۃ

[6] محکم۔ قرآن کی وہ آیت جو اپنے معانی پر واضح ہو۔ اور اس میں تاویل کرنے کی بالکل گنجائش نہ ہو۔ متشابہ۔ قرآن کی وہ آیت جو اپنے معانی پر تو واضح ہو۔ لیکن متحمل تاویل ہو ۱۲

وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن ذٰلِکَ تو بھی مجھے کوئی نقصان نہیں۔ (یعنی اگر قرآن اللہ کا کلام) ہے۔ تو اس پر ایمان لا کر عمل کرنا باعثِ اجرِ الٰہی ہے۔ اور اگر اللہ کا کلام نہیں۔ کسی غیر کا ہے۔ تو اس صورت میں بھی قرآن پر عمل کرنا باعثِ عذاب نہیں)

ابن عباد غصّے سے بھر کر اس (نوجوان) سے (بات چیت کرنے میں) رُک گیا۔ پھر (مخاطب ہو کر) کہنے لگا۔ تو ابھی تک خراسان سے (باہر) نہیں نکلا؟ (یعنی تُو ابھی تک جہل وحماقت کے گڑھے میں ہی ہے)۔

وہ نوجوان کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ ابن عباد نے اسے کہا۔ ارے میاں! کہاں جاتے ہو؟ رات کا کافی حصہ گزر چکا ہے۔ یہیں رات بسر کرو۔

نوجوان نے کہا "میں تو ابھی تک خراساں سے نہیں نکلا؟ پھر میں کیسے رات بسر کر سکتا ہوں (یعنی جب تم مجھے بیوقوف خیال کرتے ہو۔ تو میں تمہارے پاس کیسے رات گذار سکتا ہوں)

(یہ کہا) اور نکل گیا۔

ابن عباد کو اس کے متعلق شک گزرا۔ اس کے پیچھے[1] اپنا ایک آدمی بھیجا۔ اور اُسے ہدایت کی۔ کہ اس کے قدموں کے پیچھے پیچھے جائے۔ اور اس کی آخری نہائیت تک پہنچے۔ ایسے طریق سے کہ وہ (نوجوان) اس کو دیکھ نہ سکے۔ اور نہ ہی اسے معلوم کر سکے۔ وہ نوجوان سیدھا رکن الدولہ کے دروازے کی طرف گیا۔ اور وہاں پہنچکر اس لیٹ وقت میں اس کے پاس جا پہنچا۔ ابن عباد کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ تو اس کی نیند اُڑ گئی۔ اور کہنے لگا۔ کونسا شیطان ہم پر نازل ہوا۔ اور (اپنی) زبان چرب[2] وطبع سرکشی[3] سے ہمارے حالات معلوم کر گیا۔ یہ (نوجوان ابو واقد) کرابیسی خراساں میں رکن الدولہ کا جاسوس[4] تھا۔ اسی وجہ سے اس کا تقرب تھا اور اس کے آدمیوں میں کا ایک بڑا آدمی تھا

ابن عباد کی شیفتگی سجع اور اس میں اس کے افراط سے تجاوز عن الحد کرنے پر جو باتیں دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے اس کا یہ قول بھی ہے۔ جو اس نے ایک دن کہا "حدثنی الناشی کان من سادة الناشٔ (الناس کے سین کو الناشی کی مطابقت کے لئے شین بنا دیا۔ اور اس روائت کو بیان کر کے کہنے لگا۔ کہ یہ (تبدیل سین بہ شین) بھی ایک لغت ہے۔ اس (ابن عباد)

[1] قفقاہ۔ تفقیہ۔ پیچھے بھیجا۔ یقال قفیتُ علی اِثرہ بفلان ای اتبعتُہٗ ایّاہُ

[2] لسانٌ سلیط۔ زبان چرب۔ لسانٌ سلیطٌ۔ ای طویلٌ۔ رَجُلٌ سلیطٌ۔ ای طویلُ اللّسان والسّلیطُ ایضًا الفصیحُ الحدیدُ اللسان وھو مدحٌ للرّجل وذمٌّ للمرأة [3] مَرید بفتح المیم سرکش

[4] عینٌ۔ جاسوس ۱۴

نے یہ جھوٹ کہا۔ اور جھوٹ بولنے والا تھا ہی۔ ابن عباد نے ایک خراسانی بوڑھے کو کسی چھڑی ہوئی بات میں کہا۔ خدا کی قسم۔ اگر (یہ) بات نہ ہوتی۔ تو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ تیری بوٹی بوٹی کر دیتا۔ تجھے ریزے ریزے کر دیتا۔ تیرے جوڑ جوڑ الگ کر دیتا۔ تجھے کاٹ کاٹ کے رکھ دیتا

راوی کہتا ہے۔ اس حکایت کی نمکینی اور رنگینی تحریر میں (اور اس کی لذّت نقل) روایت میں (ابن عباد کے) مشاہدۂ حال، سماعت الفاظ اور بل کھانے جلنے۔ دہرا ہونے مستانہ وار جھکنے۔ جھک جھک کر چلنے۔ ہاتھ کے دراز کرنے۔ گردن کے مروڑنے۔ سر اور شانوں کو ہلانے اعضا و مفاصل کے استعمال کرنے میں اسی کی شکل و صورت کے منظر کی زیبائش کے بغیر کوتاہ اور قاصر رہ جاتی ہے ؛

راوی کہتا ہے۔ ابن عباد نے ایک دن ہمارے پاس روایت بیان کی۔ کہا۔ مجھے کسی نے ہول میں نہیں ڈالا۔ مگر ایک نوجوان نے جو اصبہان بغدادی کی طرف ہم پروارد ہوا۔ اور میرا رُخ کیا۔ میں نے اُسے (نوجوان) اجازت دے دی۔ وہ گدڑی پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کے پاؤں میں اکھرا جوتا تھا۔ میں نے اپنے حاجب کو دیکھا۔ وہ نوجوان میرے پاس پہنچنے کیلئے اوپر چڑھ رہا تھا۔ کہ حاجب نے اس کو کہا (او نوجوان) جوتا اتار دے۔ نوجوان نے کہا۔ کیوں؟ شاید مجھے ایک گھڑی کے بعد اس کی ضرورت پڑے۔ مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے۔ کہ وہ مجھے دھول مارنا چاہتا ہے؟

۱۵۱

ابو حیان کہتا ہے مجھے علی بن عیسیٰ کاتب نے کہا۔ ابن عباد نے چند ایام میں مجھ (علی بن عیسیٰ) سے قطع تعلق کر لیا۔ جس سے مجھے نقصان پہنچا۔ اور میرا حالِ نہاں ظاہر ہو گیا۔ مجھ پر میرا امرِ (تنگ حالی) جاری ہو گیا۔ اور اپنی مصلحت کیلئے کسی حیلے کی کوئی تدبیر مجھے نہ سوجھے (عید ماہ) مہرگان آپہنچی۔ آدمیوں کے مجمع میں اس (ابن عباد) کے پاس میں بھی جا داخل ہوا جب قصیدہ خوانی کی دو نوبتیں گذر چکیں۔ تو میں آگے بڑھا۔ اور قصیدہ پڑھنے لگا۔ ابن عباد مجھے دیکھ کر ہشاش بشاش نہ ہوا۔ اور نہ ہی میری طرف نظر کی۔ میں نے اپنے ابیات میں اس کے اس قصیدے کے ایک بیت کی تضمین کی تھی۔ جو میرے قصیدے کے (حرف) روی پر تھا۔ جب وہ بیت گذرا

ل ینبتر۔ از انبتار بمعنی انقطاع۔ مَلَاحَة بفتح المیم ۲ زیبائش منظر۔ مَلُحَ۔ مَلَاحَةً ای حَسُنَ وَبَهُجَ منظرہ۔ التَّثَنِّی۔ دہرا ہونا۔ پہلو مروڑنا۔ تَرَنَّحَ یقال۔ تَرَنَّحَ۔ ای تَمَایَلَ من سکرہٖ نحوہٗ۔ التَهَادِی۔ دوسرے پر ٹیک لگا کر یا جھک جھک کر چلنا لَیِّ العنق۔ گردن کا موڑنا ۲ نعل طاق اکہرا جوتا ۳ یصعد۔ لکھو۔ از صعود سیرھ چڑھنا ۴ مِهرجان۔ معرب مہرگان۔ اہل ایران کی عید۔ موسم خزاں کے ایک مہینے کا نام ۵ غُمار۔ آدمیوں کا گروہ ۱۲

تو اپنی سُستی سے چونک اُٹھا۔ اور نفرت و کراہت کی نگاہ سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے سرنگوں ہو کر[1] پست آواز سے اسے کہا۔ مجھے آپ ملامت نہ کریں۔ اور (میرے) زخم میں اور اضافہ نہ کریں۔ مجھ پر برانگیختہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے اس بیت کا سرقہ آپ کے قصیدے سے محض اس لئے کیا ہے۔ کہ اپنے قصیدے کو اس سے زینت بخشوں۔ آپ خدا کے فضل و کرم سے ہر نفیس گراں قیمت[2] کی سخاوت اور ہر دُرِّ مکنون (پوشیدہ رکھا ہوا موتی) کی بخشش کیا کرتے ہیں۔ کیا یہ گمان ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اس (معمولی) مقدار پر مجھ سے بخل[3] کریں گے۔ اور اس محفل میں مجھے رسوا کرینگے (میرے اس کہنے پر) ابن عباد نے سر کو اونچا کر کے بلند آواز سے کہا۔ بیٹا! اس بیت کو مکرر پڑھو۔ میں نے مکرر پڑھا۔ تو کہنے لگا۔ بہت خوب بیٹا۔ اپنے قصیدے کے آغاز کی طرف رجوع کرو (یعنی ابتدائے پڑھو) ہم تجھ سے سہو میں رہے ہے۔ اور ہمارا دھیان دوسری طرف لگا رہا۔ دنیا ایک مصروفیت خانہ ہے۔ اور یہ ظلم ہم سے بغیر ہمارے تصدو تعمد کے ہوا (علی بن عیسیٰ) کہتا ہے۔ میں نے قصیدے کو دہرایا۔ اور شروع ہو کر اس کے (قصیدے کے) قوافی سے منہ کھولا[4] جب اخیر پر پہنچا۔ تو (ابن عباد) نے کہا۔ تُو نے خوب کہا۔ اس فنّ (شعر) سے چمٹے رہو۔ یہ بہت عمدہ دیباچہ ہے۔ گویا بحتری نے تجھے اپنا جانشین بنایا ہے۔ ہمارے دربار میں کثرت سے آتے رہو۔ اور ہماری خدمت کر کے رفعت و بلندی حاصل کرو۔ اپنے نفس کو ہماری اطاعت میں مصروف رکھو۔ ہم تمہارے حق کی ادائیگی تجھے آگے بڑھانے اور تمہارے ہمعصروں پر تمہارے مرتبے کو زیادہ کرنے میں تمہارے مصالح کے معاون و مددگار رہوں گے۔

۵۵ ص علی بن عیسیٰ کہتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد (ابن عباد) کی طرف سے میں بھلائی ہی بھلائی دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ اسے (میری طرف سے) ایک دوسرا ملال لاحق ہوا۔ تو اس نے ایک سال کے لئے جیل خانے میں مجھے ڈال دیا۔ اور میری کتابوں کو اکٹھا کر کے آگ سے جلا ڈالا۔ ان کتابوں میں فرّاء کسائی (ائمہ نحو) کی کتابیں۔ مصاحف قرآن اور علم فقہ و کلام کے اصول کی بہت سی کتابیں تھیں۔ (ابن عباد نے) ان میں اسلاف کی کتابوں کی بھی کوئی تمیز نہ کی۔ اور تمام کو آگ لگا دینے کا حکم دے دیا۔ (یہ آگ لگا دینے کا حکم) دلیل و حجت اور استقرار طبیعت

---

[1] طأطأت راسی۔ میں نے اپنے سر کو نیچا کر لیا۔ سرنگوں ہو گیا ۱۲ [2] علق۔ ہر چیز کا نفیس۔ ثمین گراں قیمت ۱۲ [3] تشاحنی۔ آپ مجھ پر بخل کریں گے۔ از شحّ۔ بمعنی بخل و حرص۔ و یقال تشاحّوا علی الشئ ای اراد کل منهما ان یستأثر به ۱۲

[4] فغرت فمی۔ میں نے اپنا منہ کھولا۔ یعنی قصیدہ پڑھنے لگا۔ از فغر۔ بمعنی کھولنا ۱۲

سے نہ تھا۔ بلکہ فرطِ جہالت اور بے وقوفی کی جلد بازی[۱] کے باعث تھا۔ اپنے خزانۂ کتب میں آگ لگا دینے کا حکم اس نے کیوں نہ دیا۔ حالانکہ اس میں ابن الراوندی کی کتابیں اور اسی کے خیال کے مطابق ابن ابی العوجاء جیسے زندیق کا کلام معارضۂ قرآن میں اور صالح بن عبد القدوس ابو سعید الحصیری کا کلام ارسطاطالیس کی کتابیں اور اسی قسم کا اور لٹریچر بھی موجود تھا۔ لیکن کون چاہتا ہے۔ کہ اپنے نفس کو بے وقوفی کی طرف منسوب کرے ۔

ابو حیان کہتا ہے۔ ابن عباد نے بمقام رے ایک یہودی رئیس[۲] (قوم) جالوت سے اعجازِ قرآن میں مناظرہ کیا۔ وہ یہودی دیر تک ابن عباد سے اس مسئلہ میں سوال و جواب کرتا رہا۔ اور اس کو (بحث کے موضوع) سے کچھ دُور لے گیا۔ اور سوالات کی بوچھاڑ[۳] سے ایسا ناطقہ بند کیا۔ کہ ابن عباد غصّے[۴] میں آگیا۔ اور قریب تھا۔ کہ بھڑک اُٹھے۔ جب یہودی کو علم ہو گیا۔ کہ اس کا تنور جل اُٹھا ہے۔ اور اس کے نتھنے پھول[۵] گئے ہیں۔ تو اس (ابن عباد) کی مخالفت کے طلب کرنے اور نرمی سے اس کی دھوکہ دہی کے لئے اُس (یہودی) نے دوسرا حیلہ سوچا۔ اور کہنے لگا۔ اے صاحب۔ آپ (غصّے سے) مشتعل اور شعلہ زن کیوں ہوتے ہیں۔ اور (کلام کو) خلط ملط کس لئے کرتے ہیں۔ قرآن اپنی ترکیب تالیفِ الفاظ کے لحاظ سے میرے نزدیک معجزہ۔ دلیل اور نشانی کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر (قرآن) کی ترکیب تالیف دونوں بدیع ہیں۔ اور آپ کے دعوے کے مطابق (تمام بلغاء اس (کی نظیر لانے سے) عاجز ہیں۔ اور اس کے سامنے سرنگوں ہیں۔ (لیکن) میں اپنے نفس کی طرف سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور یہ کہتا ہوں۔ کہ میرے نزدیک آپ کے

---

[۱] نزقہ۔ النزق۔ العجلۃ فی جھلٍ وحمقٍ۔ جہالت اور بیوقوفی میں جلد بازی کرنا [۲] راس الجالوت قوم جالوت کا رئیس۔ جالوت یہودیوں کی ایک قوم ہے۔ جو اپنے ملک سے بیت المقدس میں جلاوطن ہوئے ان کا رئیس حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہوتا ہے۔ نیز اس قوم کے عام افراد کا خیال یہ ہے۔ کہ رئیس وہ شخص ہونا چاہئے۔ جس کا بازو اتنا لمبا ہو۔ کہ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دراز کرتے وقت گھٹنوں تک پہنچ جائیں ۱۲ [۳] تکدّ علیہ۔ سوالات کی بوچھاڑ سے اس کا ناطقہ بند کر دیا۔ یقال نکد القوم الرجل ای استنفدوا ما عندہ بکثرۃ السوال ناکدہٗ ۔ ای عاسرہٗ ۱۲

[۴] احتدّ۔ غصّے میں آگیا ۱۲ [۵] اسعط انفہٗ۔ اس کے نتھنے پھول گئے۔ یقال سعط الدواء ای ادخلہٗ فی انفہٖ۔ سعوط۔ اس دوا کو کہا جاتا ہے۔ جو ناک میں ڈالی جائے۔ چونکہ دواء کو ناک میں ڈالنے کے وقت نتھنے پھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں غصّے کی حالت کو بیان کرنے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے ۱۲

ص۶۶

رسائل آپ کا کلام، آپ کے فقرے، اور وہ تراکیب جن کو آپ نظم و نثر میں لاتے ہیں۔ اور فی البدیہہ[1] کہتے ہیں۔ وہ اس (قرآن) سے بڑھ کر یا اس کے مثل یا اس کے قریب قریب ہیں (حالات مذکورہ میں سے) ہرحال پر میرے لئے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ آپ کا کلام اس (قرآن) سے کمتر ہے۔ اور طرق کلام کے کسی طریقے یا مراتب بلاغت کے کسی مرتبے سے اُسے (قرآن) اس (آپ کے کلام) پر فوقیت حاصل ہے ؛

پس جب ابن عباد نے یہ سُنا۔ تو ڈھیلا[2] پڑ گیا۔ اور ٹھنڈا ہوگیا۔ اور اپنی حرکت سے ساکن ہوگیا۔ اس کا ورم[3] جاتا رہا۔ اور کہنے لگا۔ اے شیخ! اس طرح نہیں۔ ہمارا کلام (بھی) عمدہ اور اچھا ہے (اس لحاظ سے) کہ فصاحت[4] کا وافر حصہ اور علم بیان کا ظاہر بہرہ لئے ہوئے ہے۔ اگرچہ قرآن کو وہ فضیلت اور شرف حاصل ہے۔ جو (کسی پر) مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ کہاں وہ جسے اللہ نے پُورے حسن اور خوبی پر پیدا کیا۔ اور کہاں وہ جسے بندہ تکلف اور آورد سے پیدا کرے (ابن عباد خلق قرآن کا قائل تھا۔ اسی لئے کہہ رہا ہے۔ اَیْنَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الخ مطلب یہ ہے۔ ایک وہ کلام جسے خدا پیدا کرے۔ یعنی قرآن۔ اس سے بھلا مخلوق کی کلام کیا لگا کھا سکتی ہے ؛)

یہ تمام کچھ (ابن عباد) اس (یہودی) کو کہتا رہا اور اس کا وہ اُبال اور طبیعت کا اُچھال اُتر گیا۔ اس کے (غصے) کی آگ راکھ ہوگئی۔ (بلکہ مزید براں بباعث خوشی) خود پسندی شدید اس کے پہلوؤں میں نمایاں ہوگئی۔ اور فرحتِ غالب اس کے چہرے کے خطکنوں[5] پر دوڑ گئی۔ اس وجہ سے کہ اس نے دیکھا۔ کہ اس کا کلام یہود اور دیگر اہل مذاہب کے نزدیک قرآن سے مشابہ ہے۔

کسی شاعر نے ابن عباد کے متعلق (یہ شعر) کہے ہیں۔ اس کی سجع اور اس کے خط اور عقل کی مذمت کرتا ہے۔

(۱) کافی الکفاۃ کے لقب سے ملقب ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ کافروں کا کافر ہے۔

(۲) اس کی سجع نحوس کی سجع ہے۔ اور اس کا خط (تحریر) نقرس[6] بیماری کے بیمار کا خط ہے اور اس کی عقل گدھے کی عقل ہے ؛

---

[1] تبادہ۔ تبادُہ بروزن تفاعل۔ ارتجالاً بلا توقف کہنا۔ فی البدیہہ کہنا یقال تَبادَھُوالشعر والخطب ای ارتجلوھا [2] فَتَر۔ ڈھیلا پڑ گیا ۱۲ [3] انخمص ورمہٗ۔ اس کا ورم ہلکا اور خفیف ہوگیا۔ یقال انخمص الورم ای۔ خفّ ۱۲ [4] جزالت۔ فصاحت۔ بہاء۔ خوبی۔ زیبائی۔ رونق۔ روشنی۔ خباحمیہٗ۔ اس کا جوش ٹھنڈا ہوگیا۔ یقال خبا النار او الحدّۃ۔ ای خمدت و سکنت و طفئت ویقال خبا لھمہٗ۔ ای سکن فور غضبہ ۱۲ [5] اساریر۔ اِسر بکسر سین۔ خط در کفہٗ پیشانی جمع اسرار جمع الجمع اساریر [6] مُنقرس۔ نقرس کا مریض۔ نقرس نام درد یست شدید مخصوص بانگشتان پاؤ شست پاگ

ذوالکفایتین ابن العمید کہتا تھا۔ ابن العباد ہمارے پاس سے مقام رَے سے اصفہان کی طرف متوجہ ہو کر نکلا۔ اس کی منزل (پڑاؤ) ورآمین تھا۔ اور یہ (ورامین) شہر جیسا ایک گاؤں ہے۔ ابن عباد اس گاؤں سے گذر کر ایک بے آباد اور شورہ زار (نوبہار نامی) گاؤں میں محض اس لئے جا ٹھہرا۔ کہ یہ مسجع جملہ "کتابی ھٰذا من النوبھار یوم السبت لنصف النہار" لکھ سکے (میں یہ خط نوبہار گاؤں سے ہفتہ کے روز دوپہر کے وقت لکھ رہا ہوں)۔

۱۵۷

ابو حیان کہتا ہے۔ ابن عباد (اپنی عظمت و شوکت کے اظہار کے لئے) ابوالفضل بن عمید کا کلام (اپنے بارے میں) روایت کیا کرتا تھا۔ وہ کلام اس چٹھی میں تھا۔ جو ابوالفضل نے ابن عباد کی طرف اس وقت بھیجی تھی۔ جب مؤید الدولہ نے اس (ابن عباد) کو کاتب بنانا چاہا۔ وہ چٹھی یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میرے آقا (ابن عباد) اگرچہ ایسے سردار ہیں۔ جن کی نفاست نے ہم کو حیرانی میں ڈال رکھا ہے۔ اور ایسے صاحب (وزیر عباد) کے بیٹے ہیں۔ جن کی امارت ہم پر پہلے ہو چکی ہے۔ (لیکن باایں ہمہ) پھر بھی وہ (ابن عباد) مجھے (ابوالفضل) سردار اور والد شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں ان کو اکلوتا بیٹا شمار کرتا ہوں۔ اس رشتۂ مذکورہ کا حق یہ ہے۔ کہ میری رائے کو ان کی رائے سے تقویت پہنچے۔ تاکہ اس کا استحکام زیادہ ہو جائے۔ اور بست و کشاد میں ہم دونوں ایک دوسرے کے پشت و پناہ ہوں۔

میں آج مولانا (رکن الدین شاہ رکن الدولہ) کی مجلس میں حاضر ہؤا۔ شاہ موصوف عرصہ دراز تک مجھ سے اس امر (اتالیقیٔ شہزادۂ ولیعہد) کے متعلق گفتگو کرتے رہے جس کا تذکرہ میرے آقا (ابن عباد) اور ان کے درمیان ہوتا رہا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے مبسوط تقریر کی۔ اور مجھے بتلایا۔ کہ انتہائی کہنے سننے اور کافی بحث و مباحثہ کے بعد بھی میرے آقا (خدمت پیش کردہ) سے دور ہٹے رہنے اور استعفٰے پر جمے رہے۔ (اب) شاہ موصوف نے اپنے لس

۱؎ قریہ غامرہ بے آباد اور ویران گاؤں ۲؎ نوبہار۔ ایک گاؤں کا نام ۳؎ اس چٹھی کو پڑھنے سے پہلے امور ذیل کو ذہن نشین کر لینا چاہئے (۱) اس چٹھی کا کاتب ابوالفضل بن عمید الصاحب ابن عباد کا استاد اور ذوالکفایتین ابن العمید کا والد ہے (۲) رکن الدولہ نے ابن عباد کو اپنے ولی عہد شہزادے کا اتالیق بنانا چاہا تھا۔ اور اس امر کے متعلق رکن الدولہ نے ابن عباد سے نہایت اصرار کے ساتھ فرمائش کی۔ لیکن ابن عباد نے انکار کر دیا۔ پھر رکن الدولہ نے ابوالفضل بن عمید استاد ابن عباد کو کہا۔ کہ چونکہ ابن عباد آپ کا شاگرد ہے۔ اس لئے اپنی وساطت سے اسے خدمت کیلئے مجبور کریں اس سلسلے میں ابوالفضل نے ابن عباد کی طرف یہ خط لکھا ہے ۴؎ عقد و ابرام۔ بست و کشاد ۵؎ فاوضنی۔ مجھ سے گفتگو کی۔ مفاوضہ۔ گفتگو کرنا۔ بات چیت کرنا ۶؎ استقصاء کسی مسئلے کی بحث میں انتہا تک پہنچ جانا۔ یقال استقصی المسئلۃ ای بلغ الغایۃ فی البحث عنہا وطلبۃ التماس ۷؎ علی التقصی سے پہلے الّا یا علٰی بجائے عن ہونا چاہئے ۸؎ تقصی۔ دور ہٹ جانا۔ کنارہ کر لینا۔ استعفاء۔ ترک فعل کا مطالبہ کرنا۔

غلام (ابوالفضل) پر لازم گردانا ہے۔ کہ میں اپنے آقا کو التماس اور درخواست سے (اس خدمت کیلئے) مجبور کروں۔ کیونکہ بادشاہ جانتے ہیں۔ کہ اگرچہ میرے آقا پہلو تہی کر کے بھری مجلس کو رد کر چکے ہیں۔ لیکن میرے احسانِ[1] (استادی) کے پیشِ نظر میری وساطت کو رد نہیں کریں گے ؛

اس مقدمے کے پیش کرنے کے بعد میں کہتا ہوں۔ کہ میرے آقا اس عمل سے اپنی بے نیازی و استغناء و تحفظ کے باعث تحصیل و تکثیر مال سے بے پرواہ ہیں۔ لیکن عمل ان کی کفایت و کفالت کا محتاج ہے ؛

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اس سے میری مراد وہ حسابی کتاب نہیں۔ جو جوڑا اور لکھا جاتا ہے اور اس سے لینے دینے کا جمع و خرچ معلوم کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ بھی اگرچہ مقصود بالذات اور امور وزارت میں معدود ہے ؛

سو میرے آقا کے کاتبوں میں ایسے اشخاص موجود ہیں۔ جو پورا لیتے اور دیتے ہیں (حساب کے اچھے ماہر ہیں)، لیکن ولی نعمت (رکن الدولہ) آقا (ابن عباد) کو اپنے اس لڑکے کی تعلیم و تربیت کے لئے چاہتے ہیں۔ جو ان کے بعد ان کا ولی عہد ہے۔ اور زمانۂ حال و مستقبل میں اس ولیعہد (شہزادے) سے (نفع و خیر) کی امید وابستہ ہے۔ خدا اس کے عہد کو ہمیشہ رکھے۔ اور اس میں اس کو اپنے مقصد تک پہنچائے۔ اگرچہ جوہر (یعنی شہزادہ) عمدہ اصل[2] قدیم[3] شرافت خالص اور مرکب عقل سلیم ہے۔ (تاہم پھر بھی اس کے لئے) ایسے اتالیق کا ہونا ضروری ہے۔ جو اسے سکھائے۔ کہ سیاست کیا ہے۔ اور امارت کیا ہے۔ عام اور خاص (لوگوں کی) تدبیر و نظم کیسے ہوتی ہے ہیبت و شوکت کن کن باتوں سے پیدا کی جاتی ہے۔ (کسی امر کی) اصلیت اور اس کی کنہ و حقیقت تک پہنچ جانے کا کھوج کہاں سے نکالا جاتا ہے۔ مراتب کو کس طرح ترتیب دیا جاتا ہے اور حوادث[3] کی روک تھام کس طرح جاتی ہے۔ جب (نکلنے کے) راستے تنگ ہو جائیں۔ حکومت کے تحفظ اور حشمت و جاہ کے بچاؤ کی خاطر اپنی لذت و خواہش کو کس طرح چھوڑ دیا جاتا ہے نیز اس کے لئے ایسے محتشم[4] (سرپرست) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو مصاحب ہونے کی حیثیت میں اس کی نیابت کرے۔ جب اس سے اُلٹی پلٹی رائے صادر ہو۔ تو اس سے اسے روک دے

---

[1] تطوّل۔ احسان مند ہونا۔ تصوّن تحفّظ۔ تصلّف بے نیازی۔ عزوف استغناء بے پروائی۔
[2] السِنخ۔ اصل۔ والسِنخُ من السنّ مَنبتُھا۔ مُحتَد۔ اصل یقال فلانٌ کریم المحتد۔ ای کریم الاصل۔ صمیم۔ خالص۔ وہ ہڈی جس سے قوامِ عضو ہو۔ و یقال۔ ھو من صمیم القوم ای من اصلھم وخالصھم [3] الخطب۔ الامر العظیم المکروہ [4] محتشم اس مقام پر اس کا ترجمہ لفظ سرپرست سے نہایت موزون ہے۔ حشم الرجل خدمہ۔ ومن یغضبون لہ او یغضب لھم من اھل و عبید او غیرہ من العیال والقرابۃ ۱۲

ارتکاب کروہ ہٹ[1] اور اصرار پر جب اَڑ جائے۔ تو سمجھانے کے لئے اس سے سوال و جواب کرے۔ اور جب غضب شعلہ زن اس پر مسلط ہو جائے۔ تو اس سے اس کو پھیر دے

ممالکِ کثیرہ[2] اور بلادِ متعددہ کے تباہ و برباد ہونے کا باعث بجز اس کے کوئی نہ تھا۔ کہ مراتبِ وزارت کو پست کر دیا گیا۔ (یعنی وزارت کی باگ نا اہل[3] لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی) پس اطرافِ حکومت و سلطنت تکڑے کر رہ گئے۔ باقیماندہ سلطنتیں جو (اب) دیکھ رہا ہوں۔ وہ اس وقت تک ہی تباہ و برباد ی سے محفوظ رہیں گی۔ جب تک کمینے لوگوں کی وزارت و مشورت سے اس امر (سلطنت و حکومت) پر استعانت نہیں لی جائیگی ؛

میرے آقا فضلِ معرفت سے اپنے ولی نعمت پر بخل نہ کریں۔ کیونکہ آپ کو اور اس سے پیشتر (آپ کے والد) شیخ امین[5] (یعنی عباد) کو اسی سلطنت کی بدولت فضیلت و برتری حاصل ہوتی رہی ہے۔ اگر میری (اس) عرض کی شنوائی ہو۔ اور میرے اہتمام پر وثوق ہو۔ تو مجھ سے انقباض اور میرے گزشتہ امور سے اعراض نہ ہو (تعلیم شہزادہ کے لئے) میرے آقا کا جو مطالبہ ہو گا۔ اس پر بالضرور عملاً لبیک کہا جائیگا۔ اور جو شرط پیش کرینگے۔ بلا پس و پیش اس پر عملدر آمد ہو گا۔ اس کے لئے میرا یہ خط (بطور دستاویز) ہے۔ اور ولی نعمت (رکن الدولہ) پر ایسی حجت ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کوئی شبہ باقی نہیں رہتا

ص ۱۵۱

اس خط کے بعد بالمشافہ[4] بھی عرض کروں گا۔ خواہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یا آپ اس مریض کی طرف تکلیف فرماویں۔ جس پر نقرس کی بیماری زور سے ٹوٹ پڑی ہوئی ہے ؛

ابن عباد اس خط کو محفوظ رکھتا۔ اور اسے روایت کر کے ناز و فخر کیا کرتا تھا

ابو حیان کہتا ہے۔ مقام رَے میں میرے رفیقوں نے جن میں ابو غالب الکاتب الاعرج بھی شامل ہے۔ مجھے کہا۔ یہ مخاطبہ (مضمونِ خط) ابن عباد ہی کا کلام ہے اور اس نے ابو الفضل بن عمید کی طرف سے اپنے لئے (محض) اس لئے جعلی بنا لیا ہے کہ اس خط سے شہرت حاصل کرے۔ اور اس خط کے ذکر کو رواج دے ؛

ابو حیان کہتا ہے۔ ابن عباد کے مذہبِ معتزلہ میں لوگ داخل ہو گئے۔ اور اس کے مال و ثروت کے لالچ میں آکر اس کی ہاں سے ہاں ملا کر ویسے اقوال کہنے لگے۔

---

[1] اللجاج۔ ہٹ۔ امرِ ممنوع پر اڑ جانا۔ لج عند الخصومة۔ ای تمادی فی العناد الی الفعل المزجور عنہ [2] جمّة۔ بفتح الجیم و بضمتہا۔ معظم الشیٔ او الکثیر منہ [3] الانذال جمع نذل۔ کمینہ۔ نا اہل ۱۲ [4] المشافہة۔ روبرو بات چیت کرنا ۱۲

[5] شیخ الامین۔ الصاحب ابن عباد کے والد عباد کا لقب ہے تھا دیکھو سمط الدرر صفحہ ۱۲۵ سطر ۷ و ترجمہ ہذا صفحہ ۹۲ سطر ۸ محمد اسحٰق خان

جیسے وہ کہتا تھا۔ ابوالحسین متکلم کلابی کے لئے ابن عباد نے بڑی کوشش کی۔ کہ اس کے مذہب میں داخل ہو جائے۔ حسین نے جواب دیا۔ اے صاحب! مجھے رہنے دو۔ کہ آپ پر تنقید کرتا رہوں گا۔ (کیونکہ) میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ اگر میں بھی آپ کے مذہب میں داخل ہو گیا۔ تو آپ کے سامنے کوئی شخص باقی نہیں رہیگا۔ جو اس مذہب کی قباحت کو آپ پر واضح کرے۔ اور لوگوں کے سامنے اس کے عیوب[1] ظاہر کرے (ابن عباد یہ سُن کر) ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا۔ اے ابوعبداللہ! ہم نے تجھے معاف کر دیا۔ اس کے بعد جہنم کی آگ سے تجھ پر تُخّل نہیں کریں گے۔ تم اس میں جلو[2] جیسا تمہارا جی چاہے۔ اس واقعہ کے بعد حسین نے ہمیں کہا۔ کیا تم گمان کر سکتے ہو۔ کہ میں آتش دوزخ میں جلوں گا۔ حالانکہ میرا عقیدہ و باطن دونوں معروف و معلوم ہیں اور وہ (ابن عباد) بے گناہ[3] جانوں کے قتل اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کے باوجود جنت نشین ہو گا۔ اگر اسے اپنے نفس کے متعلق یہ گمان رہے۔ تو امر عجب ہے اس بے شرم پر خدا کی پھٹکار[4] ہو۔

ایک دن (ابن عباد) نے حاضرین کو کہا۔ شاعر کے اس شعر کا پہلا مصرعہ کیا ہے[5] "اور چشمۂ شیریں کثیر ہجوم والا ہوتا ہی ہے۔" تمام جماعت چپ رہی۔ اور ابن الداری بولا۔

"اس (ممدوح) کے دروازے پر لوگوں کا ہجوم رہتا ہے۔"

ابن عباد غصے[6] سے اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ہم تجھے متکبر[7] جاہل کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے۔ کیا تیرے لئے اس جماعت حاضرین میں اُسوہ (نمونہ) نہ تھا۔

میں نے ابو اسلم بجبہ بن علی قحطانی شاعر کو کہا۔ ابن عباد اور (ذوالکفایتین)

---

[1] عوار۔ عیب۔ [2] اِصْلَ صیغہ امر از صلی یصلی صلیا گیا آگ میں جلنا۔ آگ کی گرمی سہنا۔ صَلِیَ بِالنَّارِ قاسی حرّھا واحترق بھا و فی القرآن سیصلی نارًا ذات لھب ۱۲

[3] یتبوّءُ از تبوّءُ اقامت پذیر ہونا۔ گھر لینا محظور۔ ممنوع۔ ناجائز۔ امر منہی عنہ [4] لحی اللہ الوقاح۔ بیشرم پر خدا کی پھٹکار ہو۔ وقاح۔ بیشرم [5] چونکہ ابن الداری نے ابن عباد کے سامنے دوسرا مصرعہ پڑھ دیا۔ اس لئے ابن عباد اس پر غصے سے چمک پڑا۔ باقی حاضرین کی جماعت ابن عباد کی تلوّن مزاجی سے واقف تھی۔ اس لئے ان میں سے کوئی نہ بولا۔ ابن الداری بول اٹھا اس لئے بیچارہ جھڑک کھا کر رہ گیا۔ ابن عباد کی خواہش تو یہ تھی۔ کہ حاضرین کہیں حضور ہی جانتے ہیں۔ ہمیں اتنا علم کہاں ۱۲ [6] متجہّمًا۔ [7] متکبّر۔ اُسوہ۔ بالضم و بالکسر۔ اقتداء پیشوائی ۱۲

ابن العمید میں کیا فرق ہے۔ اس نے جواب دیا۔ سائل ہونے کی حیثیت سے میں نے دونوں کی ملاقات کی ہے۔ اور دونوں کا مجموعی طور پر تجربہ[1] کیا ہے۔ ابن العمید زیادہ عاقل تھا۔ اور سخاوت کا مدعی۔ ابن العباد زیادہ سخی تھا اور عقل کا مدعی۔ دونوں اپنے اپنے دعوے میں تو کاذب۔ اور اپنی اپنی خصلت وعادت پر قائم ہیں۔ میں نے ایک دن اس (ابن العمید) کے دروازے پر شاعر کے یہ شعر پڑھے ؎

(۱) کسی سلطنت کے سائے میں جب آدمی کے لئے کوئی مال وجمال نہ ہو۔ تو وہ اس کے انتقال کی آرزو کرتا ہے ؛

(۲) اور یہ (آرزوئے انتقال) اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ کہ اسے اس موجودہ سلطنت سے کوئی بغض ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ دوسری سلطنت سے اپنی امید وابستہ کرتا ہے۔ لہٰذا موجودہ سلطنت کے زوال کی تمنا کرتا ہے۔ میرے یہ اشعار پڑھنے کی اطلاع اُسے پہنچائی گئی۔ مجھے پکڑ کر دھمکایا۔ اور کہنے لگا۔ اپنی جان کی خیر منا کر بھاگ جا۔ اس کے بعد اگر میں نے تجھے (یہاں) دیکھ پایا۔ تو کُتّوں کو تیرا خون پلادوں[2] گا ؛

اور اس (ابن العباد) کے دروازے پر چند ایام بیٹھا رہا۔ اور دونوں مذکورہ بیت سہواً میں نے پڑھ دیئے۔ یہ بات اس (ابن العباد) تک پہنچ گئی۔ مجھے بلا کر چند درہم[3] اور کپڑے کے کچھ ٹکڑے دیئے۔ اور کہا۔ اس کے بعد ہماری سلطنت کے انتقال کی آرزو نہ کرنا ؛

ابو اسلم نے کہا ہے۔ یہ (ابن عباد) شعر کے بارہ میں تمام لوگوں سے زیادہ معذور ہے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز کی حفاظت کرتا ہے ؛

ابو حیان نے اپنی کتاب اخلاق الوزیرین میں اختتام کتاب کے قریب کہا ہے اگر یہ بات کہ یہ دونوں یعنی ابن عباد وابن عمید اپنے زمانے کے جلیل القدر آدمی تھے۔ اور (امور عظیمہ) کی انتہا انہی کی طرف ہوتی تھی۔ ان پر ہی فضل وشرف

صہ ۱۶۱

[1] خَبَرتُهما۔ دونوں کا تجربہ کیا ہے۔ ذاق الرجل ای جرّب ما عندہٗ وخبرہٗ ۱۲

[2] او لغنّ الکلاب۔ ایلاغ الکلب۔ کتے کو پلانا ۱۲ [3] دُرَیهمات جمع دُرَیہم تصغیر درہم۔ خُرَیقات۔ جمع خُرَیقہ تصغیر خرقہ۔ کپڑے کا ٹکڑا ۱۲ [4] الطِمّ والرِمّ الطمّ۔ پانی۔ سمندر۔ عدد کثیر۔ عمدہ۔ عجیب۔ عجیب۔ الرمّ۔ زمین۔ دماغ کا بھیجا۔ یقال جاء بالطِمّ والرِمّ ای بالبحریّ والبرّیّ او بالرطب والیابس او بالتراب والماء او المال الکثیر ۱۲

کا سورج طالع ہوا۔ اور دنیا انہی دونوں سے مزین ہوئی۔ اور ایسی حیثیت و مرتبت
رکھتے تھے۔ کہ خوبی کی نشر و اشاعت اور برائی کی تقلید[1] و تمثیل ان دونوں سے
ہوتی تھی (یا نہ ہوتی۔ تو میں ان دونوں کی باتوں میں اس قدر سرگشتہ[2] و حیران نہ ہوتا۔ اور نہ
ہی اس حد تک ان پر متوجہ ہوتا۔ لیکن جو شخص تمام و کمال کا مدعی ہو۔ اس میں نقص کا
ہونا بہت برا ہے۔ اور امید بستہ آقا سے (سائل کی) محرومیت کمر شکن مصیبت[3] ہے۔
عالم سے جہالت کا رونما ہونا امر ناشائستہ[4] اور عصمت کے مدعی سے ارتکاب گناہ کبیرہ
بہت بڑی آفت[5] ہے۔ نیز جو شخص اپنے دعوے میں بخل سے اظہار بیزاری کرتا ہو۔
اس میں بخل کا ہونا (امر) عجیب ہے۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود اگر تم ان تمام اشخاص
میں (جو جبل (یعنی عراق عجم) اور دیلم (کے علاقے) میں اس تاریخ تک عہدہ کتابت
پر فائز رہے ہیں) ان دونوں کی نظیر تلاش کرو۔ تو نہیں پاؤ گے ۔

ایک روز ابن عباد نے کہا۔ ابوالفضل بن عمید سردار تھا۔ لیکن ہمارے غبار کو بھی نہ
پھاڑ سکا (یعنی ہمارے مرتبے کی گرد تک بھی نہ پہنچ سکا) اور نہ ہی ہمارے حسن[6] و جمال
(شان و شوکت) کو پا سکا۔ اور نہ ہی ہماری دھار[7] (تیزی فہم و دقت نظر) کو پہچان سکا۔
نہ علم دین میں۔ اور نہ ان امور میں جو مسلمانوں کے لئے نفع رساں ہیں۔ باقی رہا اس کا بیٹا۔
اس کی قدر و منزلت اس بارے میں تم جانتے ہو۔ اس کے علاوہ دیگر امور میں سبک[8]
غیر مستقل ارادے والا اور فرومایہ آدمی ہے ۔

---

[1] والقبیح یَتُوْ تواراً اَثریَثرُ ایثاراً باب افعال یعنی اتباع و یقال اَثَرَ کذا بکذا۔
ای اِتّبعتُہ بہ ١٢ [2] تسکّع از باب تفعّل سرگشتہ گردیدن۔ و بسیار مدت بودن در کار باطل
و تمادی نمودن در آں بگوشہ رفتن ١٢ [3] فاقرہ۔ داھیہ شدیدہ۔ کانھا تکسر فقار الظھر
جمع فواقر ١٢ [4] منکر ضد معروف۔ وہ فعل یا قول جس میں اللہ کی خوشنودی نہ ہو۔ امر ناشائستہ
[5] جائحۃ۔ مصیبت۔ تہلکہ۔ داھیہ عظیمہ جمع جائحات و جوائح ١٢
[6] شُوار۔ شورہ۔ شارۃ۔ حسن و جمال۔ ہیئت۔ منظر۔ مخبر۔ لباس۔ زینت
عمدہ گھر کا ساز و سامان ١٢ [7] غِرار۔ تلوار کی دھار ١٢ [8] طیّاش۔ آنکہ
آہنگ مختلف دارد و بر یک ارادہ نرود طائش مرد سبک۔ از منتہی الارب۔
و در منجد نوشتہ الطیّاش والطائش من لا یقصد وجہاً لخفۃ عقلہ۔ قلّاش
ردّی۔ ہیچ کارہ از ہر چیزے۔ مرد فرومایہ و ناکس۔ ١٢۔

اس کے پاس کشتی کی رسّی اور زمین کے کنکروں اور ردی چیزوں کے سوا اور کیا دھرا ہے
میں پیدا ہوا۔ تو ستارۂ شعری میرے طالع میں تھا۔ اگر ایک دقیقے کا فرق نہ ہوتا۔ تو میں مرتبۂ
نبوت کو پالیتا۔ اور اب بھی ایک طرح سے نبوت کو پا ہی لیا ہے۔ جبکہ میں اس کی حمایت و حفاظت
اور نصرت کے لئے کھڑا ہوں۔ کون ہم سے جھگڑا کر سکتا ہے؟ یا مقابلہ کر سکتا ہے؟ یا ہمارے سامنے
اڑ سکتا ہے؟ یا ہمارے ساتھ بحث و تکرار کر سکتا ہے؟

علی بن ۔۔۔ کہتے ہیں۔ ابن عباد کی عطا ایک لاکھ درہم تا پانچ لاکھ اور ایک کپڑے سے
زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ جو ہزار تک پہنچتی ہے۔ وہ شاذ و نادر ہے۔ اور ہزار سے اوپر اچنبہ ہے۔
(یعنی اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ ہاں اس کے جاہ کی بدولت چند لوگوں نے سالہا سال تک فائدہ
اٹھایا ہے۔ جس کی مقدار اس (عطیہ) سے کئی گنا زیادہ ہے۔ (لیکن) ان لوگوں کی تعداد بہت ہی
کم ہے۔ اور یہ (فائدہ) بھی جان کی قربانی اور پردہ دری سے (ان لوگوں کو نصیب ہوا۔)

اس کی رکاکت کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی۔ ابو طالب علوی اس کے پاس تھا۔ جب کبھی
مسجع کلام اس (ابو طالب) سے سنتا۔ یا کوئی ایسی خبر جسے سجا سجا کر بیان کرتا ہو۔ تو افرط خوشی سے
ابن عباد (آنکھیں کھول کھول کر اور نتھنوں کو پھلا پھلا کر اس کی طرف دیکھتا۔ منقول ہے کہ
(ایک دفعہ) اس (ابو طالب) پر ایسی غشی طاری ہوگئی۔ کہ اس کے چہرے پر گلاب چھڑکا گیا۔ جب
ہوش میں آیا۔ تو کہا گیا۔ تجھے کیا ہوا؟ تجھے کیا چیز لاحق ہوگئی؟ تجھے کس چیز نے آلیا۔ اور تجھ پر
کیا چھا گیا؟ اس نے جواب دیا۔ میرے آقا (ابن عباد) کی کلام مجھے شگفت و تعجب میں ڈالتی رہی
یہاں تک کہ میری دانش جاتی رہی۔ اور میری عقل مجھ سے زائل ہوگئی۔ میرے جوڑ جدا جدا ہوگئے
میرے دل کے کڑے سست ہوگئے۔ میرا دماغ مختل ہوگیا۔ میرے اور میری فراست کے درمیان
پردہ حائل ہوگیا۔ اس وقت (یہ سن کر) ابن عباد کا چہرہ درخشاں ہوگیا۔ اور بازو ہلا کر کبر و فخر
اور جہالت سے ہنسنے لگا۔ پھر اس کے لئے عطیے اور مسند کا حکم دیا۔ اسے (ابو طالب) اپنے جہاز

عـہ قاش۔ کشتی کی رسی۔ لغت عراقیہ۔ قماش۔ زمین کے کنکر اور ریزے جمع قمشہ ۱۲ سلہ ذبّ۔ حمایت و حفاظت ۱۲
کلہ یجارینا الخ۔ مضارع از مجاراۃ۔ مباراۃ۔ مماراۃ۔ مساراۃ۔ مشاراۃ۔ باب مفاعلہ تمام افعال
تقریباً مترادف ہیں بمعنی جھگڑنا۔ بحث و مباحثہ کرنا ۱۲ سلہ بدیع۔ نو پیدا آوردہ و نو پیدا آورندہ
نہ پیرشتے بمعنی اسم فاعل و اسم مفعول ہر دو است۔ و یکے از اسماء باری تعالیٰ ۱۲ سلہ تنمیق نگارین
کردن چیزے را۔ و نیکو نوشتن کتاب را و آراستن بکتابت ۱۲ سلہ یروقنی و یؤنقنی از روق
و ایناق بمعنی در شگفت آوردن و خوش آمدن ۱۲ سلہ الحباء۔ عطیہ۔ التکرمہ۔ وہ تکیہ
جس پر کسی شخص کو احترام و تعظیم کی غرض سے بٹھایا جاتا ہے ۱۲ عـہ والد کا نام مصنف نے چھوڑ دیا ہے ۱۲
سلہ خبر آ منمقۃ پیلق عینیہ لکھو اور یروی گو حذف کردہ ۱۲ محمد اسحاق خاں

عـہ مصنف نے والد کا نام چھوڑ دیا ہے ۱۲

اور حقیقی بھائیوں پر ترجیح دیتا۔ (بھلا) کون شخص اس طرح دھوکہ کھا سکتا ہے۔ وہ تو بے وقوف عورتوں اور کمزور لڑکوں کے ساتھ مشابہ اور ملتا جلتا ہے۔ وزیر ابو سعد منصور بن حسین آبی نے اپنی تاریخ میں الصاحب (ابن عباد) کی وہ حشمت اور نفوس میں اس کی قدر و منزلت کی وہ جلالت و عظمت بیان کی ہے۔ جس کی نظیر کسی اور وزیر کے لئے مذکور نہیں نہ اس سے پہلے۔ اور نہ اس کے پیچھے۔ میں یہاں وہ بیان کرتا ہوں۔ جو وزیر ابو سعد نے بیان کیا ہے۔ اسی روش پر جس سے اس نے اپنے کلام کو ترتیب دیا ہے ؛

(ابو سعد نے کہا ہے۔ کافی الکفاۃ (ابن عباد) کی والدہ کا انتقال مقام اصفہان میں ہو گیا اور اس کی خبر (مرگ) اس کے پاس آئی۔ تو وہ نصف ماہ محرم ۳۸۴ھ پنجشنبہ کے دن ماتم کیلئے بیٹھا۔ اس کا سلطان اور ولی نعمت فخر الدولہ بن رکن الدولہ ماتم پرسی کے لئے سوار ہو کر اس کے پاس آیا۔ اور اتر کر اس کے پاس بیٹھ کر دیر تک صبر و تسکین کی تلقین کرتا رہا (فخر الدولہ) نے عربی زبان میں اس کے ساتھ لمبی گفتگو کی۔ اور وہ (فخر الدولہ) فصیح عربی بولا کرتا تھا۔ چنانچہ (جانے کے لئے) جب اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سنا۔[1] "صاحب! یہ (انتقال والدہ) ایک ایسا زخم ہے۔ جو مندمل نہیں ہو سکتا" باقی رہے تمام امراء اور قائدین مثلاً منوچہر بن قابوس جبل (عراق عجم) کا بادشاہ، اور فولاذ بن مانا ور شاہان دیلم میں ایک بادشاہ اور ابو العباس فیروزان شاہ فخر الدولہ کا خالہ زاد بھائی اور ان کے علاوہ دیگر بڑے بڑے اور برگزیدہ اشخاص، یہ سب کے سب ننگے پاؤں[2] برہنہ سر اس (ابن عباد) کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان میں سے ہر ایک کی آنکھ جب الصاحب پر پڑتی۔ تو وہ زمین بوسی کرتا پھر پے بہ پے اسی ہیئت میں (آہستہ آہستہ) آگے آتا۔ تا آنکہ قریب پہنچ جاتا۔ اور الصاحب اسے بیٹھنے کا حکم دیتا۔ تو وہ بیٹھ جاتا۔ (بغرض احترام) کسی کے لئے بھی الصاحب متحرک نہ ہوتا اور نہ ہلتا جلتا۔ بلکہ اپنی حسب عادت ویسے ہی بیٹھا رہا۔ جیسے ایام ماتم کے ماسوا دوسرے ایام میں بیٹھا رہتا تھا ؛

(وزیر) ابو سعد نے کہا ہے۔ کافی الکفاۃ (ابن عباد) نے ابو الفضل بن الداعی کی لڑکی سے اپنے پوتے[4] عباد بن حسین کی منگنی[3] کی۔ اور ماہ ربیع الاول ۳۸۴ھ کی چودہ تاریخ کو

لہ تعزیۃ۔ ماتم پرسی کرنا۔ مصیبت زدہ کو صبر و تسکین کی تلقین کرنا ۱۲ ؎۲ حفاۃ۔ واحد حافی۔ ننگے پاؤں۔ حُسّر۔ جمع حاسر۔ برہنہ۔ وہ شخص جس کے سر پر پگڑی نہ ہو۔ وہ سپاہی جس کے پاس زرہ اور خود یا ڈھال نہ ہو ۱۲ ؎۳ خِطبۃ۔ خِطبہ درخواست نکاح کردن ۱۲ ؎۴ سِبط۔ بالکسر پوتا۔ نواسہ۔ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لیکن نواسے پر زیادہ بولا جاتا ہے ۱۲

پنجشنبہ کے روز اسی کے گھر میں نکاح ہوا۔ اور وہ عظیم الشان دن تھا۔ کافی الکفاۃ نے بڑا اہتمام کیا اور یا کافی الکفاۃ خوب آراستہ و پیراستہ ہوا اور بہت سے درہم و دینار نچھاور کئے۔ اس بیاہ پر شاہ فخر الدولہ نے اس (کافی الکفاۃ) کے لئے اپنے ایک بڑے حاجب کے ہاتھ نچھاور کرنے کیلئے سونے چاندی کے پُر کئے ہوئے طباق بھیجے۔ جن کی تعداد سو سے زیادہ تھی ؛

پھر اس (وزیر سعد) نے الصاحب (ابن عباد) کی وفات کو ذکر کیا ہے۔ اسی وقت میں جس میں دوسرے لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ اور جیسا کہ ہم بھی ابھی بیان کرینگے۔ پھر اس (ابو سعد) نے کہا ہے۔ فخر الدولہ نے دس ماہ شعبان کو سہ شنبہ کے روز وفات پائی۔ (اس وقت) اس کی عمر ۴۶ سال ۲ مہینے اور کچھ دن تھی۔ اس کے بعد اس (فخر الدولہ) کے اخلاق اور لشکروں اور قلعوں اور ان اموال کو بیان کیا ہے۔ جو پیچھے چھوڑ گیا ؛

پھر اس (ابو سعد) نے کہا ہے۔ باقی رہا۔ اس (فخر الدولہ) کے عہد (حکومت) میں امر وزارت وہ اس سے زیادہ مشہور ہے۔ کہ اس کے ذکر کرنے کی احتیاج ہو۔ اس (فخر الدولہ) کا پہلا وزیر کافی الکفاۃ (الصاحب ابن عباد) تھا۔ قلموں کے بھالے (نوکیں) اور زبانوں کی تیزیاں اس کے اوصاف و فضائل میں سے معمولی سے معمولی وصف اور ادنے سے ادنے فضیلت کے سامنے بھی کُند ہیں۔ اگرچہ کہ امر وزارت ان دنوں میں جس حالت کو پہنچ چکا ہے۔ نیز اس زمانے میں جن لوگوں کو وزارت کے احوال کی خبر نہیں۔ ان کا یہ اعتقاد رکھنا کہ امر (وزارت اس سے پہلے) ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے۔ جیسا (اب) ہم دیکھ رہے ہیں یا اس کے قریب قریب یا اس کے مشابہ [نہ ہوتا۔ تو ہم اس (امر وزارت ابن عباد) کے ذکر کرنے سے رُک جاتے۔ لیکن ہم اس کے کچھ تھوڑے احوال بیان کرتے ہیں یہ لوگ جن کو ہم نے (اوپر) بیان کیا ہے۔ یعنی بادشاہوں کے بیٹے امراء، قائدین، اور ان کے برابر کے تمام اشخاص سردار اور اکابر مثلاً (شاہ) مؤید الدولہ کی اولاد، اور عزّ الدولہ کا بیٹا، اور منوچہر بن قابوس بن وشمگیر۔۔۔۔ [ان مذکورہ اشخاص میں سے ہر شخص کے قبضے میں اتنی اتنی جاگیر تھی۔ جن کی آمدنی پچاس ہزار دینار اور اس سے کم

لہ اِحْتَفَلَ۔ از احتفال باب افتعال۔ اِحْتَفَلَ۔ آراستہ شد و زینت گرفت۔ اِحْتَفَلَ فِی الْاَمْرِ بالَغَ فِیہِ۔ احتفال بمعنی گرد آمدن۔ مبالغہ و وضوح و نیک قیام کردن بیگار رہا ۱۲ کہ عَیْن۔ سونا وَرِق۔ چاندی ۱۲ کہ خَلَفَہَا۔ لکھو کہ اَسِنَّۃ جمع واحد سِنَان۔ بالکسر۔ سر نیزہ وعصا و/ تیزی ہر چیزے ۱۲ کہ عَذَبَات واحد عَذَبَۃ۔ تیزی زبان۔ چغز لارہ۔ تسمہ دستار شاخ درخت کہ تکِلُّ۔ فعل مضارع۔ از کلّ۔ کُند ہو جانا۔ نہ کاٹنا ۱۲۔

بیس ہزار تک تھی کے نیزا اور بڑے بڑے سپہ سالار جن کی تعداد طویل ہے۔ اس کے دربِ دولت پر حاضر ہوتے۔ اور اپنی سواریوں پر سرنگوں ہو کر ٹھہرے رہتے۔ اس کے مرتبے کی تعظیم اور ہیبت کے باعث ان میں سے کوئی بات تک نہ کرتا۔ یہاں تک اس کے حاجبوں کا کوئی نائب نکلتا۔ اور وہ ان کے بڑوں میں سے بعض کو اجازت دیتا اور باقی سب کو واپس کر دیتا۔ جسے اندر داخل ہونے کی اجازت دی جاتی۔ وہ یہ خیال کرتا۔ کہ وہ اپنی آرزوؤں کو پہنچ گیا ہے۔ اور اس نے فرحت و مسرت اور شرف و تعظیم کے لحاظ سے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ جب گھر کے اندر جا پہنچتا۔ اور (ابن عباد) اسے مجلس میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتا۔ جب اس (اندر جانے والا) کی نظر اس (الصاحب ابن عباد) پر پڑتی۔ تو قریب پہنچنے تک تین یا چار مرتبہ زمین بوسی کرتا۔ پھر اپنے اپنے رتبۂ نشست پر بیٹھ جاتے۔ تا آنکہ اس کی خدمت سے ہر ایک اپنی اپنی حاجت پوری کر لیتا۔ اور کئی بار زمین بوسی کرنے کے بعد واپس پلٹ آتا۔

(بغرض تعظیم) الصاحب بن عباد کسی کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔ (بلکہ) کھڑے ہونے کا اشارہ بھی نہ کرتا۔ اور نہ ہی اس امر کی اس سے کوئی توقع رکھتا۔ اہواز سے واپس لوٹتے ہوئے مقام صیمرہ میں فروکش ہوا۔ تو اس کے پاس فرقۂ معتزلہ کے زاہدوں میں سے ایک بزرگ آیا۔ جو عبداللہ بن اسحٰق کے نام سے مشہور تھا۔ الصاحب اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جب وہ رخصت ہو گیا۔ تو کافی الکفاۃ (الصاحب بن عباد نے حاضرین کی طرف) متوجہ ہو کر کہا۔ میں بیس سال سے کسی شخص کے لئے کھڑا نہیں ہوا (ابن عباد) نے یہ فعل (قیام) محض اس کے زہد و تقویٰ کی خاطر کیا۔ کیونکہ وہ اپنے زمانے کا ابدال تھا۔ باقی رہا علم۔ سو جس شخص کو اپنے سے زیادہ صاحب علم دیکھتا تھا تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اور لیکن سینوں میں اس کی ہیبت اور دلوں میں اس کا خوف صغیر و کبیر اور بعید و قریب کے نزدیک اس کی حشمت[1]، سو وہ اس درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔ کہ خود اس کا آقا فخر الدولہ اس کے باعث بہت سے ان امور سے منقبض اور کھنچا رہتا تھا۔ جن کے کرنے کی اسے خواہش ہوتی تھی۔ اور اس کے مرتبے کے باعث کئی ایسی باتوں سے رکا رہتا تھا۔ جن کی طرف اس کا نفس حریص ہوتا تھا۔

---

[1] حشمت بالکسر۔ شرم و انقباض از کسے ۱۲ [2] انقباض گرفتہ گردیدن و ترنجیدن بضد انبساط حکرٹنا۔ بھینچنا ۱۲ [3] تَشَرَّہُ فعل مضارع از شَرِہَ یَشْرَہُ شَرَھًا۔ آزناک و حریص شدن ۱۲

اس (ابن عباد) کی موت اور فخرالدولہ کے اس کے خلاف عادت امور میں بیباک[1] ہوجانے کے بعد لوگوں پر یہ بات واضح ہوگئی۔ اور معلوم ہوگیا۔ کہ فخرالدولہ اس کی حشمت کے باعث اپنے نفس کو لگام[2] دیئے رکھتا تھا۔ نیز فخرالدولہ تعظیم وتکریم میں اسے والد کے قائمقام سمجھتا تھا۔ اور اسے روبرو[3] گفتگو اور تحریر میں بصاحب کے لقب سے خطاب کرتا تھا ؎

باقی اکابرین سلطنت کی یہ حالت تھی۔ (ان میں سے) کوئی جب اس (ابن عباد) کے کسی ایک حاجب بلکہ اس کے کسی ایک بہت چھوٹے نوکر چاکر کو بھی دیکھ پاتا تو (خوف کے مارے) اس کے پارہائے[4] گوشت شانہ کانپنے لگتے۔ اور اس کی پسلی کی ہڈیاں[5] ہلنے[6] لگتی۔ تاآنکہ وہ جان لیتا۔ کہ وہ (نوکر) اس سے کیا چاہتا ہے۔ اور کیا گفتگو کرتا ہے ؎

ایک مرتبہ ایک عورت نے (کافی الکفاۃ) کے پاس فولاد بن مانادر کے کسی صاحب کے ظلم کی شکایت[7] پیش کی۔ اور بیان کیا۔ کہ وہ (صاحب فولاد) اس کے ایک حق میں اس سے تنازعہ کرتا ہے۔ کافی الکفاۃ نے فقط اتنا ہی کیا۔ کہ فولاد کی طرف چہرہ اٹھا کر دیکھا (کافی الکفاۃ اپنے گروہ[8] میں اس کے پیچھے آرہا تھا) (کافی الکفاۃ کے دیکھنے سے ہی) فولاد حیران وپریشان ہوکر کانپنے لگا۔ اور کھڑا ہوکر وہیں جم گیا۔ تاآنکہ کافی الکفاۃ (آگے[9]) گزر گیا۔ پھر کافی الکفاۃ نے عورت کے ہمراہ ایسا شخص بھیجا جس نے اس (عورت) کو راضی کردیا۔ اور اس کی شکایت کو رفع کردیا۔ ایسے واقعات بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض کے ذکر کرنے سے ہی کتاب لمبی ہوجاتی ہے۔ پھر تمام کا درج کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے ؎

---

[1] انبساط۔ گسترده وبیباک گردیدن وگستاخ شدن اِنْبَسَطَ الفَرسُ فی سیرہ۔ ای دخل وَانْبَسَطَ النَّهَار دراز شد وممتد روز ونیز انبساط کشاده رُو شدن ۔ ۱۲ منتہی الارب

[2] یَزُمُّ۔ مضارع از زَمّ یزمّ زمًّا۔ بستن وزمام دادن ۱۲ [3] شِفاهًا۔ مشافهة روبرو سخن گفتن ۱۲ [4] فرائص۔ واحد فریصہ۔ پارۂ گوشت مابین شانہ وپہلو کہ وقت فزع لرزان باشد یقال ارتعدت فرائصہٗ۔ یعنی سخت بیقرار ومضطرب شد ۱۲

[5] جوانح واحد جانحہ استخوان ہائے پہلو نزدیک سینہ ۱۲ [6] تصطفق۔ از اصطفاق جنبیدن درخت از باد۔ وجنبیدن تارہائے عود از زخمہ ۱۲ [7] تَظَلَّمت از تَظَلَّمَ۔ شکایت کردن از ظلم کسے ۱۲ [8] موکب۔ گروہ بجہت آرائش سوار ہو یا پیدل ۱۲ [9] ان یوضع لکھو۔ ۱۲

اب اس کا سازوسامان، نوکر چاکر، اور ہیبت و مرتبت سنو! ان جملہ معمولی سے معمولی یہ ہے۔ اس کے متعدد حاجب تھے۔ ان میں سے بعض حاجب ایسے تھے جو تین لاکھ یا قریب تین لاکھ مویشی والے طویلے کے انچارج تھے۔ اور بلکا حاجب کے احوال اس سے (بھی) بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ وہ اس کے ایک نائب کے عمدہ عمدہ گھوڑوں والے طویلے کا انچارج تھا۔ جو (طویلہ) یزید کے نام سے مشہور تھا۔ اور وہ (بلکا) ان (عمدہ گھوڑوں) سے بے نیاز نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ راستوں کی نگہداشت، کُردوں اور مُفسدوں کی جستجو، اور آنے جانے والے مسافروں کی حفاظت کے ساتھ موصوف تھا۔

کافی الکفاۃ کا وہ سالانہ خرچ (جو نیکی۔ صدقات۔ خیرات کے راستوں اور شُرفاء علماء۔ مسافرانِ زیارت کنندہ اور اسی قسم کے اور دوسرے لوگوں کے صِلوں میں جن کو بہ تکلف اپنے ذمے لیتا۔ اور اس سے دُنیا کی شہرت ؎۱ اور آخرت کے ثواب کا طالب ہوتا) ایک لاکھ دینار سے زیادہ تھا۔

پھر مؤید الدولہ کے بعد ابن عباد اس کے بھائی فخر الدولہ برادر عضد الدولہ ؎ کا وزیر ہوا۔ اٹھارہ سال کچھ ماہ وزارت کی۔ اور پچاس قلعے فتح کر کے فخر الدولہ کے حوالے کئے۔ ان کا دسواں حصّہ بھی اس کے باپ اور بھائی کیلئے مجتمع نہ ہوا۔

۱۶۷ ص

الصّاحب ابن عبّاد کافی الکفاۃ نے حدیث کی سماعت کی ہے۔ اور اسے لکھوایا ہے۔ ابوالحسن علی بن محمد طبری کیا نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ جب الصّاحب ابن عبّاد نے (حدیث) لکھوانے کا ارادہ کیا۔ بحالیکہ وہ وزیر تھا۔ تو چادر ؎ اوڑھے ہوئے اور پگڑی کو (بطرز ڈانٹا) ٹھوڑی کے نیچے سے نکالے ہوئے اہلِ علم کے لباس میں ایک دن باہر نکلا۔ اور کہنے لگا۔ علم میں میرے مرتبے کو تم جانتے ہو (یعنی تم جانتے ہو۔ کہ علم میں میرا کتنا بڑا مرتبہ ہے) لوگوں نے اس کے لئے اس امر کا اقرار کیا۔ پھر اس نے کہا۔ میں اس امرِ (علم) سے آمیختہ ہوں۔ اور بچپن سے لے کر

؎۱ عَیث۔ تباہ کردن و تباہی رسانیدن گرگ در رمہ ۱۲ ؎۲ سابلہ۔ راہِ پا سپردہ و بسیار مسلوک۔ و مسافران۔ و آیندہ و روندہ ۱۲ ؎۳ مؤیّد الدولہ۔ فخر الدولہ۔ عضد الدولہ تینوں بھائی ہیں۔ اور رکن الدولہ کے لڑکے ہیں ۱۲ ؎۴ متطلّسا متحنّکا۔ از تطلُّس و تحنُّک۔ تطلُّس۔ طیلسان اوڑھنا۔ و طیلسان معرّب تالشان است بمعنی چادر جمع طیالسہ۔ تحنُّک۔ عمامہ زیرِ زنخ برآوردن ۱۲

اس وقت تک جو مال و زر میں نے خرچ کیا ہے - وہ تمام میرے باپ دادے کے مال سے تھا - لیکن اس کے باوجود انجام بد[1] سے مُبرا نہیں ہوں - میں اللہ اور تم کو اس امر کا گواہ بناتا ہوں - کہ میں اللہ کے ہاں توبہ کرتا ہوں - ہر اُس گناہ سے جو میں نے کیا ہے ؛

ابن عباد نے اپنے (رہنے کیلئے) لئے ایک گھر اپنے لئے خاص لیا - اور اس کا نام بیت التوبہ (خانۂ توبہ) رکھا - ایک ہفتہ تک اسی طریق پر (وہاں) ٹھہرا رہا - پھر اپنی توبہ کے صحیح ہونے کے بارے میں فقہاء سے تحریریں لیں - پھر اس بیت التوبہ سے نکل کر (حدیث) لکھوانے کے لئے بیٹھا - (حدیث لکھنے کے لئے) خلق کثیر حاضر ہوئی - ایک لکھوانے والے کی طرف چھ آدمی منسوب تھے (ایک شخص چھ آدمیوں کو لکھواتا تھا) ہر ایک اپنے ساتھی کو (روایتِ حدیث) پہنچاتا جاتا تھا - پس لوگوں نے (حدیث کو) لکھا - حتیٰ کہ قاضی القضاۃ عبدالجبار نے بھی - اور (قاضی) عمیری نے اس (ابن عباد) کی طرف بطور ہدیہ کتابیں بھیجیں - اور ان کے ساتھ (یہ اشعار) لکھے ؛

(۱) عمیری کافی الکفاۃ (ابن عباد) کا غلام ہے - اگرچہ چیف ججوں میں شمار[2] ہوتا ہے

(۲) اس (عمیری) نے بارگاہِ بلند کے حضور ایسی کتابیں پیش کی ہیں - جو (مشام روح کو) اپنے (حسن کی خوشبو) سے پُر[3] کر رہی ہیں اور بھر رہی ہیں ؛

ان (اشعار) کے نیچے الصاحب نے (جواباً) لکھا ؎

(۱) تمام کتابوں میں سے ہم نے ایک کتاب قبول کی - اور باقی کتب کو ان کے وقت پر واپس کر دیا - (کسی کی ضرورت پڑی - تو حسب ضرورت وقت منگالیں گے)

(۲) میں زیادہ کو غنیمت[4] شمار نہیں کیا کرتا - کیونکہ میری طبیعت " لو " کا کہنا ہے - اور میرا مذہب " لاؤ " کا کہنا نہیں ہے (یعنی میں لوگوں کو بطور بخشش دیا کرتا ہوں - اُن سے لیا نہیں کرتا ؛

---

[1] تَبِعات - واحد تَبِعَۃٌ - تَبِعَۃٌ و تِبَاعَۃٌ - عاقبت بد یا نیک - و استعمال او بمعنی عاقبت بد غالب است ۱۲

[2] اِعْتَدَّ - فعل ماضی از اعتداد - بشمار آمدن و معدود گردیدن ۱۲ [3] مُفْعِمات - واحد مُفْعِمَۃٌ از اِفْعام بروزن اِفْعال - بہ شمیم پُر کردن مشام کسے را و خوشبوناک کردن مشک خانہ را - و پُر کردن خنور و مانند آں را - مُتْرِعات واحد مُتْرِعَۃٌ از اِتْراع بروزن اِفْعال - پُر کردن - اَتْرَعَ الْاِنَاءُ پُر کرد آں را ۱۲

[4] اَسْتَغْنِمُ - فعل مضارع از اِستغنام - غنیمت شمردن ۱۲

ص ۱۶۸

ابوالرجاء الضریر[1] قسطر نجی عروضی اہوازی شاعر نے اہواز میں بیان کیا ہے۔ الصاحب ابن عباد ہم پر اس سال میں رونق افروز ہوا۔ جس میں فخر الدولہ اہواز آیا۔ لوگوں نے اس (ابن عباد) کی ملاقات کی۔ اور شاعروں نے اس کی مدح میں قصائد پڑھے۔ چنانچہ میں نے بھی ایک قصیدہ اس کی مدح میں پڑھا۔ جس میں میں نے (یہ شعر) کہا ؎

"الصاحب کافی الکفاۃ ابوالقاسم اسمٰعیل بن عباد کی طرف"۔ تو ابن عباد بولا۔ بخدا میں چاہتا تھا کہ میری کنیت، میرا نام، میرا لقب اور میرے والد کا نام، ایک بیت میں جمع ہو جائے۔ جب میں اپنے قصیدے میں (اس مصرعۂ بیت) تک پہنچا اور لشکر وہاں خوشگوار[2] پیتا ہے۔

تو الصاحب ابن عباد نے کہا۔ اے ابو رجاء ٹھہر جا! میں ٹھہر گیا۔ تو اس نے کہا ؎

اور لشکر وہاں خوشگوار پیتا ہے۔ آب رے[3] کے بعد آب نہر صراۃ[4]

یہ (دوسرا مصرعہ) اسی طرح ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ تو نے بہت اچھا کہا! میں نے کہا۔ میرے آقا آپ نے بہت اچھا کہا۔ میں نے ایک رات بھر کے عرصے میں یہ مصرعہ بنایا۔ اور آپ نے ایک لحظے میں بنا لیا۔

ابو بکر خوارزمی نے (یہ اشعار) ابن عباد کے بارے میں کہے ؎

(۱) تو ابن عباد کی مدح و ستائش نہ کر۔ اگرچہ اس کی دونوں ہتھیلیاں کسی دن بخشش کی بارش، برسا دیں[5]۔ اور نہ اس کی مذمت کر۔ اگر (بخشش کو) روک[6] لیں۔

(۲) کیونکہ یہ (داد و باز داشت) اس کے وسوسوں کے فوری تاثرات ہیں۔ وہ دیتا[7] ہے۔ اور منع کرتا ہے۔ لیکن نہ بوجہ بخل و سخاوت (یعنی اس کی بخشش بوجہ سخاوت اور عدم بخشش بوجہ بخل نہیں ہوتی)۔

جب خوارزمی مر گیا۔ الصاحب کو اس کی خبر مرگ پہنچی۔ تو اس نے کہا ؎

---

[1] ضَرِیر۔ بروزن امیر۔ نابینا۔ جمع اَضِرّاء۔ و بیمار و ہر چیز کہ نقصان رسیدہ باشد ۱۲ [2] هَنِیئًا۔ گوارندہ از طعام و شراب۔ و آنچہ بے دست و رنج کسے را رسد ۱۲ [3] رَے۔ بالفتح نام شہریست۔ و امام فخر الدین رازی بہ ہمیں شہر منسوب است۔ چوں یاء نسبت بدو ملحق شود۔ رازی گویند۔ و ایں بر خلاف قیاس است۔

[4] صَرَاۃ۔ نہریست بعراق ۱۲ [5] هَطَلَتْ هَطَلَ المَطَرُ ای نَزَلَ مُتَتَابِعًا متفرقًا عظیم القطر ۱۲ [6] حَرَمَا۔ حَرَمَهُ الشیءُ حَرِیمًا و حِرْمَانًا و حِرْمًا و حرمةً۔ باز داشت اورا ازاں و بے بہرہ گردانید ۱۲

[7] يُعْطِي وَ يَمْنَعُ۔ از اعطاء و منع۔ اعطاء۔ دادن و عطا نمودن۔ منع باز داشتن خلاف اعطاء ۱۲

(١) میں خراسان سے آنے والے سواروں[1] کو کہہ رہا تھا۔ کیا تمہارا خوارزمی مر گیا؟ تو مجھے جواب دیا گیا "ہاں"

(٢) تو میں نے کہا۔ اس کی قبر پر چونے[2] سے لکھ دو۔ "سنو جی! خدا کی پھٹکار رہو۔ اس شخص پر جس نے (منعم کی) نعمتوں کی ناسپاسی کی"۔

١٦٩ ص

ابوالحسن بن ابوالقاسم البیہقی نے اپنی کتاب مشارب التجارب و ذکر الصاحب میں بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے: "ابوالقاسم اسمعیل بن عبّاد بن عباس وزیر پسر وزیر پسر وزیر ہے (بیٹا۔ باپ۔ دادا تینوں وزیر ہیں) جیسا کہ رستمی شاعر نے اس کی مدح میں کہا ہے ؎

(١) وہ (ابن عبّاد) بزرگ و برتر باپ اور دادے سے یکے بعد دیگرے وزارت کا وارث ہوا۔ جس کا سلسلۂ اسناد ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے۔

(٢) عبّاس سے عبّاد وزارت لیتا ہے۔ اور عبّاد سے اسمٰعیل ؛

فارس کا میوۂ نورس (الصاحب ابن عباد) ماہ ذی القعدہ ۳۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اور پانچسو صاحب دیوان شاعروں نے اس کی مدح و ستائش کی۔ اور منجملہ ان اشخاص کے جو اس کی بارگاہ میں تھے۔ قاضی القضاۃ (چیف جج) عبدالجبار بن احمد اسدآبادی ہے۔ الصاحب نے اسے ہمذان اور جبل (عراق عجم) کی قضاء (ججی) سپرد کی ہوئی تھی ؛

الصاحب ابن عباد نے (کثیر بن احمد کے) مرثیے میں اپنے کہے ہوئے اشعار کہے ؎

(١) مجھے کہتے ہیں۔ کہ کثیر بن احمد ہلاک[3] ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑی مصیبت[4] ہے۔ جیسے تم جانتے ہو؛

(٢) پس میں نے کہا۔ مجھے اور بلند مرتبت[5] کو چھوڑ دو۔ کہ ہم دونوں اس (کثیر ابن احمد) کو اکٹھے روئیں (کیونکہ) انسانوں میں کثیر (ابن احمد) کی نظیر کم ہے۔

ہلال بن المحسن نے ابو طاہر بن حامی سے اور اس نے انبرانی کاتب سے روایتہً بیان کیا ہے۔ اس نے کہا۔ الصاحب ابن عباد کے پاس اہل شام کا ایک آدمی وارد ہوا۔ الصاحب نے اس سے جو باتیں دریافت کیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے ۔

---

[1] رَکْب۔ بالفتح شترسواران دہ عدد دا فزوں و برائے اسپ سواران ہم باشد ١٢

[2] جَصّ بالفتح و بالکسر۔ گچ۔ بہندی چونہ گویند۔ و ایں لفظ معرب است۔ نہ عربی۔ چرا کہ جیم و صاد در کلام عرب باہم جمع نشود ١٢

[3] اَوْدیٰ۔ از ایداء باب افعال۔ ہلاک شدن و مرگ فرا رسیدن

[4] رُزْء۔ بالضم مصیبت جمع اَرْزاء ١٢

[5] العلاء۔ بلندی در قدر و منزلت ١٢

الصاحب نے پوچھا۔ تمہارے ہاں کس کے رسائل پڑھے جاتے ہیں؟ اس آدمی نے کہا۔ ابن عبید کان کے رسائل الصاحب نے کہا۔ اور کس کے؟ اس نے جواب دیا۔ الصبابئی کے پاس کے پاس کے ایک ہمنشین نے اسے چٹکی بھری۔ کہ کہے۔ رسائل الصاحب ابن عباد۔ لیکن اس آدمی نے نہ سمجھا۔ الصاحب نے (چٹکی بھرتے ہوئے) دیکھ لیا۔ اور کہا۔ تو اس گدھے کو چٹکی بھر رہا اشارے سے سمجھا رہا ہے۔ جس میں فہم و دریافت کی حس نہیں ؛

صاحبِ خراسان شاہ نوح بن منصور سامانی نے خفیہ طور پر الصاحب ابن عباد کی طرف پیغام بھیجا۔ جس میں اسے اپنی بارگاہ کی طرف دعوت دی۔ اور اپنی خدمت و ملازمت کے لئے رغبت دلائی۔ اور بڑی[1] بڑی بخشیش عطا کیں۔ ابن عباد کی معذرت کے منجملہ یہ بھی ہے کہ اس نے کہا۔ اس قوم کی مفارقت و جدائی میرے لئے کیونکر اچھی ہو سکتی ہے۔ کہ انہی کی بدولت میرا مرتبہ بلند ہوا۔ اور انہی سے مخلوق میں میری شہرت پھیلی۔ پھر میں اپنے اموال و املاک کو بہت سے بوجھوں کے ہوتے کیسے اٹھوا سکتا ہوں۔ اور میرے پاس علم کی خاص خاص کتابیں اس مقدار میں ہیں۔ کہ چار سو یا چار سو سے زیادہ اونٹوں پر لادی جا سکتی ہیں۔ ابوالحسن بیہقی نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ رَے کا کتب خانہ اس پر دلیل و شاہد ہے۔ بعد ازاں کہ سلطان محمود بن سبکتگین نے اسے جلا بھی ڈالا ہے۔ میں نے اس کتب خانے کا مطالعہ و معائنہ کیا۔ تو ان کتابوں کی فہرست کی اٹھارہ جلدیں پائیں۔ (قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا۔ کتابوں کی فہرست کی اٹھارہ جلدیں تھیں۔ کتابوں کا اندازہ کر لو۔) سلطان محمود جب رَے میں وارد ہوا۔ تو اُسے کہا گیا۔ کہ یہ کتابیں روافض اور اہل[2] بدعت کی ہیں۔ سلطان نے ان کتب سے علم کلام کی کتابیں نکلوالیں۔ اور باقی کے جلا دینے کا حکم دے دیا ؛

الصاحب کی کئی تصانیف ہیں۔ کتاب[1] المحیط باللغۃ دس جلدیں۔ اس کے رسائل[2]

---

[1] سنیۃ۔ بلند۔ مراد بڑی ۱۲ [2] روافض۔ واحد رافضہ۔ گروہے از لشکریاں کہ قائد و رہبر خود را مانند و ترک دادند و باز گشتند از وے۔ و جماعتے از شیعان۔ کہ با زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالے عنہم۔ بیعت کردند۔ و بازید گفتند۔ کہ از شیخین اظہار تبرّء کند۔ وے ازاں انکار نمود و گفت کہ ایشاں وزیران جدم بودند۔ پس ایشاں از وے باز گشتند و رفاقتش ترک کردند۔ پس بسبب ترکِ رفاقتِ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم ایشاں باسمِ رافضہ موسوم گشتند۔ بالحاق یاءِ نسبت رافضی گفتہ شود۔ از منتہی الارب ۱۲

[3] اہل البدع۔ بدع۔ واحد بدعۃ۔ رسم نو در دین بعد اکمالِ آں۔ یا ہر چہ پیدا گشت در دین بعد نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ۱۲

دیوان دس جلدیں ۔ کتاب الکافی رسائل ۔ کتاب الزیدیہ ۔ کتاب الاعیاد و فضائل النوروز کتاب الامامۃ ، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی تفضیل اور سابق خلفاء ثلاثہ کی امامت و خلافت کی تصحیح ہیں ۔ کتاب الوزراء لطیف ۔ کتاب عنوان المعارف فی التاریخ ۔ کتاب الکشف عن مساوی المتنبی ۔ کتاب مختصر اسماء اللہ تعالیٰ و صفاتہ کتاب العروض الکافی ۔ کتاب جوہرۃ الجمہرۃ ۔ کتاب نہج السبیل فی الاصول ۔ کتاب اخبار ابی العیناء ۔ کتاب نقض العروض ۔ کتاب تاریخ الملک و اختلاف الدول ۔ کتاب الزیدیین ۔ اس کے شعروں کا دیوان ۔

وزیر ابو العلاء بن حسول نے بیان کیا ہے ۔ اس نے کہا ۔ دینار مجوسی آتش پرست دفتر رے میں صدر تھا ۔ وہ بہت مالدار اور صاحب دینار و درہم بسیار تھا ۔ ایک شخص نے الصاحب کی طرف لکھا ۔

(۱) جہاں کا کافی الکفاۃ اپنے لشکر میں دینار مجوسی کا دینار (مال و زر) کیوں نہیں بانٹ دیتا

(۲) اس دینار مجوسی کی بیخ کنی کرنے میں کم از کم یہ فائدہ تو ضرور ہے ۔ کہ اس کافی الکفاۃ) کا دفتر آتش پرست مجوسی سے پاک ہوگا ۔

الصاحب نے دینار مجوسی کو پکڑ لیا اور تاوان لگا کر اس سے بہت سا مال لے لیا اس کا باعث مذکورہ دو ذیل بیت تھے ۔

ابن بابک نے بیان کیا ۔ وہ کہتا ہے ۔ میں نے الصاحب بن عباد سے سنا ہے ۔ وہ کہتا تھا ۔ عربی و فارسی اشعار کے ایک لاکھ قصائد سے میری مدح کی گئی ہے ۔ اور میں نے شعراء ادباء زائرین اور قصاد پر اپنا مال و زر خرچ کیا ہے ۔ مجھے کسی شعر سے ایسی خوشی اور کسی شاعر نے ایسا خوش نہیں کیا ۔ جیسا کہ ابو سعید رستمی اصفہانی نے اپنے اس قول سے ۔

(۱) وہ (ابن عباد) اپنے بزرگ و برتر باپ اور دادے سے علی الترتیب وزارت کا وارث

لہ من قرأ ۔ رجل مدنّر ۔ مردے بسیار دینار و دینار ۔ مدنّر ۔ دینار سکہ زدہ ۔ درہما رجل مدرہم ۔ مردے بسیار درہم ۱۲ ۔ ۲ دینار دینار پہلے دینار سے مراد مال و زر ہے اور دوسرا دینار مجوسی کا نام ہے ۱۲ ۔ ۳ قطع شافتہ ۔ شافۃ ۔ اصل و بیخ ۔ قطع شافتہ ۔ برید اصل و بیخ یقال استأصل اللہ شأفتہ یعنی ببرد اصل و بیخ آں را خدائے ۔ ۴ صادرہ ۔ از مصادرہ تاوان فرمودن و خون کسے را بمال او فروختن ۔ صادرہ علی الشئ و بہ ای طالبہ بہ ملحقا ۔ ۵ قصاد ۔ قصیدہ خوان یا آنے والے ۱۲

ہوا۔ جس کا سلسلۂ اسناد ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے۔

(۴) عباس سے عبّاد وزارت لیتا ہے۔ اور عبّاد سے اسمٰعیل۔ ابو حیّان کہتا ہے: الصاحب ابن عباد طویل فکر و غور کے ساتھ لمبے لمبے سانس کھینچتے، سینے میں آواز کو پھیرتے، دونوں نتھنوں کو پھیلاتے۔ جبڑوں کو مروڑتے۔ گردن کو ٹیڑھا کرتے اور مونچھوں کے ساتھ کھیلتے، اور اظہار کراہت و درشتی کرتے ہوئے اپنے کلام کے اخیر سجع کو لاتا۔ ان عجیب و غریب شکلوں اور بیان شافی پر اس کو مسائل کی تقریر کرتے ہوئے دیکھو۔ تو عجائب و غرائب میں سے ایک عجیب و غریب چیز کو دیکھو گے۔

میں نے مصر میں ثعالبی کی کتاب یتیمۃ الدہر کے ایک نسخے میں پڑھا ہے۔ میرے پاس عون بن حسین ہمدانی تمیمی نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے۔ میں ایک دن الصاحب ابن عباد کے خزانۃ الخلع میں تھا۔ تو اس (خزانۃ الخلع) کے کاتب (اور وہ میرا دوست تھا) کے رجسٹر حسابات میں میں نے دیکھا۔ کہ اُن دستاروں کے خز کی تعداد جو اس جاڑے میں سادات، فقہاء، شعرا کی خلعتوں میں صرف ہوئیں۔ آٹھ سو تھی۔ علاوہ اُن دستاروں کے جو خدم و حشم کی خلعتوں میں صرف ہوئیں۔ وہ (عون بن حسین) کہتا ہے کہ اس (ابن عبّاد) کو خز بہت بھاتا تھا۔ اور اپنے گھر میں اس (خز) کو کثرت سے استعمال کرنے کا حکم دیتا تھا۔ ابو القاسم زعفرانی نے ایک دن تمام خدم و حشم کو رنگین فاخرہ خز پہنے ہوئے دیکھا۔ پس ایک کونے میں الگ ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کچھ لکھنے لگا الصاحب نے اس کے متعلق پوچھا۔ تو اسے کہا گیا۔ کہ وہ (ابو القاسم) فلاں جگہ میں (بیٹھا ہوا) لکھ رہا ہے۔ الصاحب نے کہا۔ اسے لاؤ۔ ابو القاسم زعفرانی نے اتنی مہلت چاہی۔ تا کہ اپنے مکتوب کو پورا کر لے۔ الصاحب نے اس سے عجلت اور شتابی کی اور حکم دیا۔ کہ اس کے ہاتھ میں جو کاغذ ہے اُسے

لہ اِثر۔ بعد و پس۔ رویّہ۔ فکر و اندیشہ در کار۔ حَشْرَجَۃ۔ آمد و شد کردن جان در گلو وقت مرگ۔ و گردیدن آواز در حلق دراں حال۔ و گردیدن آواز خرد در حلق ے۔ شِدْق بالکسر و بفتح۔ کنج دہان از جانب باطن رخسار۔ و ہر دو جانب رودبار و ہر دو کنارۂ آں جمع اَشْدَاق۔ عُنْفَۃ بالضم۔ کراہت۔ و عَنْف بالفتح بغیر تاء۔ درشتی ضد رفق ۱۲

لہ فی نسخۃ الیتیمۃ للثعالبی" لکھو ۱۲ لہ خزانۃ الخلع۔ الخِلَع واحد خلعت۔ پوشاک۔ وردی ۱۲

لہ خز۔ حریر۔ ایک کپڑا جو پشم اور حریر سے بُنا ہوا ہوتا ہے۔ و در منتہی الارب نوشتہ خَزّ بالفتح جانور یست و جامہ از پشم آں۔ جمع خُزُوز ۱۲ لہ الشَّتْوَۃ۔ موسم سردی زمستان ۱۲ لہ الدَّرْج۔ دَرْج بالفتح کاغذ و نبشہ ۱۲

چھین لیا جائے۔ زعفرانی اس کی طرف اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ خدا الصاحب کی تائید کرے سو

(۱) اس کو اس کے قائل سے سُن۔ اس سے آپ کے شگفت و تعجب میں اضافہ ہوگا۔ گل کا حُسن اس کی ٹہنیوں میں ہوتا ہے ۔

الصاحب نے کہا۔ اے ابوالقاسم اِلا۔ پس اس نے اپنے ابیات سنائے۔ جن میں سے یہ بھی ہے

(۱) تیرا غیر اپنے فراہم کرنے اور ذخیرہ بنا کر مال رکھنے کو تونگری[1] خیال کرتا ہے اور حرص لالچ اس کو حکم دیتا ہے کہ (جوڑ جوڑ کر) خزانہ بنائے ۔

(۲) اور تو امید بستہ ابن عباد۔ اپنے عطاو بخشش کرنے کو ہی اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کا پا لینا خیال کرتا ہے ۔

(۳) تیری خیر (بخشش و سخاوت) ہتھیلی[2] پھیلائے ہوئے (سائل) اور ہتھیلی کو پھیرے[3] ہوئے (غیر سائل) دونوں کے لئے قریب الحصول ہے ۔

(۴) تو نے قسم قسم کی داد و دہش سے مخلوق کو ڈبو دیا ہے۔ پس سب سے زیادہ چھوٹی چیز جس کے وہ مالک ہوئے۔ تونگری ہے ۔

(۵) تو نے سب سے زیادہ شعر گو شاعر کو بھی چپ[4] کرا دیا۔ اور سب سے زیادہ شکر گذار و شکریہ کہنے والا کو عاجز اور تو تلا کر دیا۔ یعنی شاعر اپنی پُر گوئی کے باوجود اور شکریہ کہنے والے اپنی قادر الکلامی کے باوجود تیرے اوصاف کرم کے بیان کرنے اور شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں ۔

(۶) اے وہ ذات جس کے عطیئے تو نگری کا تحفہ بھیجتے ہیں۔ قریب بعید کے صحنوں کی طرف ۔

(۷) تو نے مقیمین اور زائرین کو وہ وہ پوشاکیں پہنائی ہیں کہ ہم اس کی نظیر کو بھی ممکن خیال نہیں کرتے۔

(۸) بجز میرے گھر کے تمام نوکر چاکر قسم قسم کے خز کا لباس پہنے بھر رہے ہیں ۔

پس الصاحب نے کہا میں نے معن بن زائدہ کی حکایات میں پڑھا ہے۔ کہ ایک آدمی نے کہا کہ مجھے سوار کرو (یعنی سواری دو) تو اس نے اس کے لئے ایک گھوڑے۔ ایک خچر۔ ایک گدھے

---

[1] یعدّ الغنیٰ ما اقتنیتی لکھو۔ اقتنا۔ فراہم آوردن۔ ذخیرہ کردن۔ ورزیدن و لازم کردن چیزے ۱۲

[2] باسط الکف۔ دراز کنندہ کف۔ بسط یدہٗ۔ دراز کرد دست خود را۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ھو کباسطِ کفّیہِ الی الماء

[3] ومثنٍ ثناھا ضمیرہا راجع بسوئے کف است و ثنا فعل ماضی است از ثنی باز گردانیدن۔ دو تا کردن

[4] مُفحَم۔ اسم مفعول از افحام بروزن افعال۔ مُفحَم۔ آنکہ بر شعر گوئی قادر نباشد۔ درماندہ۔ الکن۔ کند زبان درماندہ بسخن۔ لکنہ۔ درماندن بسخن ۱۲

اور ایک اونٹنی کے دینے کا حکم دیا۔ پھر کہا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ خدا نے ان کے ماسوا اور بھی کوئی سواری کا جانور پیدا کیا ہے۔ تو میں تجھے اس پر بھی سوار کرتا۔ اور تیرے لئے خزؔ کے ایک جبّے ایک قمیص ایک پاجامے۔ ایک دستار۔ ایک رومال۔ ایک مطرفؔ[1] ایک چادر۔ ایک (جوڑے) جراب کے دینے کا ہم نے حکم دیا۔ اور اگر ہمیں کسی اور لباس کا علم ہوتا۔ جو خزؔ سے بنایا جاتا ہے۔ تو ہم تجھے وہ بھی دیتے۔ پھر اس (ابو القاسم) کو خزانہ (الخلع) میں داخل کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ تمام پوشاکیں اسے پہنا دی گئیں۔ اور اس وقت میں پہننے سے جو زائد تھیں۔ وہ اس کے غلام کے حوالے کر دی گئیں

اس نے کہا ہے۔ میرے پاس ابو عبد اللہ محمد بن حامد حامدی نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ ابو محمد الصاحب بن عباد کے سامنے کھڑا ہؤا قصیدہ پڑھ رہا تھا جس کا اوّل یہ ہے ؎

(۱) یہ ہے تیرا دلؔ[2] عشقوں اور محبتوں میں لوٹا ہؤا۔ اور یہ ہے تیری رائے مشورہ شدہ رائوں کے درمیان (عشق و محبت کی حالت یہ ہے۔ کہ محبوبوں کے درمیان۔ میرے دل کی لوٹ ہے گویا ہر ایک محبوبہ یہ خواہش رکھتی ہے کہ وہ میرے دل کو لوٹے۔ اور اصابت و استقامت رائے کا یہ عالم ہے۔ کہ مجلس مشاورت میں میری رائے ہی مشورہ شدہ ہوتی ہے) ۔

(۲) تیری محبت فراخ چشمؔ[3] (حسین) عورتوں کے درمیان بانٹی ہوئی ہے۔ بجان عزیز تو یہ مرض کیسا امتحان کیش مرض ہے ۔

(۳) تُو ایک زمین میں نہیں ٹھہرا رہتا۔ تا آنکہ کسی دوسری زمین کی طرف چلا جاتا ہے۔ اپنے اس جسمؔ[4] سے کہ وہ تو قریب ہے۔ لیکن اس کا ارادہ دُور کا ہے ۔

(۴) کسی دن تو جَزْدِی میں کسی دن عقیق میں کسی دن عُذَیْب میں اور کسی دن خُلیصاء میں ہوتا ہے ۔

(۵) کبھی تو تُو نجد کا رُخ کرتا ہے۔ اور کبھیؔ[5] شعب العقیق کا اور کبھی قصر تیماء کا۔ (جزدی۔ عقیق۔ عُذَیب۔ خُلیصاء۔ نجد۔ شعب العقیق۔ قصر تیماء۔ مقامات کے نام ہیں۔)

---

[1] مِطْرَفَ۔ بالکسر و بالضم۔ چادر خزؔ چہار گوشہ نگارین۔ جمع مَطَارِف ۱۲ [2] اشعار ذیل میں شاعر کا خطاب اپنے نفس سے ہے ۱۲ [3] العیون النُّجْل۔ عیون۔ واحد عین۔ چشم۔ نُجْل۔ واحد نَجْلَاء۔ بروزن فَعْلَاء فراخ۔ عَیْنٌ نَجْلَاءُ۔ فراخ چشم ۱۲ [4] شَخْص۔ تن۔ کالبد مردم۔ وجز آں۔ بشخصٍ قریبٍ عَزْمَۃٌ نَاءٍ سے شاعر کا خود اپنا جسم مراد ہے ۱۲ [5] آوِنَۃً۔ واحد أَوَان۔ یعنی ہنگام جمع آوِنَۃٌ و ایْنَۃٌ وازیں است کہ گفتہ مے شود۔ فُلَانٌ یَصْنَعُہٗ آوِنَۃً و آیِنَۃً یعنی مے کند آں را گاہ گاہ۔ و دریں بیت تَارَۃً و آوِنَۃً و طُوْرًا۔ در یک معنی آمدہ ۱۲

وہ کہتا ہے۔ میں نے الصاحب ابن عباد کو دیکھا۔ کہ اس پر کلی طور پر متوجہ۔ اس کی شعر خوانی کی طرف اچھی طرح کان دھرے ہوئے۔ اس کے اکثر ابیات کے دہرانے کی فرمائش کرنے والا تھا۔ اور اس سے اپنے خوش ہونے اور جھومنے کا ایسا اظہار کر رہا تھا۔ جو حاضرین کو شگفت تعجب میں ڈال رہا تھا۔ جب وہ (ابو محمد) اس قول تک پہنچا ؎

(۱) میں اَشماء کے (نام کے) ساتھ اشاروں[1] سے اس کے قبائل میں پکارا جاتا ہوں۔ گویا کہ اسماء (بھی) ہو گئی ہے۔ میرے ناموں میں کا ایک نام ؞

(۲) میں نے اپنے شعروں کو روشن کیا۔ تو اس نے مسرت میں آکر اپنے بالوں کو ڈال دیا۔ پس وہ دونوں (اشعار و بال) صبح کرنے اور شام کرنے (یعنی روشنی اور تاریکی کرنے) میں ایک دوسرے کے خوگیر ہو گئے ؞

تو الصاحب ابن عباد وجد و مستی میں آکر اپنی مسند پر لڑھکنے اور جھومنے لگا۔ پس جب (ابو محمد) اس قول تک پہنچا۔ جو الصاحب کی مدح میں تھا ؎

(۱) اگر سحبان (بن وائل) بھی اس (الصاحب) سے (فصاحت و بلاغت میں) مقابلہ کرے تو اس کو بھی اس کی خطابت پر فأفا[3] کے دامن گھسٹوا دے (یعنی اس کی زبان بھی توتلی اور کند ہو جائے)

(۲) میں دیکھتا ہوں کہ (ہفت) اقلیم نے ایک دوسرے سے پیش قدمی کرتے ہوئے اس کے آگے پورے طور پر اپنی کنجیاں ڈال دی ہیں ؞

(۳) پس وہ ہفت اقلیم اس کے زیر حکومت ہیں۔ چار چیزوں یعنی امر و نہی اور تثبیت و امضا سے (تثبیت برقرار رکھنا۔ امضاء۔ حکم کا جاری کرنا) ؞

(۴) اسی طرح اس کی توحید[4] نے چار چیزوں کو ہلاک کر دیا ہے یعنی کفر و جبر اور تشبیہ و ارجاء کو۔

تو (الصاحب) اپنے سر کو ہلانے لگا۔ اور کہنے لگا۔ تو نے بہت خوب کہا! تو نے بہت خوب کہا۔ جب اس نے قصیدہ ختم کیا۔ تو اس کے لئے انعام اور خلعت دینے کا حکم کیا ؞

۱۷۵ھ

---

[1] نَبَزَ۔ اشارہ کردن۔ عیب کردن۔ لقب نہادن ۱۲ [2] زَحَفَ عَلٰی رَسْتِہٖ۔ لکھو۔ زَحَفَ غیثرید ن۔ یعنی نشستہ بسرین راہ رفتن۔ بزور بازو و دست۔ اردو۔ کڑکنا۔ دَسْتَ۔ مسند ملوک ۱۲

[3] فأفاء۔ سخن فاء ناک گوئیندہ۔ اکثار کنندۂ فارا۔ سُحبان بن وائل مردے فصیح و بلیغ بود۔ کہ در بلاغت و فصاحت بوے مثل زنند ۱۲

[4] فرقہ معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل والتوحید کہتے ہیں۔ چونکہ الصاحب بھی اسی مذہب میں منسلک تھا۔ اس لئے شاعر نے اس کی مدح میں کہا۔ کذٰلک توحیدہٗ اودی باربعۃٍ کفرٍ و جبرٍ و تشبیہٍ و ارجاءٍ۔ جبریہ۔ تشبیہیہ۔ مرجئہ۔ تین فرقے ہیں ۱۲

امیر ابوالفضل میکالی نے کہا ہے۔ کہ ایک عامل نے الصاحب کی طرف (خدمت میں) کام کاج (ملازمت) کے لئے عرضی لکھی اور عرضی میں یہ (لکھا) تھا۔ "اگر میرے آقا مجھے کسی کام کی خدمت کیلئے مناسب خیال فرمائیں تو (حکم نافذ کریں)۔ اس کے جواب میں الصاحب نے اس کے نیچے لکھا۔" جس نے (اِشْغَالی (میرے کام پر لگانے کے لئے) لکھا ہے۔ وہ میرے کاموں کے لئے صلاحیت نہیں رکھتا (اِشْغَالی یعنی در کار داشتن لغتِ ردّی است) ‌؀

ہلال بن محسن نے بیان کیا ہے۔ کسی کے متعلق منقول [illegible] ذکر کیا گیا) کہ اس کی موت کے بعد اس کی اتنی تعظیم اور بڑائی کی گئی ہو جتنی الصاحب ابن عبّاد کی کی گئی جب تجہیز و تکفین کر کے اس کو تابوتِ (جنازہ) میں رکھا گیا۔ اور تابوت اٹھانے والوں کے کندھوں پر نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے نکالا گیا۔ تو تمام کے تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اس کے سامنے زمین بوسی کی۔ لوگوں نے اس وقت اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا۔ چہروں کو پیٹا۔ گریہ زاری اور چلّا چلّا کر رونے میں اپنی انتہائی طاقت کو صرف کر دیا۔ الصاحب اپنی زندگی میں وزارت کی چستی و پھرتی اور اس کے ساتھ فوج کی طرف منتسب ہونے کے پیشِ نظر قباء پہنا کرتا تھا ؀

ابونصر بن نوشاد سے روایت کیا گیا ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے عہدے اور مرتبے پر کسی سے ایسا رشک نہیں کیا۔ جیسا کہ الصاحب ابوالقاسم ابن عباد سے کیا ہے۔ خراسانی لشکر کی جنگ پر مؤید الدولہ کے ہمراہ جرجان کے باہر ہم فروکش تھے۔ تو الصاحب دن کے آخری پہر شہر میں اپنے گھر کی طرف داخل ہوا۔ اس مجلس میں حاضر ہونے کے لئے جس کو اہلِ علم کے لئے منعقد کیا کرتا تھا۔ اس کے نیچے رہوار سواری تھی۔ جس کی باگوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ دیلم کے سردار اور اکابر ازاد لادِ اُمراء اس کے آگے آگے اس طرح دوڑ رہے تھے۔ جیسے شترانِ سفر دوڑتے ہیں ؀

اور عضد الدولہ " ہمارے شیخ " کہکر الصاحب کو خطاب کیا کرتا تھا۔ اس میں اس (الصاحب) کے ساتھ اور کسی کو شریک نہیں کرتا تھا۔ مگر اس کی خط و کتابت کم تھی۔ اور عضد الدولہ کی طرف سے جو خطوط وارد ہوتے تھے۔ وہ اس کے کاتب ابوالقاسم بن عبدالعزیز بن یوسف کی زبانِ (قلم) سے ہی ہوتے تھے ؀

جب شاعروں نے دیکھا۔ کہ سرمایہ ہائے علم کے لئے ابن عبّاد کے پاس رواج اور شہرت ہے۔ تو انہوں نے اس کی بارگاہ کی طرف اپنے نتائجِ افکار کے ہدیے بھیجے۔ اور (ان نتائج کو) اسکی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ ثعالبی نے ذکر کیا ہے۔ کہ زمین کے ستارے یکتائے روزگار،

ابناءالفضل (فضیلت کے بیٹے یعنی فضلاء) اور شعر کے شہسوار اس (ابن عباد) کے اردگرد[1] اس قدر اکٹھے ہوگئے۔ جن کی تعداد ہارون الرشید کے شعراء سے بھی زیادہ ہے۔ اور وہ قوافی کو گردنوں سے پکڑنے اور معانی کی غلامیت کے مالک ہونے میں اُن سے کم نہیں تھے (قافیہ ہائے شعر اور معانی کو غلاموں سے تشبیہ دیکر شعراء کو مالک قرار دیا ہے)۔

ابوحفص اصفہانی وراق[2] نے الصاحب کی طرف رقعہ لکھا جس کی نقل یہ ہے۔ خدا ہمارے بزرگ آقا الصاحب (ابن عباد) کی عمر دراز کرے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ کہ پند و نصیحت یاددلانے والوں کو نفع دیتی ہے۔ اور شمشیر کا ہلانا اس کے سونتنے والوں کو مدد دیتا ہے۔ تو میں کسی یاد کنندہ کو پند و نصیحت نہ کرتا۔ اور نہ ہی شمشیر بران[3] کو حرکت دیتا۔ لیکن کارکن عضو رکھنے والا[4] یا صاحب حاجت آدمی کامیابی اور مراد کے برآنے کو جلدی چاہتا ہے۔ اور مطالبے کی ہٹ و اصرار سے) جواں مرد سخی کو اکتاتا[5] ہے۔ ہمارے آقا کے غلام کی حالت (یعنی میری حالت) گندم میں گری ہوئی ہے۔ اور اس کے گھر کے چوہے[6] (گندم کے نہ ہونے کے باعث) واپس پلٹے ہوئے ہیں۔ پس اگر آقا اپنے غلام کو ان پروردہ نعمت اشخاص میں (جنکی فرودگاہ[7] سرسبز مقام میں ہے۔ اس لئے وہ کہیں نہیں کھسکتے یعنی معاش کی فکر میں انہیں سفر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی) شامل فرماسکیں۔ تو شامل فرمالیں۔

الصاحب نے اس کے رقعہ پر لکھا۔ اے ابوحفص! تو نے قول نیکو کہا ہے۔ اور ہم فعل نیکو کرینگے (تم نے کلام اچھی کہی ہے۔ اور ہم تمہیں اس کا اجر اچھا دینگے) اپنے گھر کے چوہوں کو خوشحالی[8] کی خوشخبری دیدے۔ اور ان کو قحط سالی[9] سے بے خوف کردے۔ ہفتہ[10] کے اندر اندر تیرے پاس گندم پہنچ جائے گی۔ نیز اس کے علاوہ دوسرے خرچ و اخراجات سے بھی تمہیں بند نہیں رکھا جائیگا۔

عون بن حسین ہمدانی سے مروی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ میں نے ابوعیسے بن منجم سے سنا ہے

---

[1] احتف بہ۔ از احتفاف بروزن انتعال۔ گرداگرد آمدن [2] الوراق۔ ورق ساز۔ کاغذ فروش۔ کاغذ برندہ۔ نویسندہ [3] ماضیا۔ شمشیر بران ۱۲ [4] ولکن ذا الجارحۃ ذا۔ بمعنی صاحب و جارحۃ۔ عضو مرد کہ بداں کار کند۔ جمع جوارح در منتہی الارب نوشتہ۔ جوارح۔ اندامہائے مردم کہ بداں کار کنند۔ و نیز اسپاں مادہ و شکاریان از مرغ و دد و سگ ہین بود رتیمہ۔ ولکن ذا الحاجۃ لضرورتہ بجائے "ولکن ذا الجارحۃ" آمدہ ۱۲ [5] یکد الجواد السمح۔ کد بالفتح ستہیدن در خواہانی چیزے۔ و اشارت کردن بانگشت چنانکہ سائل اشارہ کند۔ و سختی کار و رنج کد الرجل۔ در تعب مشقت انداخت اورا۔ جواد۔ سخی۔ السمح۔ جوانمرد [6] جرذان۔ واحد جرذ۔ موش سور منجد نوشتہ تفرقت جرذان بیتہ۔ ای قل الطعام عندہ و افتقر۔ یعنی خلل شد نزدیک وی و فقیر گشت [7] رحل۔ فرودگاہ و پالان شتر اول بمعنی اول و ثانی بمعنی ثانی ۱۲ [8] خصب۔ بسیاری نبات۔ فراخی سال فراخی حال ۱۲ [9] جدب۔ تنگ سالی۔ قحط سالی۔ ضد خصب ۱۲ [10] اسبوع۔ بالضم۔ ہفتہ۔ جمع اسابیع ۱۲

وہ کہتا ہے میں نے الصاحب ابن عباد سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا۔ شاہ فخر الدولہ پر (اندر داخل ہونے کیلئے) بحالانکہ اپنی مانوس و بے تکلف مجلس میں بیٹھا ہوا ہو۔ میں نے جب کبھی اجازت طلب کی۔ تو وہ باحیاء و شرم (یعنی باتکلف) مجلس کیطرف منتقل ہو گیا۔ اور اس میں مجھے اجازت دیدی۔ مجھے یاد نہیں۔ کہ میرے سامنے اس نے کبھی ہنسی مذاق کی بات کی ہو۔ یا مجھ سے مزاح کیا ہو۔ بجز ایک موقعے کے۔ سو اس کے کھل جانے کے باعث میں نے کراہت کا اظہار کیا۔ اور کہا۔ ہمارے سامنے درست اور ٹھیک (خلافِ ہزل) باتیں اتنی ہیں۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے ہم ہنسی مذاق کے لئے فارغ نہیں۔ اور اظہار ختم کرنے والے آدمی کی طرح میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ہمیشہ خط و کتابت سے معذرت پیش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ میں دوبارہ اس کی محفل میں واپس پلٹ آیا۔ اس کے بعد اُس فخر الدولہ نے کسی ایسی بات کی طرف پیشقدمی نہیں کی۔ جس سے ہنسی مذاق کا کوئی پہلو نکلتا ہو . . .

اس نے کہا ہے۔ ابوالحسن شقیقی بلخی نے میرے سامنے الصاحب ابن عباد کا وہ خط پیش کیا۔ جو اس نے اس کی طرف لکھا تھا۔ رقعے میں (یہ لکھا ہوا تھا) "جو شخص اپنے دین کی طرف متوجہ ہوگا۔ ہم اس کی دنیا کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اگر تم (مذہبِ) عدل[1] و توحید پر عمل پیرا ہو گے تو ہم تمہارے لئے فضل و تمہید[2] (کا بستر) بچھائیں گے۔ اور اگر تم (عقیدۂ) جبر[3] پر قائم رہے۔ تو تمہاری شکستگی (تنگ حالی) کے لئے کوئی اصلاح و درستگی نہیں۔"

یہ وہ خط ہے۔ جو الصاحب ابن عباد نے ابو علی حسین بن احمد کی طرف ابو عبداللہ محمد بن حامد کے کام میں لکھا تھا۔ ثعالبی نے کہا ہے۔ میں نے امیر ابوالفضل عبیداللہ بن احمد میکالی سے سنا ہے۔ وہ اس کو مسلسل بیان کرتا تھا۔ اس کی زبان پر اس (خط) کے جاری ہونے اور اس کے منہ سے اس کے نکلنے نے مجھے اس خط کی شیفتگی اور دلبستگی میں زیادہ کیا۔ اور وہ (خط) یہ ہے۔ میرے سردار امیر! یہ خط مقام سحنہ سے صادر ہوا ہے۔ دراں وقت کہ رات نے اپنے پردے لٹکائے ہیں۔ اور تاریکی نے اپنے دامن گھسیٹ دئے ہیں۔ کل آئندہ ہم انشاءاللہ تعالیٰ صبح کی روشنی مکمل ہونے سے پیشتر پو پھٹتے[4] ہی کوچ کر جائیں گے۔ اگر یہ (کوچ کرنا)

---

[1] العدل والتوحید سے مراد مذہب معتزلہ ہے۔ کیونکہ فرقۂ معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل والتوحید کہتے ہیں ۱۲

[2] تمہید۔ گستردن۔ و ہموار و نیکو کردن کار را و عذر گسترانیدن و عذر نیوشیدن ۱۲

[3] جبر۔ بالفتح۔ درستگی خلافِ کسر و چوبہا کہ بر شکستہ بندند و خلاف قدر یعنی عقیدۂ فرقۂ جبریہ کہ قائل است بجبر۔ و مالک بندہ از لغات اضداد است و مرد دلاور و کودک در این مقام جبر اول بمعنی خلاف قدر یعنی اعتقادِ جبر و ثانی بمعنی درستگی خلاف کسر ۱۲

[4] غرۃ الصبح۔ سپیدی در پیشانی اسپ نیز از ہر چیزے اول و غرۃ الصبح اول او۔ مجہول۔ و اصد مجل۔ سپیدی در پائے اسپ و خلخال ۱۲

نہ ہوتا۔ تو میں اس (خط) کو (اسی طرح ہی) طویل کرتا جس طرح حاجی لوگ مناسکِ[1] حج پر (طویل)
توقف کرتے ہیں۔ اور میں اس سے زادِ مسافر پر ہی اکتفاء نہ کرتا (یعنی جس طرح مسافر زادِ
سفر کیلئے ضروری ضروری ہلکی پھلکی چیزوں پر ہی اکتفا کر لیتا ہے۔ اسطرح میں خط کو مختصر
نہ لکھتا۔ بلکہ لمبا لکھتا) کیونکہ خطِ ہذا کا حامل میرے نزدیک سچے حقوق والا ہے۔ اور اس امر
کا سزاوار ہے۔ کہ میں اس کے لئے اپنے دل اور ہاتھ کو مشقت دوں۔ اور وہ (حاملِ خط)
ابو عبد اللہ حادی ہے۔ ہمارے پاس اس شیخ شہید یعنی ابو سعید الشیبی السعید (خدا ان کے
مراتب کو بلند کرے۔ اور ان کے قاتل کو قتل کرے) کے ہمراہ آیا تھا۔ اور ان کا کاتب تھا۔
اس (ابو عبد اللہ) نے اپنی فضیلت و بزرگی سے ہمیں مانوس[2] کیا۔ اور اس کی عقل کی
نیکوئی و خیر سے ہم مالوف ہوئے۔ پس جب وہ (ابو عبد اللہ) اس صحبت (یعنی صحبتِ
شیخ شہید) اور اس صحبت میں اس کی قربتِ حاصلہ سے (بوجہ شہادتِ شیخ) اور د
رساں کیا گیا۔ تو اس نے میرے دروازے کے سوا کسی گھاٹ اور میری بارگاہ کے بغیر
کسی چراگاہ کو پسند نہ کیا۔ اور دشوار گذار راستہ طے کر کے میرے پاس پہنچا۔ اس
حق کو پختہ کرتے ہوئے جس میں اس کا غبار نہیں پھاڑا جا سکتا۔ اور تا زمانہ جس کی حرمت[3]
و عزت کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ میں اپنی اس کوچ سفر کے پر پر ہوں۔ جس کی جہت
اور مسافت نے قیام و قرار[4] نہیں پکڑا۔ اور اپنی لاٹھی کو نہیں ڈالا۔ (ایسی حالت
میں) اس شریف کو (جو زمانے کے حادثہ کا گرفتار اور نوشتہ کار ہے) اپنے ساتھ

---

[1] حجیج واحد حاج قصد کنندۂ طواف کعبہ بہ نیت عبادت و بجا آورندۂ آں۔ جمع حجاج و حجیج
مشاعر واحد مشعر۔ آں جائے کہ حجاج دروے قربانی کنند۔ و معظم مناسکِ حج۔ مشعر الحرام مزدلفہ (لغات)
نیز مشعر درخت زمین نرم کہ مردم در سایۂ آں از گرما و سرما فرود آیند و پناہ جویند [2] فاتنسنا بفضلہ
و اتنسنا الخیر من عقلہ بناؤ۔ اور اگر فانسنا بفضلہ الخ کو برقرار رکھا جائے۔ تو ترجمہ یہ ہوگا
اس (ابو عبد اللہ) کی فضیلت و بزرگی سے ہم مانوس ہوئے۔ اور اس نے اپنی عقل کی نیکوئی اور بھلائی
سے ہمیں مالوف کیا [3] ذِمار۔ آنچہ سزاوار بود نگہداشتِ آں بر مرد۔ یقال فلاں حامی الذمار
و در اصل کتاب بجائے ذِمارہ ذمامہ آمدہ ذِمام بالکسر۔ حق۔ و واجب و حرمت۔ و بر و جمع
اذمہ [4] لم ینبقر نواہا نوی۔ جہت کہ بسوئے آں روند۔ و دوری و جدائی یقال استقرت
نوی القوم بموضع کذا و کذا۔ ای اقاموا یعنی فروکش و اقامت پذیر شدند۔ و ایضاً از
القاءِ عصا بمعنی افگندنِ عصا کنایہ کنند۔ از اقامت۔ و از عدم القاءِ عصا سفر ۱۲

شریک سفر کرکے، تنگی اور سختی میں ڈالنا۔ اس کو نارام[1] شدہ سرکش سواری کی تکلیف مالایطاق
دیتا ہے۔ میرے سردار! میں نے اسے آپکی طرف اس لئے بھیجا ہے۔ کہ آپ اپنی
بارگاہ اور درگاہ کو اس کے لئے بچھا دیں۔ اور آسان کر دیں۔ اور یہ کسی ایسے کام
کا بھی امیدوار ہے۔ جس میں گرانی کم اور فائدہ اچھا ہو۔ پس جب ایسے کام کا موقع
مل جائے۔ تو آپ اس کو اس پر پیش کرکے اس کے حوالے فرما دیں۔ اور یہ اس امر
(سفر) کے منتظم اور راست ہونے تک میرا مہمان ہے۔ اور اس کی مہمانی آپ کے
ذمے اور اس کے موسم گرما و سرما گذارنے کا مقام آپ کے پاس ہے۔ نیز اس عرصہ
میں یہ تحصیل علم کی بھی خواہش رکھتا ہے۔ جو اس کی پختگی اور استقلال میں اضافہ کرے۔ تاآنکہ
اس کے پاس ہماری اقامت کی اطلاع پہنچے۔ پھر اس کو اختیار ہے۔ اگر چاہے۔ تو آپکی
سپرد کردہ خدمت پر ٹھہرا رہے۔ اور اگر چاہے۔ تو آپ کے حسن سلوک اور انعام و اکرام
کے گن گاتا ہوا ہم سے آملے۔ نیز میں نے اسے فلاں شخص کی طرف بھی رقعہ لکھ دیا ہے
کہ وہ بھی اس کی بعض توقع پر امداد کرے۔ تاآنکہ اس کے لئے کلی طور پر اختیار دیدے
پس آپ اسے اس کی تعجیل کا حکم[2] دیدیں۔ اور میرے دل کی لگن کو اس شریف آدمی
کے بارہ میں دور کر دیں۔ جس کی آس و امید نے دیگر امور سے) مجھے تنہا اور الگ
کر دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالے

ص ۱۷۹

اس (الصاحب ابن عباد) نے قاضی ابو البشر الفضل بن محمد جرجانی کی طرف لکھا جبکہ
وہ (ابو البشر) اس کے پاس آتا ہوا شہر رے کے دروازے میں داخل ہوا۔
(۱) شتران[3] سفر نے (معشوقہ) اروی[4] کے آنے کی خبر سنائی۔ اس شہر کی طرف جس میں
میں نے اپنے خیموں کو اتارا۔
(۲) پس میں قریب ہوں کہ بباعث شوق اسکی طرف شہ پر[5] سے کبوتر کے شہ پر کیطرح اُڑ جاؤں
کیا یہ امر درست ہے جو آنیوالے کے متعلق کہا گیا ہے؟ یا خواب[6] دیکھنے والے آدمی کی

[1] تحامل مصدر از باب تفاعل۔ تحامل علیہ کار فرمود اورا فوق طاقت وے و ستم کرد۔
وعر۔ دشوار۔ خلاف سہل۔ و مرکب وعر سواری نارام شدہ ۱۲ [2] اکوعز۔ فعل امر از ایعاز
پیش آمدن بکارے۔ و فرمان دادن بکارے ۱۲ [3] رکاب بالکسر۔ شتران کہ بداں سفر کنند۔ واحد
ندارد یا واحد راحلۃ ہے ۱۲ [4] اروی بالفتح نام زنے۔ وہے است بمرد ۱۲ [5] قادمۃ سپید
دراز مرغ۔ جمع قوادم۔ قدامی۔ دیگر کوچک کہ زیر قادمہ باشد۔ خافیہ گویند۔ خوافی جمع ۱۲
[6] کامانی الحالم ک حرف تشبیہ امانی واحد امنیۃ۔ خواہش۔ آرزو۔ حالم۔ خواب بیننده ۱۲

خواہشات کی مانند گمان ہی گمان ہے؟ نہیں بخدا! بلکہ یہ تو مشاہدہ کا پانا ہے۔ بلاشک و شبہ وہ اور آرزو کا حصول ہم مثل ہیں اے قاضی۔ تیری سواری اور تیرے کجاوے کا خیر مقدم بلکہ خوش آمدید! تجھے اور تیرے اہل کو۔ واہ واہ! تیری نسیم آمد کے مہکنے کی سرعت۔ تیری خوشبو سے ہم نے یوسفؑ کی خوشبو پائی۔ سواری کو تیز ہانک کہ میری سوزش فراق کو اپنے دیدار سے تو زائل کرے۔ اور میری بیماریٔ (ہجر) اپنی ملاقات سے تو دور کرے۔ اور اپنے پہنچنے کے دن کی تصریح کر۔ کہ ہم اس کو مشرف عید اور میلہ اور تہوار بنائیں۔ اور غلام کو واپس بھیج۔ جو کلام کے افادۃ المخاطب سے بھی زیادہ تیز رو ہو۔ میں نے اس کو حکم دیا ہے۔ کہ گدھے کے پر پر اڑے۔ اور بادِ صبا کو بھی قید کے بندھن میں باقی رہنے دے۔ (بادِ صبا سے بھی تیز رفتار چلے)۔

(۱) اے زیاد بن عامر! خدا ان مقاماتؑ کو سیراب کرے جنکی سرزمین میں تیرا گذر ہوا۔ کیونکہ انہوں نے تجھ کو مجھ تک پہنچا دیا۔

(۲) وصال کی شاموں ؑ نے (تمہاری ملاقات سے جن کے پالینے کا امیدوار ہوں) (فراق وجدائی کی) دوپہروں ؑ کی گرمی و سوزش کو دور کردیا ؑ ہے۔

الصاحب ابن عباد کی جس سے ہجو کی گئی ہے۔ ازاں جملہ ابو العلاء اسدی کا قول ہے ؑ

(۱) جب تم کسی شریف (آدمی) کو گلیم میں (جسم) ڈھانکے ہوئے مسجدوں میں پناہ لیتا ہوا دیکھو۔ جس کی تکلیف و بدحالی ظاہر ہو۔

(۲) تو جان لو۔ کہ حوادثات نے اس مسکین نوجوان کو ابن عباد کی ناکسی ؑ و فرومایگی کی طرف پھینک دیا ہے (بدقسمتی سے اس کے ہاں مہمان ہے اور اس کی کنجوسی و بخل کے باعث مارا مارا پھرتا ہے)

اس نے کہا ہے۔ الصاحب بن عباد بغداد میں داخل ہوتے وقت قاضی ابو السائب عتبہ بن عبید کے پاس اپنے حق کی ادائیگی کے لئے گیا۔ تو قاضی نے اس (الصاحب) کیلئے (تعظیماً) کھڑے

ؑ ۱ باک۔ ریا۔ خوشبو۔ غلۃ تشنگی و سوزش و سختی آں ۱۲ ؑ۲ دارات واحد دارۃ۔ زمین فراخ میانِ کوہہا سرائے۔ قبیلہ دہر چیز کہ محیط چیزے باشد ۱۲ ؑ۳ اَصَائِل۔ واحد اَصِیْل۔ آخر روز شام ۱۲ ؑ۴ اَلْهَوَاجِر۔ واحد هاجرة۔ دوپہر۔ نیم روز ۱۲ ؑ۵ قد زَحْزَحْنَ۔ صیغہ جمع غائب فعل ماضی از زَحْزَحَ یُزَحْزِحُ زَحْزَحَةً زِحْزَاحًا۔ دور کردن آں را۔ قال اللّٰه تعالیٰ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ الخ ۱۲
ؑ۶ لُؤم۔ ناکسی۔ زفتی۔ خلاف کرم ۱۲

ہونے میں گرانی کا اظہار کیا۔ اور کچھ اس طرح سکڑا جس سے اپنا ضعفِ حرکت اور بے طاقتی قیام اس کو دکھلائی۔ الصاحب نے اُس کے بازو کو پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ اور کہا حقوق برادران کی ادائیگی کے لئے ہم قاضی کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔ ابو السائب شرمندہ ہو گیا اور اس کے پاس معذرت پیش کی۔

قاضی ابو علی التنوخی نے اپنی کتاب نشوار المحاضرہ میں ذکر کیا ہے۔ میرے پاس امیر المومنین مطیع اللہ کے حاجب ابو منصور عبد العزیز بن محمد بن عثمان المعروف بہ ابن عمرو السرائی نے بیان کیا۔ اس نے کہا۔ میں اپنی نوخیزی میں ایک دن قاضی ابو السائب پر داخل ہوا۔ تو اس نے میرے لئے (تعظیماً) کھڑے ہونے میں گرانی کا اظہار کیا۔ اور کبنی بیماریوں اور پیری کے باعث اپنی کمزوری و ناتوانی کو میرے سامنے ظاہر کیا۔ اس (ابو منصور) نے کہا ہے۔ وہ قدرے اونچا ہوا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر (اوپر کو) کھینچا۔ حتیٰ کہ اُسے پورا کھڑا کر دیا۔ اور میں نے اُسے کہا حقوق برادران کی ادائیگی اور ان کی تکمیل کیلئے میں قاضی (القضاۃ ضعیف جج۔ خدا اس کی) تائید کرے۔ کی امداد و اعانت کرتا ہوں۔ ابو منصور نے کہا ہے۔ میں اس پر عیب دھرنے والا تھا۔ ان اشیا کے بارے میں جن کا اس نے مجھ سے معاملہ کیا تھا۔ اور میں اس کے پاس جھگڑا کرنے کے لئے ہی آیا تھا۔ میں نے بات کے چھیڑنے کو شروع کر دیا۔ جب اس نے میرے چہرے میں شر دیکھا۔ تو کہا "دو کلموں کے سننے کی مہربانی فرمائیے۔ پھر آپ کا جو جی چاہے کہئے میں نے کہا۔ کہو۔ اس نے کہا حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "پس گزر کر در گزر کرنا اچھا" کی تفسیر میں ہمارے پاس روایت کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے مراد عفو بلا سرزنش و ملامت ہے۔ اگر آپ ایسا کر سکیں تو کریں۔ میں نے اس پر انتہا تک پہنچنے (یعنی جرح و قدح کرنے) سے شرم کی۔ اور واپس پلٹ آیا۔

مؤلف کہتا ہے۔ میرے نزدیک جو بات ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ (یہ) واقعہ اس (ابو منصور حاجب) کے اور قاضی کے درمیان پیش آیا۔ اور اس کی خبر الصاحب ابن عباد کے پاس پہنچی۔ پس الصاحب نے اس کو اپنے لئے گھڑ لیا۔ اور اپنے شناساؤں کی مجلس میں اسے بیان کر دیا۔ سو (یہ) اسی کے متعلق مشہور ہو گیا۔ الصاحب مرحوم ان لوگوں میں سے تھا۔ جو فخر کے دلدادہ اور ان فضائل کے گھڑ لینے کے بھی شیفتہ تھے کہ بسا اوقات جن سے کوتاہ و قاصر بھی رہتے۔

لہ تقریع۔ سرزنش کردن و ملامت نمودن ۔ ۱۲ ۔ ۱۵ استقصاء۔ بنہایت چیزے رسیدن۔ و نیز کوشش تمام کردن

الصّاحب کے اشعار سے ہے ؎

(۱) او خرامندہ! جو اپنے غرور (و ناز) میں خراماں جا رہا ہے۔ تیری یاد میرے دل پر جمی ہوئی ہے ۔

(۲) اگر تو میرے نزدیک میری آنکھ سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو۔ تو (خدا کرے) میں اپنی آنکھ سے فائدہ مند نہ ہوں ۔

الصّاحب نے ابوالحسن طبیب کی طرف لکھا ؎

(۱) خوش گپی اور کشادہ روئی پر ہم تمہارے امیدوار ہیں۔ اور بھوک کا اثر اخلاط[1] (اربعہ) تک بھی جا پہنچا ۔

(۲) اگر تم میری مصاحبت و ملازمت[2] کی طرف مائل ہو جاؤ۔ تو میں بقراط کی گدی پر (بھی) جوتا رسید کروں ۔

وَلَہٗ اَیْضًا ؎

(۱) تو دُور ہو گیا پس زندگی کا مزہ تیرے بعد اندرائن[3] (تلخ) ہے۔ اور میری زندگی کا چہرہ جب سے تو غائب ہو گیا ہے (یعنی چلا گیا ہے) سیاہی و سپیدی والا ہے ۔

(۲) تجھ کو کیا ہوا۔ تو نے اپنے وصال کو جدائی میں ڈال[4] دیا۔ تمہاری محبت نداء کے بغیر (ہی) ترخیم[5] شدہ ہے

اور اس (الصّاحب) نے کہا۔ جب اس کو موت حاضر ہوئی ؎

(۱) میری موت پر (میرے مر جانے) کے ساتھ از روئے جہالت کتنے خوش ہونے والے ہیں۔ جو میری وفات کے بعد ظلم کی تلوار کو سوت لیں گے ۔

(۲) اگر مسکین اس ذلت و رسوائی کو جان لے۔ جو میرے (مرنے) کے بعد اس کو اٹھانی

---

[1] اَخْلَاط یعنی اخلاط اربعہ کہ دم و بلغم و سوداء و صفراء باشد واحد خِلط بالکسر ۱۲ [2] اَلْتِیَاط۔ لازم گرفتن چیزے را و گرد گشتن یقال اِلْتَبَطَ الْقَوْمُ بِہٖ۔ ای اطافُوْا بِہٖ وَلَزِمُوْہُ ۱۲

[3] عَلْقَم۔ اندرائن۔ ہر کڑوی چیز۔ اَبْرَش۔ مار پیسہ یعنی مار سے کہ ورودے داغہائے سیاہ و سفید باشد و مادۂ آں را رقشاء گویند ۱۲ [4] اَدْغَمْتَ۔ اِدْغَام۔ حرفے در حرفے درآوردن [5] مُرَخَّم۔ اسم مفعول از ترخیم یعنی انداختن حرف از آخر منادیٰ در نداء لاجلہٖ تسہیلٌ للنطق بہا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ حسب قواعد علم نحو ترخیم نداء کے موقعہ پر منادیٰ کے آخر میں ہوا کرتی ہے۔ نداء حاضر کے لئے ہوتی ہے۔ لہٰذا تمہارے غیر حاضر ہونے کے باعث نداء کا تو موقعہ نہیں۔ لیکن تمہاری محبت میں ترخیم واقعہ ہو گئی ہے۔ یعنی محبت منقطع ہو گئی ہے ۔

پڑھنے گی۔ تو میرے مرنے سے پہلے ہی مر جائے ؛

اور اُس نے ابو الفضل بن شعیب کی طرف لکھا۔ ؎

(۱) اے ابو الفضل! تُو ہم سے کیوں ہٹا رہا۔ (یعنی ہماری ملاقات میں کیوں تاخیر و درنگ کی) تمہارے حُسنِ عہد کے متعلق ہمارا ظن اچھا نہ رہا

(۲) میرے نفس نے سچے (وفادار) دوست کی کتنی تمنا کی۔ وہ تمنا و آرزو تُو ہی نکلا

(۳) (تجھے اپنی) شاخِ جوانی کی قسم جبکہ وہ لچکدار ہے۔ اور عہدِ لڑکپن کی قسم۔ ہرچند کہ وہ ہم سے جُدا ہو گیا ہے ؛

(۴) تُو (خود ہی) جواب ہو۔ جس وقت تُو خط پڑھے۔ قاصد کو نہ کہیو۔ تھا وہ .... اور تھے ہم ....

شاہِ عضد الدولہ کی مدح میں کہا ہے ؎

(۱) (تیرے) ایسے بخت[۱] ہیں۔ کہ (سعدِ اکبر) ستارۂ مشتری[۲] بھی ان کے راستے میں حیران ہو رہا ہے۔ اور وہ (بخت) منجم کے حساب میں نہیں آ سکتے ؛

(۲) کتنے جہانوں کو یکے بعد دیگرے تُو نے زندہ کیا۔ ایسے وقت پر جبکہ وہ روندی ہوئی خشک[۳] گھاس کی طرح (برباد) ہو گئے ؛

(۳) بخدا اگر خدا نہ ہوتا۔ تو مخلوق تیرے لئے ویسے ہی کہنے لگتی۔ جیسے عیسائی حضرت عیسےٰ کے بارے میں کہتے ہیں (یعنی جس طرح عیسائی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں۔ اسی طرح تجھے بھی خدا کہتے۔ نعوذ باللہ من ذالک) ؛

(۴) تجھے وہ ستائشیں (یعنی بخششیں) حاصل ہیں۔ اگر انہیں بکھیر کر مخلوق پر تقسیم کر دیا جائے تو تیری آنکھیں کسی مذموم (یعنی بخیل) چہرے کو نہ دیکھ سکیں ؛

(۵) نہیں نہیں۔ بلکہ اگر لوگ ان کے صدقہ و خیرات سے ہی بہرہ یاب ہو جائیں۔ تو تیرے کان کسی کنجوس کا ذکر تک بھی نہ سنیں ؛

(۶) اور اگر میں یہ کہہ دوں۔ کہ خدائے عزّ و جل نے مخلوق کو تیرے سوا کسی دوسرے شخص کیلئے پیدا نہیں کیا۔ تو میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی معصیت (اس شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں) (۱) خدا نے مخلوق کو تیری ہی حکومت اور بخشش کیلئے پیدا کیا ہے۔ تیرے سوا اور کسی کیلئے نہیں

---

[۱] سعود۔ واحد سعد۔ بخت۔ و سُعُودُ النجوم ستارگان باسعادت۔ و آں دہ اند ۱۲

[۲] مشتری۔ ستارہ کہ سعدِ اکبر است۔ سعد السعود و سعدِ مو فلو نیز گویند ۱۲ [۳] الھشیم ہشیم گیاہے است کہ ریزہ ریزہ گردد۔ یا ہر گیاہِ خشک ۱۲ [۴] قرقف۔ شراب ۱۲

حصہ ۳

(۲) خدا نے مخلوق کو تیرے ہی وجود کی خاطر پیدا کیا ہے۔ اور کسی کی نہیں۔ یہ کفریہ قول ہے
نعوذ باللہ من شر ھذا القول

اس نے کہا ہے۔ ایک بیمار شراب خوار دیر پا نشے والے آدمی کے بارے میں ٥

(۱) کہا جاتا ہے۔ وہ کیوں نشے میں نہیں آتا۔ اس کے بعد بھی کہ ہمنشینان شراب کی طرف سے اس کو پے در پے شراب دی جاتی ہے ؛

(۲) تو میں نے کہا۔ شراب کا کام یہ ہے۔ کہ عقل کو کم کرے۔ اور اگر (عقل میں سے) کچھ بھی نہ پائے۔ تو پھر کس کو کم کرے (مراد یہ ہے۔ کہ اس میں جب عقل ہی نہیں۔ تو شراب اپنی تاثیر یعنی نشہ کیسے دکھلائے) ؛

وَلَہٗ ایضاً ٥

ص ۱۸۴

(۱) (معشوقہ) اُمیمہ نے منہ پھیر لیا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ بڑھاپا میرے رخسار پر چھا گیا ہے ؛

(۲) تو میں نے اسے کہا۔ کہ بڑھاپا بھی تو جوانی کا ہی نقش ونگار ہے (یعنی جوانی کی ہی باقی ماندہ نشانی ہے) تو اس نے کہا۔ کاش (یہ) نقش ونگار نہ کرتا ؛

وَلَہٗ ایضاً

(۱) جب دوستوں کے گھر دوستوں کی جدائی کے باعث ایک دوسرے سے دُور ہو گئے اور ہم تمام (ایک دوسرے کے) دیدار سے امرِ موہوم کی طرف ہو گئے (یعنی ہماری باہمی ملاقات توہم وگمان ہو کر رہ گئی) ؛

(۲) تو اشتیاقِ (احباب) مضبوطی کے ساتھ مجھ پر اس طرح غلبہ پا گیا۔ جس طرح معتزلی اپنے مدِ مقابل پر غلبہ پا جاتا ہے ؛

[illegible]	تمام شد اردو ترجمہ سمط الدرر حصہ نثر	عبد الواحد کاتب

اظہارِ شکر

میں اپنے عزیز دوست مولوی محمد اسحٰق خان صاحب منشی فاضل مولوی عالم اور مولوی محمد شفیع خان صاحب مولوی فاضل کا از حد مشکور ہوں۔ جنہوں نے نہایت جانفشانی اور کمال عرقریزی سے اس اردو ترجمہ کی کاپیوں کی تصحیح فرمائی۔ اور مفید حواشی لکھے اور زیر ترجمہ ارشاد الادیب کی تکمیل کی جس کو فاضل مترجم مولوی احمد مجتبےٰ صاحب نوگانوی نے بوجہ ناسازئ طبع ادھورا چھوڑ دیا تھا ؛ فقط

شکر گذار الٰہ بخش مالک دکان شیخ جان محمد الٰہ بخش تاجران کتب چوک سنہری مسجد کشمیری بازار لاہور